

الحمد لله الذي جعلنا من آل أبي طالب ولداً واحداً

بِعَوْنِ اللَّهِ تَعَالَى

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ الْإِسْلَامَ دِينَنَا وَالْإِسْلَامَ دِينَهُ

كُتِبَ خَارِجَ حَقِّهِ

الْمُتَقَبِّحِ

عَيْنُ الْقَائِمِ

از تالیفات عالیجناب مولانا مولوی السید فیض حسین صاحب قلم و قریب
مصنف کتاب تحفۃ النصاراء و تنبیہ النصاریین فی جواب اُبّهات النصاریین
و ہدایۃ المؤمنین ترجمہ تبصرۃ المتعلمین و ضیاء العین فی تاریخ احمیین
و غیرہ در ۳۳۹ جلد بحری

کتاب فیض علیہ السلام

قیمت کتاب عند سکرانگریز یا سکرانگریز

تقریظ

تقریظ اثر خاتم عنبر شامه شرف اقطار الکمال ارتقا والفواضل وشرق انوار العلوم
والفطنائل صاحب النفس القدسیة والصفات المکاتیبة - الفائز الی المخرج القصوی فی التیق
والواصل الی المراتب العلیا فی التحقیق عالیجناب مولانا مولوی السید ابوالحسن صاحب عرف
میر نصیب قبلہ مدظلہ العالی مجتہد حیدر آباد
بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسی یلشد الذی جعل العباد ورثة الانبیاء وفضل برادهم علی رما والشہداء والصلوة علی محمد اشرف الانبیاء
والآلہ الاتقیاء بر آخوان دین وغلان یقین مخفی وحتجب نماز کہ چون کتاب اثبات النبوة والرسالة
فی النبی والسلامہ کہ بر اقوال باطلہ غیلاہ وکلام کفر و ضلالہ مشتمل و بر مضامین خلاف ضروری دین اسلام و
نخاعف نصوص کثیرہ و اخبار متواترہ متضمن است شائع گردیدہ و عوام الناس از ملیات و تلبیات
آن گمراہ شدہ نظر بر آن عالمیاء لمضات اشہ جناب علام فہام فخر الاسلام والمسلمین نجیۃ الفقہاء
والمستکملین صاحب البیض الیمیم الودیع البقی المتماک بالثقلین مولوی سید فیض حسین صاحب
ادامہ شہدایقہ رحمتی کشیدہ جملہ نفوات کتاب مذکور را استیجاباً و تفصیلاً بدلائل فہم
وبراہین عقلیہ رد مستبرودہ اندواہین کتاب الاجواب یعنی البطلان النبوة والرسالة فی عشرة
النبی والسلام الملقب بہ عین الیقین جمیع طالبان ہدایت وحق را بغایت نافع و مفید است
لعمری نہا کتاب بیظن علیکم بالحق فقد جہد المصنف العلام فی احقاق الحق وابطال الباطل
وانہ زید توفیقہ لم یزال کا و حافی ترویج الحق والمعارف الیقینیہ شکر اللہ
سیدہ الحمید و جزاہ اللہ عنا وعن جمیع المؤمنین فقط
حررہ الاقل سید ابوالحسن عفی عنہ

فہرست کتاب عبد الباقین

۲۸۶

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	بیان آیات آیہ اول ولقد ارسلنا نوحا	۵۰۴	حدیث محب مقرر مقرر
۷۷ تا ۷۸	وابراہیم	۷۰۶	وحدہ حقیقیہ باطنیہ کی تردید
۸۰ تا ۸۱	حضرت امیر کا بوقت ولادت قرآن پڑھنا	۱۹ تا ۲۰	مساوۃ مطلقہ کا ابطال
۸۳ تا ۸۴	حدیث کنت نبیا کی شرح	۱۲	فتوے آقا سید کاظم طباطبائی
۸۵ تا ۹۰	ایک نور کی دو تقسیمیں اور احادیث نور	۲۳ تا ۲۹	مساوۃ پر اجماع کا ابطال و تعریف ائمہ
۹۰ تا ۹۳	آیہ ۱ یسارون علی النبی	۲۵ و ۲۴	اقسام غلاۃ و حکم آنها
۹۳ تا ۹۶	آیہ ۲ سلام علی الیاسین		صاحب باب حادی عشر اور دوسرے
۹۶ تا ۱۰۳	آیہ ۳ ام یحیون الناس	۲۶ تا ۳۴	علامہ کی اقوال سے شبہ مساوۃ کا ابطال
۱۰۳ تا ۱۰۶	آیہ ۵ مثل نورہ کی تفسیر	۳۴ و ۳۵	شہید اول کے کلام سے شبہ مساوۃ
۱۰۶ تا ۱۰۹	آیہ ۶ افکلمما جا لکم رسول	۳۶ تا ۳۷	علم سے نبوت پر افضلیت کا جواب
۱۰۹ تا ۱۱۲	آیہ ۷ قل کفی باللہ شہیدا	۳۷ تا ۳۸	شہید ثانی کے کلام سے شبہ مساوۃ
۱۱۲ تا ۱۱۶	آیہ ۸ ولکل امۃ رسول	۳۸ و ۳۹	نبوت ائمہ خلاف ضروری اسلام ہے
۱۱۶ تا ۱۲۲	آیہ ۹ مبارک		شیخ احمد حسائی اور مرزا سے قادیانی
۱۲۲ تا ۱۳۲	آیہ ۱۰ فانتسعون من آیۃ	۳۹ تا ۵۲	کی تکفیر
	تطہیر	۵۳ تا ۶۶	احادیث متواترہ ختم نبوت
۱۳۲ تا ۱۳۸	اور آنحضرت کا عالم الغیب		احادیث متواترہ افضلیت آنحضرت
۱۳۸ تا ۱۵۱	آیہ ۱۱ انما ولیکم اللہ	۶۶ تا ۷۴	برسائز خلق
۱۵۱ تا ۱۶۹	آیہ ۱۳ البشی اولی بالمؤمنین		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۲۸ تا ۲۳۶	حدیث ۱۲۲ متعلق رجعت	۱۴۲ تا ۱۶۹	حدیث غدیر اور علت و معلول کی بحث
۲۳۲ تا ۲۳۸	حدیث نہ تروا تروا تروا لا انا لا بنی بعدی		آیہ مملک مودۃ القربی اور معصومین پر
۲۴۴ تا ۲۴۶	بحث صفات بارونہ	۱۹۳ تا ۱۹۶	وضع احادیث کا بیان
	لفظ بعد طرف زبان ہے نہ طرف	۲۰۸ تا ۱۹۲	تفسیر ایہ خاتم البیین
۲۵۸ تا ۲۶۹	مکان و اقسام استنثار		بیان احادیث حدیث آنحضرت کی روح
	بعدی کے یاے متکلم سے چودہ	۲۰۹	قدس امام میں منتقل ہوئی
۲۵۹ تا ۲۵۸	معصوم مراد ہونیک کی تردید		حدیث آنحضرت نے فرمایا خدا نے مجھ سے
۲۶۱ تا ۲۵۹	روایت کلنا مستند کی بحث	۲۱۰	علی کو اختیار کیا
۲۶۲ و ۲۶۱	حدیث استنثار کا مستثنیٰ نہ کیلے	۲۱۱	حدیث بار نبوة دوش علی پر رکھے گئے
۲۶۲ آخر	بحث تنبیہ آنحضرت ہو سئی	۲۱۲	حدیث خدائی ہر حکمت و نبوة سے مخصوص کیا
		۲۱۳	حدیث ہم شجر نبوة ہیں
		۲۱۶	حدیث ہم میں رسالہ نازل ہوئی
		۲۱۹	حدیث ہم میں نبوة و ولایت ہے
			حدیث ہم نے قدم ہا نبوة و ولایت سے
		۲۲۰	صعود کیلے
			حدیث ۱۰۹ ہم فطر رسالہ ہیں اور ہم میں علم
		۲۲۲	و نبوة ہے
		۲۲۳	حدیث ۱۱ قولوا فینا ما شئتم
		۲۲۸	حدیث ۱۲ روایت ابن مسعود
		۲۳۲	حدیث ۱۳ متعلق آیہ لتوفینا بہ

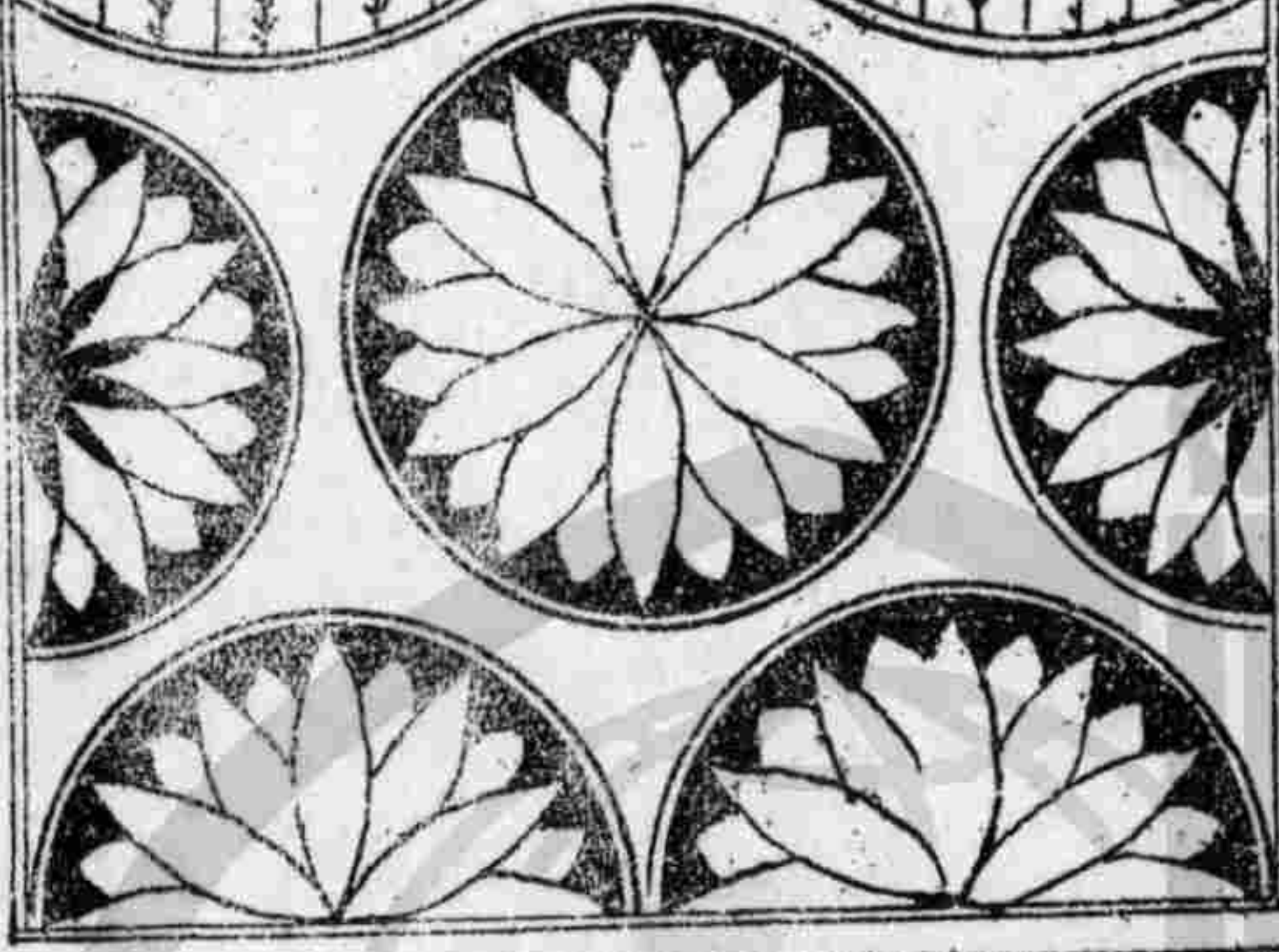
تمت

maablib.com

ضمیمہ کتاب عین الیقین متعلق صفحہ (۶۹)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صاحبان عقل سلیم مخفی و محجب نہ رہے کہ فی الحال بعض اہل حیدر آباد کا یہ اعتراض سموع ہوا ہے کہ "حقیر نے عین الیقین کے صفحہ (۶۹) میں کیا رصویں حدیث پوری نقل نہیں کی" خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ باوجود کیا کتاب عین الیقین کے حصہ اولے میں حدیث متواتر الا انہ لا نبی بعدی کے سوا اور (۴۵) حدیثیں ایسی نقل کی گئی ہیں جن سے ختم نبوۃ آنحضرت بطور قطع ثابت ہے اور ان حدیثوں کے علاوہ اور (۳۰) حدیثیں فقط آنحضرت کی افضلیہ مطلقہ کے ثبوت میں منقول ہیں جو بالیقین حدیث متواتر کو پہونچی ہیں اور باوجود اس کے کہ مخالفین عریب جو کثرت چہین ہیں فقط ایک حدیث کی نسبت یہ تعرض کی کہ وہ پوری نقل نہیں کی گئی۔ اگر بالفرض اس حدیث سے قطع نظر ہو تو اور (۴۴) حدیث باقی رہتی ہیں جو مدعا کی بطور قطع شاہد ہیں۔ لطف مزید یہ ہے کہ ان میں اکثر حدیثیں ایسی ہیں جو اسنادِ کثیرہ مشہورہ مروی ہیں اگر ان سب کے اسناد جمع کئے جائیں تو کئی سو کی نسبت آئے پس صاحبان انصاف انصاف سے فرمائیں کہ یہ مخالفین دین کے مقدمہ میں کس قدر بے پرواہ و ناحق کوش اور ورپے اضلال بندگان خدا ہیں کہ متواتر است او قطعیات کا انکار کرتے ہیں اسب حقیر عرض کرتا ہوں کہ اکثر مؤلفین و محققین کی عادیہ ہے کہ اپنے مدعا کے اثبات میں بخوف تطویل۔ محصل حدیث یا خلاصہ یا بعض ترجمہ کی نقل پر اکتفا کرتے ہیں اور یہ امر ہرگز لائق ایراد نہیں ہو سکتا ہاں اگر کسی عبارت کی نقل میں ایسا کلام ترک کیا جائے جس سے عبارت غلط یا ناقص ہو جائے تو بیشک وہ ناجائز جیسے خود اشباہ الذبہ کے صفحہ (۲) میں لکھا ہے علامہ مجلسی در کتاب حیوۃ القلوب جلد سوم در اوائل کتاب قائل بعدم فرق بین نبی و امام است و کمالات و شرائط و صفات، حالانکہ علامہ مجلسی کی اصل عبارت کتاب مذکور میں یہ ہے و حق نیست کہ و کمالات و صفات و شرائط و صفات میان خمیر و امام نیست بغیر تخریج و راخبار مذکور خواہد شد پس مصنف کتاب (بغیر تخریج) اور اس کے بعد کی عبارت بتواضعی ہے ارادی جس سے مطلب بگڑ گیا ہے یا جیسے بعض لوگ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على محمد سيد المرسلين وأخواته
وعترته الطاهرين المعصومين وأصحابه المكارمين۔

۱۳۳۲ھ

فی الحال ایک رسالہ موسوم بہ اثبات النبوة والرسالة فی النبی والسلامہ جو ماہ محرم
میں چھپوا کر بطور استفادہ شائع کیا گیا ہے جس میں مستفتی چالیس آدمی اور جس کے بانی جناب
سید محمود علی شاہ صاحب ابن حکیم باقر نواز جنگ مرحوم ہیں خاکسار کی نظر سے گزرا۔ یہ رسالہ
مصنایں غلو سے ملو اور معتقدات خلاف دین اسلام سے مشحون ہے اس میں ایک گناہ مولوی صاحب
کی طرف سے حضرات ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کی نبوة و رسالہ اور حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے ساتھ مساواة مطلقہ کا دعویٰ کیا گیا ہے اور چودہ آیتیں اور چودہ حدیثیں پیش کر کے ان
دعاویٰ باطلہ کے اثبات کی کوشش کی گئی ہے۔ اور نیز حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی طرف خالقیت
اور ازقیۃ کی نسبت لگائی گئی ہے جو عین مذہب مفوضہ ہے۔ اور علماء مذہب شیعہ سے یہ خواہش

کی گئی ہے کہ اس کے جواب میں جملہ دلائل کی تردید کی جائے اور کہا گیا ہے کہ اگر ایک دلیل کی بھی تردید فرو گذاشت ہوگی تو اعتقادات متذکرۃ الصّدیح صحیح سمجھ لئے جائیں گے۔ چنانچہ صفحہ آخرہ یعنی صفحہ (۶۰) میں لکھتے ہیں: ”اگر جواب یکے ازین اولہ را مذہبہ مطالب کو را ثابت و حق خواہم دانست“ پھر نہیں معلوم یہ رسالہ علماء شیعہ کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے یا نہیں۔ مگر بعض مومنین نے اس کے مضامین سے مطلع ہو کر علماء عراق و ہندو دکن کی خدمت میں اس مضمون کا استفتا پیش کیا کہ جو شخص حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام کی نبوت و رسالت کا قائل ہو وہ مسلمان ہے یا کافر۔ اس پر جملہ علماء نے بتصریح لکھا کہ ”یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے چنانچہ اس وقت حقیر کے پاس تقریباً تیس علماء کے فتاویٰ مطبوعہ و غیر مطبوعہ موجود ہیں۔ ہر چند ان فتوؤں سے اکثر مومنین کی تشفی ہو گئی مگر بعض حضرات ہنوز اپنے شک پر باقی ہیں۔“

حالات اسلام پر علی العموم اور حالت مذہب شیعہ پر علی الخصوص نہایت تاسف کا مقام کہ روز بروز اس کا تنزل اور اس کا انحطاط ہوتا جاتا ہے۔ اُن مصائب کے علاوہ جو اب تک دین اسلام پر نازل ہوئے اور ہوتے جاتے ہیں یہ بھی ایک سخت مصیبت ہے کہ چند لوگ انسانوں کی صورت والے ایسے پیدا ہو گئے ہیں جنہوں نے اہل اسلام کے اضلال پر کمر باندھی ہے۔ کسی نے پنجاب میں مسیحیت کا دعوے کر کے اسلام میں ایک بہت بڑا رخنہ ڈالا اور کسی نے حیدرآباد میں مولویہ کا مدعی ہو کر خلق خدا کی راہزنی کی وہاں ہزاروں اہل اسلام پر باد ہوئے اور یہاں سیکڑوں مسلمان خراب۔ زخارف فانیہ ذیویہ کی طمع۔ شہرت بیجا کی ہوس۔ نمود بے محل کی حرص۔ ایک گروہ کی ریاست کے ذوق اور خواہش ہائے نفسانی کے پورا کرنے کے شوق نے اسلام کے بدخما ہوں کو اس راہزنی پر آمادہ کیا ہے چونکہ اکثر شیعہ باوجود کلمہ علمی و جہل عترۃ اطہار کی محبت کا دعوے رکھتے ہیں پس اگر کوئی شخص اسی محبت کے رستہ سے انہیں بہکانا چاہے تو بہت جلد سے کامیابی کی امید

ہو سکتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اہل بیت طاہرین کی مودۃ ہر مسلمان پر فرض ہے مگر
 اُن کے بارے میں افراط مذموم ہے۔ یہاں افراط کے معنے کثرۃ محبت کے نہیں۔ کثرۃ محبت اہل بیت
 تو باعث زیادتی قوت ایمان ہوگی۔ افراط کے معنے حد سے گزر جانے کے ہیں جس کے سبب
 اس شخص کو جس کی مودۃ فرض ہے ایک ایسے مرتبہ پر پہنچائیں جو اسکا سزاوار و مستحق نہ ہو۔
 یہی افراط سخت مذموم اور قبیح ہے اور بکثرۃ حدیثیں اس کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں چنانچہ
 علامہ مجلسی نے کتاب بحار الانوار کے مجلد نہم باب قولہ تعالیٰ ولما ضرب ابن مریض
 مثلاً اذ اقومك منه یصدون صفحہ (۵۷) مطبوعہ طہران کا رخانہ آقا ابراہیم تبریزی
 میں بہت سی معتبر حدیثیں اس مضمون کی نقل کی ہیں ان میں بعض یہ ہیں عن عبد الرحمن بن ابی لیلی
 قال قال علی علیہ السلام مثلی فی هذه الامۃ مثل عیسیٰ بن مریم احبہ
 قوم فغالوا فی حبہ فہلکوا والبغضہ قوم فہلکوا واقتصد فیہ قوم فنجوا یعنی
 حضرت امیر المومنین نے فرمایا اس امت میں میری مثال مثل عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے ہے
 کہ ایک قوم نے ان کی محبت میں غلو کیا اور ہلاک ہوئی اور ایک قوم نے ان سے عداوت رکھی
 وہ بھی ہلاک ہوئی اور ایک جماعت نے میانہ روی اختیار کی اس نے نجات پائی۔ ایضاً
 عن ربیعہ بن جاعد عن علی علیہ السلام قال دعانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وآلہ فقال ان فیک مثلاً من عیسئ البغضہ الیہود حتی یقتلوا امۃ واحبہ النصاری
 حتی انزلوا المنزل الذی لیسر لہ۔ الا فانه یهلك فی اثنا عشر مفرط یفرط فی و بعض
 یحملہ شتانی علی ان یبھتنی الا اتی لست بنبی ولا یوحی الی ولیکنی
 اعمل بکتاب اللہ وسنۃ نبیہ صلی اللہ علیہ وآلہ الخ حضرت امیرؑ
 فرماتے ہیں کہ ایک وقت مجھے آنحضرتؐ نے طلب فرما کر ارشاد فرمایا۔ یا علی تمہاری مثال
 مثل عیسےؑ کے ہے کہ یہود نے اُن سے دشمنی کی اور ان کی والدہ پر بہتان کیا اور نصاریٰ
 نے ان کی محبت سے ان کو ایک ایسے مرتبہ پر پہنچایا جس کے وہ سزاوار نہ تھے۔ پھر امیرؑ

علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خبردار ہو جاؤ کہ میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہو جائیں گے
 ایک تو وہ جو میری محبت میں حد سے گزر کر میرا وہ رتبہ ٹہرائیں جس کا میں سزاوار نہیں۔
 دوسرے وہ لوگ جو مجھ سے عداوت رکھ کر مجھ پر بہتان کریں۔ آگاہ ہو جاؤ کہ ہرگز میں غیبی نہیں ہوں
 اور نہ مجھ پر جی آتی ہے الخ ایضاً حضرت امیر علیہ السلام سے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم سے مثل اس کے بکثرت اخبار مروی ہیں جن کو علامہ مجلسی نے اسی باب میں
 جمع فرمایا ہے۔ ایضاً علامہ مجلسی حضرت امیر سے حدیث یحاک فی وجہان
 محبت مفروطہ و مبغض مفتر کہی سندوں سے نقل کر کے کہتے ہیں۔ دوسری مثلاً
 باسانید سیاتی ذکرھا النش پس اس حدیث صحیح متطافہ کے مضمون کے موافق
 جہاں شیعہ ان مروی صاحب کی طلاق لسانی۔ جادو بیانی۔ لفاظی پر کوئی مضمون آرائی
 اور سخن پیرائی سے دھوکے میں آگئے اور حضرت امیر علیہ السلام کی نسبت غلو کیا۔ اور اس
 رسالہ اثبات النبوة کے استدلالات کا یہ حال ہے کہ دیوانوں کی بڑھ سے زیادہ وقعت
 نہیں رکھتے اور چڑے چڑیا کی کہانی سے زیادہ قدر کے لائق نہیں۔ نہ کوئی آیت اس شخص
 کے دعوے کی شاہد ہو سکتی ہے نہ کوئی حدیث صحیح۔ جملہ آیتوں کا مطلب بگاڑ دیا اور
 سب میں تحریف معنوی اور تفسیر بالرائے کی احادیث کا یہ حال ہے کہ باوجود احاد
 اور عدم تواثر اکثر ضعیف السند ہیں جو فروعات میں بھی بکار آمد نہیں۔ اور جو اسناد
 مستبرہ مروی ہیں ان کے محامل اور معانی صحیحہ مخالف دعوے عالم مذکور موجود ہیں
 پھر بھی وہ احاد سے ہیں حالانکہ معتقدات میں حدیث متواتر ضرور ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم نے دیکھا کہ اس رسالہ سے براہِ ان ایمانی بہکتے جاتے ہیں اور اس کے ظاہری لبائے
 رنگین سے مسلمان فریب کھاتے ہیں تو دردایمان و ہمدردی راخوان نے مجھے اس امر پر مجبور
 کیا کہ اس رسالہ کا استیعاباً جواب لکھوں اور تفصیلاً اس کے دلائل کی تردید کروں۔
 بعض احباب نے اصرار بھی کیا کہ ہدایت خلق کے لئے رسالہ مذکور کار و لکھنا نہایت ضرور

ہے۔ لہذا خاکسار نے متوکلًا علی اللہ تعالیٰ اس کا جواب لکھنا شروع کیا ہے اور اسی کی توفیق سے اس پر اتمام ہے۔ دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ میری اس کتاب سے جملہ مسلمانوں کو مستفیع فرماوے اور راہ راست پر ان کو ہدایت کرے بحق محمد سید المرسلین وآلہ الطاہرین علیہم السلام۔ مخفی نہ ہے کہ رسالہ مذکورہ فارسی عبارت میں لکھا گیا ہے ہر چند اس کی فارسی بھی اس کے مضامین کے واہی ہے اکثر لغات خلافت محاورہ و اصطلاح اہل فارس میں جو ظاہر با فہم بعد ملاحظہ خد بخود ان سے واقف ہو جائیں گے۔ اور حقیر نے اس کا جواب اس خیال سے اردو میں لکھا کہ وہ عام فہم ہو۔ لفظ قال کے بعد رسالہ مذکورہ کی عبارت بعینہا نقل کر کے لفظ اقول کے بعد جواب عرض کیا ہے اور حتی الامکان نہایت تحقیق سے اس کے دلائل کی تردید کی گئی ہے یہ یقین کرنا چاہیے کہ اس کتاب کی تالیف میں نہ اپنا علم جتنا منظور ہے نہ لیاقت کا اظہار نہ تعصب سے کام لیا گیا ہے نہ ہٹ دھرمی سے محض خالصاً للتدقیر کی ہدایت کے لئے اس طرف توجہ کی ہے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

حررہ احقر العباد سید فیض حسین

قال سوال۔ چہ میفرمایند علمائے فرقہ امامیہ و فقہائے ملت اثنا عشریہ کثر اللہ امتنا و ساینکہ عالمی اثبات وحدت حقیقہ محمد و علی علیہما السلام بنا بر باطن می کند و اثبات مساوات در میان آن دو بزرگوار بنا بر ظاہری کند و بدلیل اجتماع مرکب ائمہ راہم داخل درین وحدۃ حقیقہ باطنیہ و مساواة ظاہریہ می کند۔

اقول وبالله التوفیق جواب۔ دو نفوس میں وحدۃ حقیقہ محال عقلی ہے خواہ وحدۃ باطنی ہو یا ظاہری جو ایک ہے وہ ایک ہے اور جو دو ہیں وہ دو ہیں دو ذاتیں حقیقہ ایک نہیں ہو سکتیں نہ ایک ذات دو ہو سکتی ہے۔ یہ عیسائیوں کا اعتقاد ہے کہ خدا اور حضرت عیسیٰ اور روح القدس کو باطناً ایک سمجھتے ہیں اور توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید کے

قائل ہیں اور قائل محال عقلی کوئی ذی عقل آدمی نہیں ہو سکتا وہ قطعاً دیوانہ ہے۔

اور اگر لفظ باطن سے مراد روح ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو روح محمد و علی علیہما السلام ہر ایک بجائے خود کامل ہے یا ناقص اگر ہر ایک کامل ہے تو وحدۃ حقیقہ دو کاملوں میں محال عقلی ہے کیونکہ دو ماہیتوں میں بحیثیت شخص تغایر ذاتی ہے اور اتحاد متضادین عین اجتماع نقیضین ہے جو عقلاً ناممکن ہے۔

بعبارة اخرى بصورت مذکورہ اثینیتہ میں اتحاد اور اتحاد میں اثینیتہ لازم آئیگی جو بداہتہ باطل ہے۔

اور اگر روح محمد و علی علیہما السلام ہر ایک بجائے خود ناقص ہے یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم میں آدمی روح اور حضرت علی علیہ السلام کے جسم میں آدمی تو علاوہ امتناع عقلی کے یہ بات بھی لازم آئیگی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی دونوں خود ناقص ہیں اعاذنا اللہ من هذه الهفوات۔

اور ان دونوں بزرگواروں میں دعوے مساواة مطلقہ بھی صریح غلط ہے کیونکہ پیغمبر کیلئے افضلیت کا مشروط ہونا خود اس دعوے کو باطل کرتا ہے۔ آنحضرت پیغمبر اولوالعزم۔

جناب امیر علیہ السلام امتی اگرچہ بنا بر مذہب شیعہ افضل الامتہ ہیں۔ آنحضرت منوب عن حضرت امیر نائب آنحضرت متبوع مطلق بلا قید و زمان۔ امیر المؤمنین تابع۔ جملہ اہل اسلام کا

یہ اعتقاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کل اہل عالم سے افضل ہیں جن میں امیر المؤمنین

علیہ السلام بھی داخل ہیں متفق علیہ بین الفرقین یہ حدیث ہے کہ آنحضرت نے فرمایا انا

سید ولد آدم و علی سید العرب علامہ مجلسی کتاب حوالہ یقین میں تحریر فرماتے

ہیں (ص ۱ مطبوعہ جعفری) باید دانست کہ آنحضرت بر کافہ بشر مبعوث بود از عرب و عجم

و جمیع آدمیاں و ایضاً مبعوث بود بر جنیان نبص قران۔ و دین او ناسخ ادیان جمیع پیغمبران

و آخر پیغمبران است و بعد از او پیغمبری نخواہد بود و آنحضرت اشرف است از جمیع مخلوقات از ملائکہ و جن و انس

افضلیت آنحضرت بر حضرت امیر

وارحضرة امیر المومنین و سائر ائمہ علیہم السلام افضل بود۔ اور اس عالم نے جو کہا و بدلیا
اجماع مرکب الخ پس محض لغو اور اس امر پر دال ہے کہ یہ مولوی صاحب اجماع مرکب ہی کو
نہیں سمجھے اجماع مرکب کے معنی یہ ہیں کہ کسی ایک مسئلہ میں دو قولوں پر یا چند اقوال پر ائمہ
کا اجماع ہو اس کا خرق قول ثالث کے احداث سے جائز نہیں ہے اور یہاں اصل وحدۃ
حقیقیہ و مساوات مطلقہ کا بطلان ظاہر ہونے کے علاوہ حضرة امیر کی ذات پر مطلقاً
باوجود خصائص آنحضرة باقی ائمہ کا قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے پھر اس پر دعوے
اجماع مرکب ٹھکرات سے نہیں تو اور کیا ہوگا۔

ایضاً علامہ مجلسی نے اسی کتاب کے صفحہ (۱۸) میں لکھا ہے و افضلیت النخضرۃ برسا
خلق ضروری دین اسلام است۔ اور معلوم ہے کہ ضروری دین اسلام کا منکر خارج
از دین اسلام ہے۔

قال حجة تالیف و مقبوعیۃ ظاہریہ کے بعد دیگرے راجحہ مصالح خارجیہ باعتبار
زمان مقبوعیۃ قاض در مساواة لہی دائرہ مقبوع امام ناطق است و تابع امام صامت است
اقول تابعیۃ و مقبوعیۃ بھی کئی حیثیتوں کی ہوتی ہے۔ اول یہ کہ مقبوع پیغمبر ہے اور
پیغمبر بھی اولوالعزم اور صاحب شریعت جس کی شریعت قیامت تک باقی۔ پس مقبوعیۃ
بھی قیامت تک باقی۔ اور باقی سب لوگ اس کے تابع ہیں وہ سب اُمتی ہوئے اور انکی
تابعیۃ بھی قیامت تک باقی۔ پس کیونکر ایسا تابع کسی زمانہ میں ویسے مقبوع کا مساوی ہو سکتا ہے
آنحضرة پیغمبر اولوالعزم جن کا دین اور جن کی شریعت تا حشر باقی ہے اور حضرت امیر
علیہ السلام قطعاً آپ کے تابع مطلق آپ ہی کے دین کے حافظ و مروج۔ اور کسی زمانہ
میں آنحضرة کی تبعیت سے علیحدہ نہیں۔ پس یقیناً آپ کسی زمانہ میں آنحضرة کے مساوی
مطلق نہیں ہو سکتے۔ یہ دلیل قطعی ہے جس کا منکر خارج از دین اسلام ہو گا یا دیوانہ
حضرت امیر علیہ السلام کا آنحضرت کے تابعین اور آپ کی اُمت سے ہونا کئی قطعی

نے فرمایا کہ بروز است خلاق عالم نے میری تمام امت کو میرے روبرو ظاہر فرمایا
 پس سب سے پہلے جسے میری تصدیق کی اور مجھ پر ایمان لایا وہ علی تھے حیوۃ القلوب
 جلد (۲) صفحہ ۱۴۱ ایضاً روایات معتبرہ کثیرہ میں وارد ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ بروز
 است خدا نے میری تمام امت کو میرے روبرو متشکل فرمایا پس یا علی میں نے اس
 سے تمہارے اور تمہارے شیعوں کے لئے استغفار کی حیوۃ القلوب جلد (۲) باب
 صفحہ ۱۴۱ مطبوعہ نو لکھنؤ میں یہی ایک حدیث جو احادیث مشہورہ سے ہے ان
 مولوی صاحب کی تکذیب پر روشن دلیل ہے اس کے علاوہ سجاد الانوار کی
 جلد ہفتم میں باسناد معتبرہ بکثرت ایسی حدیثیں مروی ہیں جن سے ثابت ہے کہ انوار
 مقدسہ چارہ معصومین علیہم السلام خلقت بشر سے پہلے علیہ طور پر تسبیح الہی ہیں مشغول تھے
 جب خدا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خلق فرمایا تو ان انوار کو ایک جاکر کے
 صلب آدم میں جگہ دی پس ہر چند صلب آدم میں وہ ایک جاتے مگر علم خدا میں ان کا
 تشخص موجود تھا۔

آٹھویں غلطی یہ کہ یہ سلم ہے کہ سب سے پہلے آنحضرت کا نور پیدا ہوا اول
 ما خلق اللہ نوری اس پر فرض ہے پھر آپ کے نور سے اہل بیت علیہم السلام کی
 خلقت ہوئی پھر ان بزرگواروں کے انوار سے عرش و کرسی و آفتاب و ماہتاب ملا کہ
 و انبیاء و اوصیاء اور دوستان اہل بیت متولد ہوئے مگر اس وجہ سے ہرگز نہیں کہہ سکتے
 کہ یہ سب پیغمبر تھے تو میں غلطی یہ کہ اگر فرض کیا جائے کہ وہ پورا نور محض آنحضرت
 کی نبوت کا تھا اور اسی کے دو ٹکڑے ہو کر ایک عبد اللہ کو ملا اور ایک ابوطالب کو
 پہلے نصف سے آنحضرت پیدا ہوئے اور دوسرے نصف سے امیر المومنین۔ تو
 اس سے یہ قباحہ لازم ہوگی کہ آنحضرت معاذ اللہ آدھے پیغمبر تھے اور امیر المومنین
 آدھے۔ اور ہر ایک ناقص حالانکہ طفل مکتب کے نزدیک بھی یہ امر لغو اور باطل ہے

دلیلوں سے ثابت ہے۔

پہلی دلیل خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے وما ارسلناك الا كافة للناس یعنی اے محمد بیشک ہم نے تم کو تمام آدمیوں پر رسول بنا کر بھیجا ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام بھی آدمیوں میں داخل ہیں پس آنحضرت آپ کے بھی پیغمبر اور متبوع ہوئے اور آپ آنحضرت کے تابع اور امتی۔ اگرچہ افضل الامتہ ہیں۔

دوسری دلیل حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہر قل هذه سبيلي ادعوا الى الله على بصيرة انا ومن اتبعني (الجزء ۱۳ سورہ یوسف) یعنی اے نبی کہو میرا طریق تو یہ ہے کہ سب کو خدا کی طرف بلانا ہوں میں اور جو لوگ میرے پیرو ہیں دین کے ایک مستقل رستہ پر ہیں۔ علامہ مجلسی نے مجلد نہم بحار میں آیہ شریفہ موصوفہ کا ایک علیحدہ باب مقرر کیا ہے اور اس میں باسناد کثیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام محمد باقر اور امام محمد تقی علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ اس آیہ شریفہ میں ومن اتبعنی سے مراد امیر المؤمنین اور باقی ائمہ طاہرین علیہم السلام ہیں اور اس کی بھی تصریح امام نے فرمائی کہ جس وقت (بطور ظاہر) حضرت امیر نے آنحضرت کا دین اختیار فرمایا اس وقت آپ کی عمر نو برس کی تھی اور من اتبعنی میں کسی زمانہ کی قید نہیں۔

تیسری دلیل قولہ تعالیٰ یا ایہا النبی حسبک الله ومن اتبعک من المؤمنین (الجزء ۱۰ سورہ انفال) اے پیغمبر خدائے تعالیٰ اور وہ مسلمان جنہوں نے تمہاری پیروی کی تم کو بس کرتے ہیں بحار الانوار کی جلد نہم باب مذکور میں مرقوم ہے فقال العلامة قدس الله روحہ روی الجمعہ وانہا نزلت فی علی فالمراد بالمتابعة المتابعة التامة فی جمیع الاشیاء وظاہر انہ لم یتبعہ کذلک الا علی علیہ السلام فانہ تبعہ قبل کل احد واكثر من جمیع الصحابة الخ یعنی ایک جامعہ کثیر نے روایت کی ہے کہ یہ آیہ شریفہ حضرت امیر علیہ السلام کی شان میں نازل ہوا ہے اور یہاں متابعت سے مراد

تمام اشیاء میں پوری پیروی ہے اور ظاہر ہے کہ آنحضرت کی متابعت کاملہ سوائے امیر المومنین کے اور کسی نے نہیں کی کیونکہ آپ نے سب سے پہلے اور جملہ اصحاب سے پہلے آنحضرت کا اتباع کیا ہے۔ پس جب امیر المومنین آنحضرت کے متبع مطلق ہوئے تو امت سے ہوئے اور حبیب امت سے ہوئے تو آنحضرت آپ سے افضل ہوئے۔

چوتھی دلیل خدائے جمید نے کتاب مجید میں فرمایا ہے۔ النبی اولی بالمومنین من النفسہ یعنی پیغمبر تمام مسلمانوں کے نفوس سے اولی بالتصرت ہیں اور حضرت امیر المومنین اول المومنین ہیں۔ پس آنحضرت آپ کے بھی اولی بالتصرت ہوئے اور یہ اولویت نہ موقت بزمان ہے نہ مقید بشرط اور حضرت امیر کاموس ہونا یقینی اور بدیہی ہے چنانچہ قرآن شریف میں ہے افمن کان مومنا کم کان فاسقا لا یستون الجزء (۲۱) سورۃ السجدہ کیا مومن فاسق کے برابر ہوگا۔ یہ لوگ برابر نہیں ہو سکتے۔

اس آئیہ شریفہ میں باتفاق علمائے فریقین مومن سے مراد حضرت امیر ہیں اور فاسق سے مراد ولید بن عقبہ۔ ایضاً خدائے تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے قل اعلموا فسیری اللہ عملکم ورسولہ والمومنون۔ (بابہ ۱۱۱ سورۃ توبہ) اے پیغمبر تم انہیں سمجھا دو کہ اپنی جگہ عمل کرتے رہو ابھی تو خدا تمہارے اعمال کو دیکھے گا اور اُس کا رسول اور مومنین بھی دیکھنے لگے۔ اس آئیہ شریفہ میں المومنون سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں ملاحظہ ہو بحار جلد ہفتم باب عرض الاعمال علیہم۔

پانچویں دلیل متواتر بین الفریقین ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے سب سے پہلے کلمہ شہادتیں زبان پر جاری فرمایا تمام عمر آنحضرت کے دین کی تزوید آپ کی شریعت کی حفاظت آپ کے احکام کی تعمیل فرماتے رہے اور ہر روز اذان و اقامہ میں پیش فرامیض یومیہ کے تشہدوں میں نو مرتبہ۔ اور نوافل شب و روز میں چوبیس مرتبہ ان کے علاوہ نماز ہائے مستحبی میں ہزار ہا سیکڑوں مرتبہ آنحضرت کی رسالت کی گواہی دیتی رہے

اور بوقت انتقال امام حسن مجتبیٰ کو وصیت فرمائی تو سب سے پہلے کہا اشہدان
لا الہ الا اللہ واشہدون ان محمدًا رسول اللہ ملاحظہ ہو بحار جلد نہم باب شہادت
اس سے قطعاً ثابت ہے کہ حضرت امیر دواۓ آنحضرت کے تابع تھے اور ایک آن بھی
آنحضرت کی تجتیت سے علیحدہ نہیں ہوئے پس یقیناً آنحضرت ہمیشہ کے لئے
آپ سے افضل ہوئے اور یہ سب دلیلیں قطعیات اور بدیہیات سے ہیں
جن کا انکار سفسطہ ہے۔

دوسری صورت تالیف و متبوعیت کی یہ ہے کہ امام سابق و ناطق متبوع ہے اور امام
مستبق و صامت تابع پس ان دو اماموں میں اگر کوئی اور وجہ افضلیت کی نہ ہو تو
دونوں مساوی ہیں۔ وجہ آخر افضلیت کے عدم کی شرط اس لئے ہے کہ نہصوص
قطعیہ ہم کو معلوم ہو ہے کہ آنحضرت کے بعد امیر المومنین علیہ السلام کل ائمہ اور کل
ائمہ سے افضل ہیں حدیث متواترہ بین الفرقین الحسن والحسین سید اشباب
اہل الجنة وابوہما افضل منہما۔ اسپر نص ہے اور دوسری احادیث متواترہ
اس کے شاہدہ اور ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے
جس کا ذکر آئندہ ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

قال حجتے اینکہ از برائے ائمہ معصومین علیہم السلام اثبات نبوت و رسالت علاوہ
بر امامت و ولایت می کند۔

اقول جملہ اہل اسلام اس امر پر متفق ہیں کہ آنحضرت پر نبوت ختم ہو گئی آپ کے
بعد کوئی پیغمبر نہیں آیا وہ خاتم النبیین و حدیث متواترہ لابی بعدی اس پر نص ہے
علامہ مجلسی نے حق الیقین کے صفحہ (۱) مطبوعہ جعفری میں لکھا ہے کہ (او آخر پیغمبر ان
است و بعد از و پیغمبری نخواہد بود) آیہ و خاتم النبیین کی تفسیر اور حدیث لابی بعدی
کے تواتر کا ثبوت آئندہ تفصیل بیان ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ علاوہ ان کے اور احادیث

اور دو حال سے خالی نہیں کہ ان مولوی صاحب کے نزدیک ائمہ علیہم السلام انبیاء
 اولوالعزم ہیں یا غیر اولوالعزم و تابع اولوالعزم۔ صورت اولیٰ باطل ہے کیونکہ علماء کا
 اس پر اتفاق ہے کہ اولوالعزم پانچ ہی پیغمبر ہیں جو باقی انبیاء سے افضل ہیں اور جنکی
 شریعت ناسخ شریعت سابقہ ہے چنانچہ علامہ مجلسی حق الیقین میں فرماتے ہیں۔ و
 افضل از ہمہ پنج اند۔ نوح و ابراہیم۔ موسیٰ و عیسیٰ۔ و محمد صلی اللہ علیہ وآلہ و اشیانہ
 اولوالعزم نامند و شریعت ایشان ناسخ شریعت پیش است و افضل از ہمہ حضرت رسالت
 صلی اللہ علیہ وآلہ است (صفحہ ۱۲ مطبوعہ جعفری) ایضاً خود یہ مولوی صاحب مقرر ہیں کہ
 ائمہ علیہم السلام نبی تازہ نہ تھے چنانچہ رسالہ اثبات کے صفحہ (۱) میں مرقوم ہے و
 ائمہ را نبی تازہ و رسول تازہ نبی داند یعنی وہ صاحب شریعت جدیدہ نہ تھے جب
 صاحب شریعت تازہ نہ ہوئے تو غیر اولوالعزم اور تابع اولوالعزم ہوئے۔ اور یہ صورت
 ثانیہ ہے اور معلوم ہے کہ متبوع تابع سے افضل ہوتا ہے۔ پس دعوائے مساواة باطل
 ہوا حالانکہ اصل مقصود وہی ہے۔

قال وازنبوة ورسالت ائمہ تعبیری کند بوصایت و حفظ شریعت غر الی یوم القیامۃ
 اقول کئی وجہ سے باطل ہے اول یہ کہ اولاً ائمہ علیہم السلام کی نبوت و رسالت
 کا مدعی ہونا جو نصوص متواترہ اور اہل اسلام کے عقیدے کے خلاف ہے۔ پھر اسکو
 وصایت اور حفظ شریعت سے تعبیر کرنا جو عین معتقدات شیعہ سے ہے پھر اسی نبوت
 و رسالت ائمہ کے اثبات میں چالیس پچاس صفحے سیاہ کرنا عین خلل دماغ ہے۔

وومصر کے یہ کہ نبوت کے معنی باصطلاح اہل شرع خلاق عالم سے بلا واسطہ بشر
 احکام شریعت اخذ کر کے بندگان خدا کو پہنچانے کے ہیں۔ اور وصایت مقام ہذا میں
 بمعنی نیابت و خلافت ہے۔ پس تعریف نبوت و رسالت میں وصایت داخل نہیں اور نہ
 نہ وصایت کی تعریف میں نبوت و رسالت داخل ہے۔ مگر ان میں لزوم عقلی و نقلی ہے

پھر ائمہ کی نبوت و رسالت کا مدعی ہونا اور اس کو وصایت سے تعبیر کرنا دیوانوں کی
بڑھ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

تفسیر کے یہ کہ ان مولوی صاحب کے دونوں دعوے حقیقتہً آپس میں معارض
ہیں کیونکہ اول آپ نے کہا ہے کہ ائمہ علیہم السلام ولایت و امامت کے علاوہ نبوت
رسالت رکھتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ولایت و امامت اور چیز ہے اور نبوت و رسالت
اور۔ پھر آپ نے نبوت و رسالت ائمہ کو وصایہ و حفظ شریعت وغیرہ سے تعبیر کیا ہے
حالانکہ وصایت ائمہ وہی امامت ہے پس ثابت ہوا کہ نبوت و رسالت عین ولایت
و امامت ہے۔ و هذا مما تضمنت علیہ الشکلی۔

قال وائمه را بنی تازه و رسول تازه نبی داند و تبلیغ این نبوت و رسالت را بواسطہ
محمد مصطفیٰ قائل است۔

اقول جب باعتراف مولوی صاحب غیر معلوم ائمہ علیہم السلام نبی تازه و رسول
تازہ یعنی صاحب شریعت تازہ نہ ہوئے تو پیغمبر ذوالعزم اور صاحب شریعت تازہ
کے تابع ہوئے اور معلوم ہے کہ متبوع تابع سے افضل ہوتا ہے۔ پس آپ کا دعویٰ
مساوات خود آپ کے اعتراف سے باطل ہوا۔

اور جو آنحضرت کے ذریعہ سے اس نبوت و رسالت کی تبلیغ کے قائل ہیں پس صحیح غلط
کیونکہ نبوت و رسالت کی تعریف میں خدا کے تعالیٰ سے اخذ احکام بلا واسطہ بشر کی
شرط ہے پس جب محض آنحضرت کے ذریعہ سے اس نبوت و رسالت کی تبلیغ ہوئی تو
فی الحقیقتہ وہ نبوت و رسالت نہ ہی اذافات الشرط فامت المشروط۔

قال و فائده مترتبہ وجود محمد و آل محمد و انتفاع مردم از انہارا و احدی داند۔
اقول قول پہل اور دعوے مختلف ہے معلوم ہے کہ احکام خدا کا بلا واسطہ بشر پیغمبر
پر نازل ہونا اور حکم خدا سے شریعت سابقہ کی ترمیم و تنسیخ و شرایع جدیدہ مکملہ کی تعمین

اور اس کی ترویج اور شے ہے اور فقط حفظ و ترویج شریعت اور پہلا کام نبی کریم
اولوالعزم کا ہے اور دوسرا اس کے تابعین سے وصی و امام کا پس ان دونوں کے
وجود سے فائدہ مسترتبہ میں فرق بین ہے۔

قال و بجهت اختلاف اخبار و اردہ در نبوت و رسالت ائمتہ کہ بین مثبت و بین
نافی است اخبار مثبت نبوة و رسالت ائمتہ را ترجیح می دهد۔

اقول ثبوت نبوت و رسالت ائمتہ علیہم السلام میں درود اخبار کا مدعی ہونا حضرت
معصومین علیہم السلام پر اقرار کرنا ہے ہرگز کسی معصوم نے کوئی ایسی حدیث ارشاد
نہیں فرمائی جو ائمتہ کی نبوت پر نص ہو ان مولوی صاحب نے اپنی دانست میں
کچھ اخبار مثبت نبوت و رسالت ائمتہ فرض کر کے دوسری نافیہ حدیثوں پر ترجیح کی جو وہ
بیان کی ہیں اور وہ وجوہ اخبار علاجیہ سے مستنبط اور کتب اصول فقہ میں مرقوم ہیں
وہ مسائل فرعیہ اور اخبار احاد کی نسبت ہیں کہ در صورت اختلاف اخبار احاد
اس طرح اور اس طرح عمل کرنا چاہیے۔ مگر تعجب ہے کہ ان وجوہ سے ایک وجہ وجہ
جو بالکل ان مولوی صاحب کی مضر تھی اڑادی گئی۔ وہ یہ کہ در صورت اختلاف
اخبار اس حدیث پر عمل کرنا چاہیے جو مشہور بین الاصحاب ہو پس اس شخص نے جب
دیکھا کہ اگر میں اس وجہ کو ذکر کرتا ہوں تو میری خشت خام کی دیوار پوری منہدم
ہو جاتی ہے لہذا اس کا ذکر ہی نہ کیا۔ بہر حال ان میں کے اکثر وجوہ سے ترجیح بین
الحدیثین میں مظنہ صحیح حدیث راجح محال ہوتا ہے نہ قطع و یقین اور اصول فقہ
میں یہ بات بھی ثابت کی گئی ہے کہ مسائل فرعیہ میں مظنہ ہی کافی ہے لعل مرام کا
الحکم بخلاف اصول عقائد کہ ان میں دلیل قطعی ضرور ہے کہ وہ بغیر برہان
عقلی یا محکمت قرآنی یا نصوص متواترہ نہیں ہو سکتی۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ نبوت
و رسالت کا اعتقاد اصول عقائد سے ہے پس اس میں ایسی دلیل ضرور ہے جو معائنہ

سے خالی اور یقینی ہو پس اس سے صاف ظاہر ہوا کہ ان مولوی صاحب کا قول خود ان کے کلام سے باطل ہے کیونکہ وہ مدعی ہیں کہ نبوت و رسالت ائمہ میں اخبار مختلفہ وارد ہیں اور اس اختلاف کی وجہ سے اخبار مثبتہ کو ترجیح دی ہے اسی کو اجتہاد کہتے ہیں۔ اور اجتہاد نہیں ہوتا مگر مظنونات میں اگر غور کیا جائے تو فقط یہ تقریر اس تمام رسالہ کے ابطال میں کافی ہے۔

قال وبجہت کثرت اخبار مثبتہ نبوت و رسالت و شد وذا اخبارنا فیہ نبوة۔

اقول اخبار مثبتہ نبوة ائمہ محض خیالی اور معدوم اور اخبارنا فیہ نبوة متواتر۔ پس اگر بفرض محال کوئی خبر اس کے خلاف میں وارد ہو تو متواترات و قطعیات کے معارضہ کی صلاحیت نہیں رکھتی بلکہ وہ یا ماول ہوگی یا مطروح کثرت اخبار مثبتہ نبوة ائمہ کا دعویٰ کرنا معصومین پر تہمت باندھنا ہے۔ کسی معصوم نے ہرگز کوئی حدیث نبوت و رسالت ائمہ علیہم السلام کے ثبوت میں نہیں فرمائی۔ پھر کثرت اخبار کہاں اور شد وذا اخبارنا فیہ نبوة ائمہ کا دعویٰ کرنا آفتاب پر خاک ڈالنا ہے یہ اخبار قطعاً متواتر ہیں جن کی تفصیل عنقریب پیش ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔

قال وبجہت اعدائیت وافقہیت وغیرہما ازصفات مشروطہ رواة اخبار مثبتہ نبوة و رسالت ائمہ وعدم اعدائیت وافقہیت وغیرہما ازصفات مشروطہ رواة اخبارنا فیہ نبوت ائمہ۔

اقول ان مولوی صاحب نے جہاں چند حدیثیں اپنے دعوے کے اثبات میں پیش کی ہیں وہاں کسی حدیث کی نہ سند ہی بیان کی نہ رواۃ کا ذکر کیا اعدائیت تو ایک امر دیگر ہے پس اس مقام پر رواۃ اخبار مثبتہ نبوة و رسالت ائمہ کی اعدائیت کا دعویٰ کرنا اور بیان اخبار کے مقام پر اس کو ثابت نہ کرنا بلکہ اس کے ذکر کو مطلقاً ترک کرنا عوام کو دھوکا دینا ہے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ اس کے مقام پر کسی قدر اس کی بھی تحقیق

کریں گے اور احادیث نافیہ نبوت چونکہ مشہور و متواتر ہیں لہذا ان کے روات میں بحث کرنے کی ضرورت نہیں
 قال و بجہت مخالفت روایات مثبتہ نبوۃ ائمہ بنہدہب عامہ و موافقت روایات نافیہ نبوۃ ائمہ بنہدہب عامہ
 اقول ان مولوی صاحب نے اس مقام میں نہایت تدلیس سے کام لیا ہے۔ یہ جو مسئلہ اصول فقہ ہے
 کہ بصورت اختلاف اخبار اس حدیث پر عمل کرنا چاہئے جو مذہب عام کی مخالفت ہو یہ قاعدہ مسائل منطقہ
 اور اخبار احاد کی نسبت ہے نہ اصول عقائد اور امر ضروری دین اسلام کی نسبت یہ امر ضروری دین اسلام سے
 ہے کہ آنحضرت پر نبوت ختم ہوئی آپ کے بعد قیامت تک کوئی پیغمبر نہیں۔ اور ضروری دین اسلام اسی کو
 کہتے ہیں جس پر عامۃ و خاصہ یعنی جملہ اہل اسلام متفق ہوں اور اسی کا منکر خارج از دین اسلام ہے پس اس
 قاعدہ اصول فقہ کو مانع فیہ میں جاری کرنا عین بے فہمی ہے۔

قال و بجہت موافقت روایات مثبتہ نبوۃ ائمہ بقرآن و مخالفت روایات نافیہ نبوۃ ائمہ بقرآن۔
 اقول اب اس شخص کی جرأت ایک درجہ اور بڑھ گئی کہ خداے تعالیٰ پر بھی تہمت کی اور اسکے کلام پر پتہ
 باندھا ان مولوی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ قرآن شریف میں بھی نبوۃ ائمہ کا ثبوت موجود ہے العیاذ باللہ
 قال و بجہت بودن احادیث مثبتہ نبوۃ ائمہ در غیر محل تقیہ و بودن روایات نافیہ نبوۃ ائمہ در محل تقیہ۔
 اقول یہ بھی حضرات معصومین پر بہتان ہے جب آنحضرت کے بعد کسی نبی کا نہونا ضروری دین اسلام ہے
 تو محل تقیہ کہاں رہا۔ یہ امر صاحبان بصیرت پر مخفی نہیں کہ جملہ ائمہ علیہم السلام ابتدائے عمر سے آخر عمر تک کلمہ
 شہادتیں پڑھتے رہے یہاں تک کہ باسانید معتبرہ مروی ہے کہ جب امام اپنی مادر گرامی کے بطن مبارک
 سے متولد ہوتے تھے تو ہاتھ زمین پر ٹیک کر باوازل بند کلمہ شہادتیں زبان پر جاری فرماتے تھے ملاحظہ ہو
 جلاء العیون بیان ولادت باسعادت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور روزانہ کسی مرتبہ اذان و اقامہ
 اور نمازوں کے تشہدوں میں آنحضرت کی نبوۃ و رسالت پر گواہی دیتے رہے یہ متواترات اور قطعیات سے
 جسکا منکر دیوانہ ہے ایضاً یہ حضرات مدت العمر آنحضرت ہی کی رسالت کی ترویج فرماتے رہے اگر خود وہ
 رسول و نبی ہوتے اپنی نبوۃ و رسالت کی تبلیغ فرماتے اور اشدھلانی رسول اللہ کہتے یہ کیسے نبی تھے کہ
 کبھی صراحتہ اپنی نبوۃ کا دعویٰ نہ کیا اور آنحضرت کی کلمہ گوئی میں اپنی عمر بسر فرمائی جب تک کوئی نبی اور

رسول اپنی نبوت و رسالت کا دعویٰ نہ کرے کیونکہ معلوم ہو کہ وہ نبی و رسول ہے بکثرت انبیاء سے
سلف نے ظالموں کے ہاتھوں تکلیفیں اٹھائیں رنج ہے۔ مجروح و مقتول ہوئے مگر اپنی رسالت و نبوت
کو نہ چھپایا اور برابر اپنی رسالت کی تبلیغ اور نبوت کا دعویٰ فرماتے رہے۔ ایضاً امیر المؤمنین علیہ السلام اکثر بطور
فخر فرماتے تھے انا آخر رسول اللہ دوسرے امام فخریہ ارشاد کرتے تھے انا بن رسول اللہ
انا سبط رسول اللہ اگر خود پیغمبر ہوتے تو ہرگز یہ نہ کہتے بلکہ فرماتے انا رسول اللہ ام
علیہم السلام تو کہی ادعائے نبوت نہ فرمائیں اور یہ مولوی صاحب ان ذوات مقدسہ پر بہتان کریں کہ وہ نبی
و رسول تھے۔ انوس۔

قال و بخت ما موریہ محمد و آل محمد بکلام ناس بقدر عقول شان کہ کلام را بمعارف حقیقیہ حقیقت ام
بحسب قدر عقول شان مطلع فرمودند و ناقصان را از مطالب و مقاصد عالیہ بعلت عدم استعداد و مواد غیر قابلہ
ایشان آگاہ نہ کردند و کتمان سرفرمودند۔

اقول جائے غور و قائل ہے کہ ان مولوی صاحب نے اس مقام پر کیسی ناحق کوشی کی ہے اور کس طرح
تدلیس سے کام لیا ہے۔ ہر ذی فہم سمجھ سکتا ہے کہ اگر فی الحقیقتہ آنحضرت پر نبوت و رسالت ختم نہ ہوئی
ہوتی اور اصل آپ کے بعد ائمہ پیغمبر ہوتے تو بے شک آنحضرت صاف طور پر فرمادیتے کہ میرے بعد
میرے جانشین بھی یا میرے اہل بیت بھی پیغمبر ہیں۔ خلاق عالم بھی قرآن شریف میں اسکا ذکر فرماتا
یہ کوئی ایسی باریک بات نہ تھی کہ جاہل سے جاہل کے بھی سمجھ میں نہ آئے اور کوئی ایسا راز نہ تھا جسکے
پوشیدہ کریم کی ضرورت ہو کیا دنیا میں نہاروں پیغمبر نہیں گذرے کیا پھلے پیغمبر نے دوسرے پیغمبر کی نشاندہی
نہیں دی۔ اس کی کیا وجہ تھی کہ خلاق عالم آنحضرت پر نبوت و رسالت ختم فرمائے اور اس کو اپنے
کلام محکم سے منصوص کرے اور خود آنحضرت اپنی ختمیت کا دعویٰ فرمائیں اور بارہا لایعجازی ارشاد
کریں پھر خود ائمہ علیہم السلام آپ کی نبوت اور اسکی ختمیت کا استہرا اور اس کی ہدایت فرماتے
ہیں اور صاف طور پر اپنی نبوت کا انکار اور اس کے مدعی کو کافر اور ملعون فرماتے رہیں۔ پھر معاذ اللہ
بدانت مولوی صاحب موصوف ایسی حدیثیں ارشاد کریں جن سے اپنی نبوت ثابت ہو پس اس

عقیدے کی بنا پر معلوم ہوتا ہے کہ الیذاذ باللہ خود خدا و رسول و ائمہ نے خلق کو گمراہ کیا ہے اور یہ محال ہے اور حقیقت امر یہ ہے کہ خدا و رسول و ائمہ علیہم السلام پر یہ عین اقرار ہے۔ یہ امر بخوبی ظاہر ہے کہ جو اصول عقاید خدا و رسول نے مقرر فرمائے یا جو برہان عقلی سے معلوم ہوئے ہیں نہ ان میں کچھ دقایق ہیں نہ اسرار نہ دقایق کے اعتقاد پر ہم مامور ہیں۔ ہمارے معتقدات بالکل سیدھے اور صاف ہیں مگر یہ مولوی صاحب چاہتے ہیں کہ اہل اسلام کو فریب بنائیں اور ان کے معتقدات کو فریبی اسرار قرار دیں افسوس جس دین اور اس کے اصول عقاید کی استقامت اسکی راستی اس کی سہولت کے مخالفین اسلام اور محققین نصاریٰ تک قائل ہوں۔ ملاحظہ ہو تہذیب النخلفین فی جواب اسہات المومنین مولفہ حقیر اسکو معارضات کا مخزن اور اضداد کا معدن بنایا جاتا ہے

قال وآن عالم موصوف در اثبات مساوات مذکور اجماع محصل علمائے فرقہ امامیہ شاعشریہ را قائل است باین تقریب کہ بعد ذکر آیات و احادیث کہ ولالت بر مساوات وارد متعرض رد و قبح آل احادیث نشدند بلکہ تقبیل ارسال سلّمات چیزے نوشتند۔

اقول مساوات مذکورہ پر اجماع علمائے شیعہ کا دعوے کرنا اس قدر جھوٹ ہے جس سے زیادہ جھوٹ دنیا میں ممکن نہیں۔ ہر چند ایک عالم بھی علماء شیعہ سے ایسا نہیں جس کے کلام سے صاف طور پر انحضرت کی افضلیت ائمہ علیہم السلام پر ثابت نہ ہو سکے اور اگر احیاناً کسی کتاب کی عباوت میں لفظ مساوات آگیا ہے تو اس کے پھلے یا بعد ایسے مطالب موجود ہیں جن سے ثابت ہے کہ وہ مساوات مطلقہ نہیں۔ مگر ہم نے فرض کیا کہ بعض کلام اس میں مبہم ہے مگر اس پر دعوے اجماع کس قدر غلط ہے۔ ہم نے سابق میں علاقہ مجلسی کی عبارت حق البقین سے نقل کر دی ہے کہ انہوں نے مقام اعتقادات میں تحریر فرمایا ہے کہ آنحضرت کل ائمہ سے افضل ہیں اسی طرح سید العلماء آقا سید حسین لکھنوی نے حدیقہ سلطانیہ میں لکھا ہے یہاں تک ان دونوں بزرگواروں نے تصریح کی ہے کہ آنحضرت کا جملہ اہل عالم سے افضل ہونا ضروری دین اسلام

پھر ہم مساوات پر دعویٰ اجماع کی نسبت بغیر لعنت اللہ علی الکاذبین اور کیا کہہ سکتے ہیں
 اور یہ بات قرآن شریف اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت جملہ نبی آدم سے افضل ہیں
 اور ہرگز قرآن شریف میں کوئی ایسی آیت نہیں ہے جس سے آنحضرت کے ساتھ ائمہ علیہم السلام کی
 مساواة مطلقہ ثابت ہو سکے اگر بعض محال ایسا ہو تو قرآن جامع اضداد و مصدر اختلافات
 ہو گا۔ اور یہ محال ہے۔ چنانچہ خود خدا نے تعالیٰ نے فرمایا ہے افلایتدبرون القرآن ولو کان من
 عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً۔ (انجروہ) (۵) سورۃ النسا کیا یہ لوگ قرآن (کے مطالب)
 میں غور نہیں کرتے (کہ کہیں سر موقوف نہیں) اور اگر وہ خدا کے سوا کسی اور کے پاس سے آیا ہوتا
 تو اس میں بہت سے اختلافات پاتے۔ اور یہ امر قطعی ہے کہ پیغمبر اپنے تابعین اور امت سے افضل
 ہوتے ہیں ورنہ ترجیح مروج یا ترجیح با مرجح لازم آئیگی جو عقلاً قبیح ہے ایضاً خدا نے تعالیٰ نے ارشاد
 فرمایا ہے وکلاً فضلنا علی العالمین (انجروہ) (۶) سورۃ الانعام یعنی ہر پیغمبر کو ہم نے تمام
 عالم پر فضیلت دی ہے ایضاً ارشاد فرمایا ہے وَفَضَّلْنَا هُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ
 (انجروہ) (۲۵) سورۃ الباقیہ یعنی ان (پیغمبروں) کو ہم نے تمام عالم پر بزرگی عنایت فرمائی ہے۔ یہ امر
 بھی یقینی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ تمام نبی نوع انسان کے پیغمبر تھے آیہ وَهَآءِ رُسُلُنَا لَکَ
 الْکَافَّةُ لِلنَّاسِ اس پر نص ہے اور کافہ ناس میں ائمہ علیہم السلام بھی داخل ہیں پس
 آنحضرت ان کے بھی پیغمبر ہیں اور وہ حضرات آنحضرت کے تابع اور پس آنحضرت قطعاً ائمہ سے افضل ہیں
 امیر المؤمنین اور باقی ائمہ کا آنحضرت کے تابعین اور امت سے ہونا اجلائے بدیہیات سے ہے جس کا انکار
 منقطع ہے اور پیغمبر کا اپنی امت اور تابع سے افضل ہونا یقینیات میں ہے جو کما منکر مجنون کا پھر خلاف بدیہیات
 و قطعیات پر اجماع علماء کا دعویٰ کرنا معاذ اللہ علماء کو مجنون اور مجبوط الحواس بنانا ہے جو بیشک
 تضحیح نوع ہے ایضاً کوئی ایسی حدیث صحیح کتب شیعہ میں موجود نہیں جو مساواة پر نص ہو۔ ہر خبیث
 بغیر تواتر وہ بھی جکارا نہیں۔

قَالَ وَخَمْسٌ بَعْدَ کَرَامَاتٍ وَاحَادِیثٍ صَرَحَ بِدَلَالَةِ رِبَوْتِہٖ رَسَالَتِہٖ اِمَّا تَعْرِضُ لِنَفْسِیْ اَنْ مَّا تَشْتَبِہُ

و این نیست مگر بسبب ثبوت این مراتب نزد او شان۔

اقول قرآن شریف میں ہرگز کوئی ایسی آیت نہیں جو ائمہ کی نبوت پر دال ہو۔ اور نہ ایسی کوئی حدیث کسی معصوم نے فرمائی جو اس مطلب پر نص ہو حالانکہ اس کا خلاف قرآن و احادیث متواترہ میں منصوص ہے جس کا بیان عنقریب آسکا انشاء اللہ تعالیٰ۔

قال ہمیں ذکر فرمودن علماء ما ایات و احادیثی را کہ دلالت دارد بر افضلیت امام بر بنی غیر از خاتم النبیین مثبت این مراتب است و ردوات ایشان۔

اقول جو علماء اس امر کے قائل ہیں کہ ائمہ علیہم السلام بغیر آنحضرت اور انبیاء سے افضل ہیں وہ ہرگز ائمہ کی نبوت و رسالت کے قائل نہیں بلکہ قائل نبوت ائمہ کو کافر سمجھتے ہیں۔ اور وہ جو دلائل بیاں کرتے ہیں اُن سے نبوت و رسالت ائمہ ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔

قال والا چکونہ صحیح خواهد بود کہ ائمہ داراے بمرتبہ بالاتر از نبوت داشتند و مرتبہ نبوت کہ مفضول از ازاں مرتبہ باشد دارا بناستند۔

قول اس عبارت میں کسی نفطی اور معنوی غلطیاں ہیں **اَوَّل** یہ کہ (داراے بمرتبہ بالاتر از نبوت داشتند) ایک مہمل فقرہ ہے جس کے معنی ندارد اسکو اس طرح لکھنا چاہئے داراے مرتبہ بالاتر از نبوت بودند۔ یا اس طرح ”مرتبہ بالاتر از نبوت را داشتند“ لفظ دارا کے ساتھ داشتند نامربوط اور خلاف محاورہ اہل فارس ہے **دو سو** مے یہ کہ ہر خیدان مولوی صاحب نے یہ نہ بیاں کیا کہ فلاں مرتبہ ہے جو نبوت سے افضل ہے اور ائمہ اسکے دارا تھے مگر قرنیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی مراد اس مرتبہ سے مرتبہ امامت ہے حالانکہ باتفاق علماء تشکیلیں امامت سے نبوت و رسالت افضل ہے

کیونکہ تشکیلیں نے امامت کی جو تعریف بیان کی ہے وہ یہ ہے انّ الامامۃ ریاسة عامة فی امور الدین والدنیا لشخص من الاشخاص نیایة فی النبی (شرح باب جادی عشر فضل امامت) یعنی امامت امور دین و دنیا کی ایک عام ریاست ہے جو پیغمبر کی نیابت سے ایک خاص شخص کے لئے ہو۔ اور حق الیقین کے صفحہ (۲۰) مطبوعہ جعفری میں علامہ مجلسی فرماتے ہیں۔ مراد امام

امام

ششم جبار میں ایک تفصیلی بحث کی ہے اور ان سے پہلے شیخ مفید اعلیٰ اللہ مقارن دوسرے علمائے اس میں گفتگو فرمائی ہے۔ مگر قائل نبوت ائمہ کے غالی ہونیکا کسی نے انکار نہیں کیا بلکہ علماء و محققین نے ایسے شخص کے غالی ہونے کو قطعی طور پر تبصیح بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ ابن بابویہ علیہ الرحمہ کے اس کلام کی شرح میں جو انہوں نے غلام اور مفوضہ کی نسبت بیان کیا ہے شیخ مفید اعلیٰ اللہ مقامہ اسطرح تحریر فرماتے ہیں والغلالة من المظاہرین بالاسلام هم الذين نسبوا الميراث للمؤمنين والائمة من ذرية عليهم السلام الى الائمة او النبوة ووصفوه من الفضل في الدين والدنيا الما يتجاوزوا فيه الحد وخرجوا من القصد و^{ضلال} كفار المذلة لخطه هو جبار الانوار کی جلد ہفتم باب نفی الغلو یعنی ظاہری مسلمانوں میں غالی وہ ہیں جنہوں نے امیر المؤمنین اور باقی ائمہ طاہرین علیہم السلام کی طرف الوہیت یا نبوت کی نسبت لگائی ہے اور ان کو دین و دنیا کی غیر لائق فضیلت سے متصف کرنے میں حد سے تجاوز کیا ہے اور میانہ روی سے خارج ہوئے ہیں یہ لوگ گمراہ اور کافر ہیں اے آخر یہ قول شیخ مفید کا تھا جو اکابر محققین علماء شیعہ سے ہیں اور علامہ مجلسی اس قول کو نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں اعلم ان الغلو فی النبی والائمة علیہم الصلوٰۃ والسلام انما یكون بالقول بالوہیتہما ویکوہن شریکاء للہ تعالیٰ فی العبودیۃ والخلق والرزق اوان حل فیہما واتحد بہما واثم یعلمون الغیب غیر وحی والہام من اللہ او بالقول فی الائمة علیہم السلام انہم کانوا انبیاء والقول بتناسخ اسرارہم بعضہما الی بعض او بالقول بان معرفتہم تغنی عن جمیع اطاعات ولا تکلیف معہا بترك المعاصی اس کا مصل ترجمہ یہ ہے۔ جانتا چاہئے کہ پیغمبر اور ائمہ علیہم السلام کی نسبت غلو کئی قسم کا ہے۔ ایک یہ کہ ان کی نسبت خدائی کا دعویٰ کیا جائے یا ان کو عبادۃ اور خلق اور رزق میں خدا تعالیٰ کا شریک قرار دیا جائے یا یہ کھا جائے کہ خدا نے ان میں حلول کیا ہے یا ان سے متحد ہو گیا ہے یا اس امر کے قائل ہوں کہ وہ بزرگوار بغیر وحی یا الہام کے عالم الغیب تھے۔ یا اس امر کا اعتقاد رکھا جائے کہ ائمہ علیہم السلام پیغمبر یا ان کی روحوں کے ایک دوسرے کے ساتھ تناسخ کے قائل ہوں یا یہ کہا جائے کہ ان کی معرفت کے بعد پھر کسی عبادت کے بجالانے کی اور کسی معصیت کے ترک کرنیکی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد

علامہ مجلسی فرماتے ہیں

والقول بكل منها الحاد وكفر وخروج عن الدين كما دلت عليه
الأدلة العقلية والآيات والأخبار السالفة وغيرها. وقد عرفت ان الأئمة عليهم
السلام برأوا منهم وحكموا بكفرهم وأمروا بالقتالهم وان وقع سمعك شيء من الإخبار
الموهمة لبشئ من ذلك فهي أقاموا له آوحي من مفتریات العنصرة -

(ملاحظہ ہو مجلد سابع بحار الانوار باب نفی الغلو یعنی جتنی چیزیں اوپر بیان ہوئیں اُن میں سے
ہر ایک کا اعتقاد الحاد ہے اور کفر ہے اور دین سے خارج ہوتا ہے جیسے اولہ
عقلیہ وال ہیں اور وہ آیتیں اور حدیثیں جنکا ذکر سابق میں ہوا اور دوسری حدیثیں دلالت
کرتی ہیں۔ اور تو نے جان لیا ہے کہ ائمہ علیہم السلام نے ان لوگوں سے برائت اختیار کی ہے
اور ان کی تحفیر فرمائی ہے۔ اور ان کے قتل کا حکم دیا ہے۔ اگر تجھے کوئی ایسی روایت سنے میں
آئے جس میں ان اقوال سے کسی قول کا شائبہ ہو تو وہ یا تو ماول ہوگی یا غالیوں کے مفتیان
سے ہوگی انتہے۔ اس بیان سے اس شخص پر جو ذرا بھی سمجھ رکھتا ہے بخوبی ظاہر ہو جائیگا
کہ قائل نبوة ائمہ قطعاً غالی ہے۔ اور غالی یقیناً کافر ہے اور یہ اجماعی اور اتفاقی مسئلہ ہے جس پر
اولہ قطعیہ وال ہیں۔

قال و چند کس از علماء را کہ قائل بمساواة هستند به تصریح اسمائے شان می پردازد مثل علامہ
در باب حادنی عشر و فاضل مقداد در شرح و مقصد ار دبیلی و در حدیقه الشیعه و تفسیر آیه مباہلہ
و شیخ فخر الدین طریحی در منتخب و تفسیر آیه مباہلہ و علامہ مجلسی در کتاب حیوة القلوب جلد سوم
اول کتابی بعدم فرق بین نبی و امام است در کمالات و شرائط و صفات۔

اقول کئی وجوہ سے باطل ہے اول یہ کہ ان مولوی صاحب نے چند سطر پہلے آنحضرت
کے سادہ ائمہ کی مساواة پر دعویٰ اجماع کیا ہے اور یہاں اسکے قائلین میں پانچ عالموں کے
نام بیان کئے ہیں اور نیز اس کے بعد جناب مولانا مولوی السید حامد حسین صاحب کو بھی قائلین

مساواة میں شریک کیا ہے حالانکہ مذہب شیعہ کے ہزاروں عالم ہیں پس کیا ان کے خلاف
 میں چھے علما کا بغرض محال قائل مساواة ہونا اجماع کو ثابت کرتا ہے ہرگز نہیں **دوسرے**
 یہ کہ مسئلہ مساواة ائمہ بالانحضرت یا مسائل اصولیہ قطعیہ سے ہے یا فرعیہ طینیہ سے صورتہ ادلے
 میں بغرض محال چھے علما کا قائل ہونا اور باقی کا مافی اجماع اور قطع کو زائل کرتا ہے۔ اور صورتہ
 ثانیہ غلط ہے کیونکہ انحضرت کا افضل المخلوق ہونا ضروری دین اسلام ہے جس کا منکر خارج
 از دین اسلام ہے کما سر من حق الیقین صفحہ (۱۸) **تیسرے** یہ کہ خلاف ضروری
 دین اسلام اور کفر پرندہ اسلام کے اجماع کا دعوے کرنا عجیب ترین عجائب سے ہے کیا
 یہ علما معاذ اللہ کافروں کے ہیں یا مسلمانوں کے اذالہ تسبیحی فاصنع ما شئت
 چوتھے یہ کہ ان علما پر بھی قائل مساواة ہونی کا دعوے کرنا ان کو معاذا اللہ دروغ گو
 اور قائل معارضات اور جہل ثابت کرنا ہے۔ کیونکہ ان سب نے تصریح کی ہے کہ انحضرت
 کل بشر سے افضل ہیں اس کی حقیقت ان کو قائل مساواة کہنا عین افتراء ہے اور ان کے کلام
 کا عدم فہم ہر چند ان دعوے صاحب نے سوائے علامہ مجلسی کے اور کسی عالم کا کوئی کلام
 پیش نہیں کیا مگر خاکسار افادہ مومنین کیلئے کسی قدر تفصیل سے یہاں بحث کرتا ہے
چاہنا چاہتا ہے کہ اس شخص نے قائلین مساواة میں اولاً علامہ حلی صاحب باب حادی
 عشر اور اس کے فہام قائل مقدار کو شمار کیا ہے۔ اور اس کتاب کی وہ عبارت جو محفل
 اشتباہ ہے یہ ہے جو باب حادی عشر کے فصل فاس میں مرقوم ہے الا ما ملحد رسول
 علی بن ابی طالب للنص المتواتر عن النبی ولانہ افضل لقولہ تعالیٰ والنفسنا
 والفسکھ و مساوی الا فضل فضل یعنی انحضرت کے بعد امیر المومنین امام ہیں اس لئے
 کہ انحضرت کی نص متواتر اس بارے میں موجود ہے اور اس لئے کہ حضرت امیر اپنے زمانہ میں
 سب سے افضل ہیں۔ کیونکہ قرآن میں آپ کو نفس پیغمبر کہا گیا ہے۔ اور افضل کا مساوی
 افضل ہوتا ہے۔ اس کی شرح میں قائل مقدار کہتے ہیں والہر اد بانفسنا هو علی بن ابیطالب

شیخ التنبیہ از عبارت باب حادی عشر و شرح ان

لما ثبت بالنقل الصحيح ولا شك انه ليس المراد به ان نفسه هو نفسه لبطا
 الاتحاد فيكون المراد انه مثله ومساويه كما يقال زيد الا
 سداى مثله في الشجاعة يعني نقل صحيح سے ثابت ہے کہ ایہ شریفین
 انفسا سے مراد حضرة امیر ہیں اور نفس سے مراد حقیقتہً آنحضرت کا نفس نہیں کیونکہ دونوں
 میں اتحاد باطل ہے پس مراد یہ ہے کہ حضرة امیر آنحضرت کے مثل اور مساوی ہیں جیسے
 کہا جاتا ہے زید شیر ہے یعنی شجاعت میں مثل شیر کے ہے پس ان دونوں عبارتوں
 میں جو لفظ مساوی وارد ہے اس سے مساوات مطلقہ ہرگز مراد نہیں بلکہ تشبیہ فی غیر النوا
 و مختصاً تھا مراد ہے کئی وجوہ سے اول یہ کہ اسی کتاب کی فصل النبوة میں مرقوم ہے
 يجب ان يكون (النبي) افضل اهل زمانه لقبه لقد يم المفضل على المناضل
 عقلاً و سمّاً یعنی واجب ہے کہ پیغمبر اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہو ورنہ تقلد لفظ
 على المناضل (یا ترجیح بلا مرجح) لازم آئیگی جو عقلاً و سمّاً ترجیح ہے اس سے ثابت ہے کہ
 آنحضرت کل اہل زمانہ سے افضل تھے جن میں حضرت امیر بھی داخل ہیں پس جب حسب
 تصریح خود علامہ علی وفاضل مفت مراد حضرة امیر پر آنحضرت کی فضیلت ثابت ہوئی
 تو معلوم ہوا کہ ان دونوں علماء نے انفسنا سے جو مساوات کو ثابت کیا ہے وہ مساوات
 حقیقی فی جمیع الصفات نہیں بلکہ تشبیہ مراد ہے ورنہ دو کلام آپس میں معارض ہوں گے
 دوسرے یہ کہ شرح باب حادی عشر بیان ثبوت امامت حضرة امیر میں مرقوم ہے
 انه كان شديد الخدس والذكاء والحرص على التعليم ودائماً المصاحبة للرسول الذي
 هو الكامل المطلق بعد الله تعالى وكان شديد المحبة له والحرص على تعليمه
 یعنی حضرة امیر بہت فہمین۔ ذکی اور تحصیل علم کے سخت خواہش مند اور آنحضرت کی
 خدمت میں ہمیشہ رہنے والے تھے اور آنحضرت خدا سے تعالیٰ کے بعد کامل مطلق
 امیر المومنین سے بہت محبت رکھنے والے اور آپکی تعلیم میں سخت حریص تھے اس سے

ظاہر ہے کہ آنحضرت معلم اور حضرت امیر ستعلم ہیں اور معلوم ہے کہ معلم ستعلم سے فضل ہے
 اور آنحضرت خدا کے بعد کامل مطلق تھے کہ یہ مرتبہ کسی کو حاصل نہیں ہیں آنحضرت اس سے
 افضل ہوئے جن میں حضرت امیر بھی شامل ہیں **پہلے** کہ شرح باب ہادی عشر میں
 مرقوم ہے الامامة من توابع النبوة وفتھا یعنی امامت نبوت کی تابع اور اس کی فرع ہے
 اور متبوع اور اصل تابع اور فرع سے افضل ہے چوتھے یہ کہ فضل مقدار نے حضرت امیر کو
 آنحضرت سے تشبیہ دی اور زیدک الاسد کی مثال بھی بیان کی ہے اور علم بیان میں ثابت ہے کہ
 کہ مشبہ بمشبہ سے افضل ہوتا ہے۔ مختصر معانی میں مذکور ہے وهذا لا يحجز احض الاربعة
 تقتضي ان يكون وجه التشبيه في المشبه ام ووجه التشبيه في المشبه ان يكون وجه التشبيه
 اس امر کے مقتضی ہیں کہ وجہ تشبیہ شبہ بہ میں کامل تر اور شبہ بہ وجہ تشبیہ میں زیادہ مشہور
 ہو پھر صاحب مختصر میں اغراض کی نسبت اغراض کر کے کہتے ہیں واما تقریر الحال فبقضی
 امر بن جمیعاً یعنی اگر تشبیہ سے حالت کا ذہن نشین کرنا منظور ہو تو شبہ بہ میں اتمیت
 اور شہرت دونوں ضرور ہیں اور انہی میں بیان حال منظور ہے ایضاً رسالہ الثبوت بالقیس
 میں جو نو اور الوصول کے ساتھ مطبوع ہوا ہے مرقوم ہے۔ فانما اصل التشبيه انست کہ مشبہ
 اور نے و مشبہ علی و اتم و وجہ تشبیہ و اشہر بود (الے ان قال) و عدول ازان نکند الا چند جا
 پھر ثبوتات بیان کئے ہیں جن میں سے کوئی امر انہی میں نہیں۔ اس سے بھی ثابت ہے کہ
 آنحضرت امیر سے افضل و اتم ہیں پھر مساوات کہاں پاچھیں یہ کہ علامہ کے مصنفات سے
 ظاہر ہے کہ جابجا انہوں نے آنحضرت کی افضلیت مطلقہ کی تصریح کی ہے اور اکثر مقامات
 پر ایسے مطالب بیان کئے ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت امیر المومنین سے افضل
 پھر ان مولوی صاحب نے قائلین مساوات میں مقدس ارباب کی کالم لیا ہے حالانکہ مقدس
 موصوف لے صاف طور پر حدیقہ الشیعہ میں اس کی تکذیب کی ہے چنانچہ کتاب مذکور کے صفحہ (۳۳)
 میں تفسیر آیہ مبالغہ مرقوم ہے مزاوکیست کہ مساوی پیغمبر یا شبہ کج صفت بغیر از نبوت و مثل او

تواند بود۔ ایضاً اسی کتاب میں ہے مساواة کنا یہ است از نہایت اختصاص و قرب
 و محبت (الے ان قال) و نہایت انچه ازین اتحاد لازم آید مساوی بودن در مرتبہ و درجہ
 است نہ در نبوة پس نہایت افسوس ہے اس اتہام پر اور شیخ طبرسی کی منتخب علم
 کلام اور عقاید کی کتاب نہیں اس کے علاوہ اس میں موہون اور غیر مقبر روایتیں موجود
 ہیں۔ چنانچہ الحاج میرزا حسین نوری نور اللہ مرقدہ صاحب مدرک علی الوسائل نے
 لولو و صرحان میں اسکی تصریح کی ہے پھر عتاید میں کتاب منتخب سے استدلال ہے
 غہمی کی دلیل پر پھر ان مولوی جہانے قلمین مساواة میں علامہ مجلسی کا ذکر کیا حالانکہ علامہ مجلسی ^{الیقین}
 کے صفحہ (۱۰) مطبوعہ جعفری میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ انحضرت از حضرت امیر المومنین
 و سائر ائمہ علیہم السلام افضل بود۔ پس علامہ مجلسی نے انحضرت کی افضلیت ائمہ
 علیہم السلام پر اس قدر صریح الفاظ میں بیان کی ہے کہ طفل ابجد خوان کو بھی اس میں
 شک نہیں ہو سکتا اور وہ جو ان مولوی صاحب نے حیوة القلوب کی تیسری جلد
 کی اس عبارت سے استدلال کیا ہے کہ در کمالات و شرائط و صفات فرقی میان
 پیغمبر و امام نیست پس نہایت تاسف کا مقام ہے کہ بے سواد ناظرین کو وہو کا دینے
 کے لئے مثل لا تقربوا الصلوة کے علامہ مجلسی کی اوصی عبارت نقل کی اور باقی کو اڑا دیا حالانکہ
 اصل عبارت یہ ہے و حق اینست کہ در کمالات و شرائط و صفات فرقی میان پیغمبر و
 امام نیست بغیر انچه در اخبار مذکور خواہد شد۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ پیغمبر و امام
 میں بعض امور کا فرق ہے جبکہ ذکر احادیث میں موجود ہے۔ مگر ان مولوی صاحب نے
 استثناء کو حذف کر دیا اور اتنا نہ خیال کیا کہ یہ چوری کبھی نہ کبھی پکڑی جائیگی۔

قال و در ہمیں جلد سوم حیوة القلوب فصل سوم می فرماید کہ اصل عبارتہ اینست۔ بالفروق
 نصب امام را کہ فی تحقیقت نبوة است بحسب معنی البتہ باختیار امت نخواہد گزاشت
 اقول دو وجہوں سے منقوض ہے اول یہ کہ بحسب معنی کی قید جو اس قول میں موجود ہے

وہ اس دعوے کو باطل کرتی ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ پیغمبر جو کام کرتے ہیں یعنی ہدایت تخلق امام بھی وہی کام کرتے ہیں۔ مگر فرق بین موجود ہے کہ بنی بلا واسطہ بشر خدا تعالیٰ سے اخذ احکام کرتے ہیں اور امام بلا واسطہ بشر۔ اور بنی مستقلاً حاکم ہے اور امام نیابتہ ملاحظہ ہو حق الیقین تعریف نبوة و امامت دوسرے یہ کہ مجلسی نے حیوة القلوب میں اسی عبارت کے ایک سطر پچھلے لکھا ہے۔ کہ مرتبہ امامت نظیر مرتبہ نبوة است و بعد از نبوة مسیح نعمت و رحمتی جناب مقدس سبحانی را برندگان مثل امامت نیست اس عبارت میں دو طرح سے ثابت ہے کہ مرتبہ نبوة مرتبہ امامت سے افضل ہے۔ اول یہ کہ مرتبہ نبوة مشبہ بہ واقع ہوا ہے۔ اور امامت مشبہ۔ اور علم تشبیہ سے ثابت ہے کہ مشبہ بہ افضل اور اتم ہوتا ہے کچھ دوسرے یہ کہ مرتبہ امامت بعد از نبوة ہے پھر مساوات کہاں ہے حال مجلسی و حق الیقین می فرماید بیان کہ مراد نام کہ اگر علی ہمدوش پیغمبر نبی بود بروش پیغمبر نبی نہاد۔

اقول افسوس ہے کہ تشبیہ بھی سمجھ میں نہیں آتی اور لطف یہ ہے کہ مجلسی کے اس کلام میں بھی تحریف کی گئی ہے اصل عبارت حق الیقین علیہ السلام جعفری کے صفحہ (۸۰) میں یہ ہے و کسی در جلالت ہمدوش پیغمبر نہ باشد پادروش او نمی تواند گذاشت۔ اس عبارت میں لفظ ہمدوش جو بمعنی مثل ہے حرف تشبیہ ہے اور لفظ جلالت و جہہ تشبیہ اور پیغمبر مشبہ اور مکرریاں ہوا کہ مشبہ بہ مشبہ سے افضل ہوتا ہے۔ اور یہاں جلالت سے مراد قطعاً بغیر نبوة اور اس کے مختصات کے دوسری حق الیقین ہیں نہ نبوة و نہ الہ کیونکہ خود مجلسی نے علاوہ اور تصریحات کے جن سے اس معنی کا دعویٰ باطل ہوتا ہے اسی کتاب کے اسی صفحہ میں جہاں بتوں کے توڑ نیکا حال لکھا ہے حضرت امیر المومنین سے نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا چون حضرت رسول بروش من نشست از برائے نقل رسالہ و جلالت نبوت نتوانستم انحضرت را حرکت داد پس حضرت تبسم فرمود و بزیر آمد و مرا بروش خود سوار کرد

قال في غير علامه مجلسي ورسايع بحار باب انهم جرى لهم من الفضل والطاعة
ما جرى لرسول الله وانهم في الفضل سوا احوال كثيره ودين باب ذكر نموده که
دلالت بر مساوات محمد وآل محمد علیهم السلام دارد من جمله در حدیث اول که جناب امیر فرمود
لقد جملت مثل حمولة محمد که در بیان آن مجلسی می فرماید ای صلی الله من العلم والايمان
والکمالات وتکلیف اهتدای الخلق و در حدیث دیگر هم باب می فرماید انی وایا
لعل سبیل واحد الا الله هو المدعو باسمه و مجلسی در بیان آن می فرماید ای انا شویاک له
فی جمیع الکلمات ولا فرق بینی و بینة الا الله مستقی باسم عین اسمی -

اقول والله الموفق اس باب کے عنوان میں کوئی نقطہ ایسا نہیں جس سے مساوات ثابت
ہو کیونکہ جس طرح آنحضرت کو فقہاء سب پر تہذیب ہے اور آپ کی اطاعت تمام امت
پر واجب ہے اسی طرح آنحضرت کے بعد ائمہ علیہم السلام کی فضیلت سب پر ثابت ہے
اور انکی اطاعت تمام امت پر واجب ہے مگر فرق نبوة اور امامت ظاہر ہے چنانچہ خود مجلسی
نے تاسع بحار میں ان فضائل حضرت امیر میں ایک باب اس طرح قائم کیا ہے ان فیہ خصال ال
نبیاء و اشترکہ مع نبیائہ فی جمیع الفصائل **سورۃ النبوة** یعنی حضرت امیر میں پیغمبر کے خاصا
تھے اور آپ آنحضرت کیساتھ نبوة و نبوت تمام فضائل میں شریک تھے۔ اور اس باب میں بہت
سی حدیثیں مجلسی نے نقل کی ہیں اور فقرہ وانهم في الفضل سوا میں جو ضمیر ہم ہے وہ قطعاً
فقط ائمہ کی طرف راجع ہے جس طرح ہے کہ (انهم جرى لهم) کے دونوں نقطوں میں ضمیر
ہم یقیناً ائمہ کی طرف راجع ہے نہ اس فقرہ کے یہ ہیں کہ ائمہ علیہم السلام فضیلت میں
برابر ہیں۔ اور یہ مساواة بھی مطلق نہیں بلکہ علم و عصمت و اطاعت خلق میں مساوی ہیں
کیونکہ بعض اختصاصات سے حضرت امیر علیہ السلام کو باقی ائمہ پر بھی فضیلت حاصل ہے
چنانچہ خود مجلسی نے تاسع بحار کے ابواب فضائل و مناقب میں ایک باب اس طرح قائم کیا
باب فضل علی سائر الائمہ یعنی یہ باب اس بیان میں ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام

ائمہ علیہم السلام سے افضل ہیں۔ اور اس باب میں بھی بہت سی حدیثیں نقل کی ہیں
 اور جو مجلسی نے حضرت امیر کے اس قول لفظ حملت الخ کی شرح میں کہا ہے کہ
 خدا نے تعالیٰ نے مجھے علم و ایمان و کمالات و ہدایت خلق اور تبلیغ رسالات کا حال
 قرار دیا ہے پس بے شک حضرت امیر انحضرة کے علوم کے وارث تھے چنانچہ متواتر ہے
 کہ امیر المومنین نے فرمایا کہ انحضرت نے مجھے ہزار ابواب علم تعلیم فرمائے کہ ہر باب سے ہزار
 ابواب علم مجھ پر خود بخود کھل گئے جلد دوم حیوة القلوب کے باب (۶۳) میں علامہ مجلسی نے
 اس حدیث کو اس عنوان سے لکھا ہے ابن بابویہ و شیخ مفید و شیخ طوسی و صفار و شیخ طبرسی
 و ابن شہر آشوب و دیگران روایت کردہ اندبند ہائے شریعہ از حضرت امیر المومنین
 و امام محمد باقر و امام جعفر صادق و ام سلمہ و عائشہ و غیر ایشان۔ اور بے شک ایمان و
 پیغمبر مثل نبی تھے۔ دوسرے کمالات کا بھی یہی حال ہے تبلیغ رسالات سے مراد وہ
 احکام ہیں جو انحضرت خدا کے پاس سے لائے اور حضرت امیر نے نیابتہ اسکی خفایا
 اور ترویج فرمائی یہی امامت ہے اور فرق ظاہر ہے ایضاً حضرت امیر نے اپنی تکلیف
 کو انحضرت کی تکلیف سے تشبیہ دی ہے اور اسکا ثبوت گزرا کہ مشتبہ بہ مشتبہ سے
 افضل ہوتا ہے اب رہا امیر المومنین علیہ السلام کا قول (انی وایاہ علی سبیل واحد الاۃ
 ہولاء عوایسہ۔ اس کے نسبت کئی وجوہ سے بحث کی جاتی ہے اول یہ کہ یہ حدیث
 قطعاً احاد سے ہے جو معتقدات میں ہرگز بکار آمد نہیں دوسرے یہ کہ علاوہ احاد
 سے ہونیکے وہ صحیح بھی نہیں کیونکہ علامہ مجلسی نے جلد سابع جاریں اسکو دو طریقوں سے
 نقل کیا ہے اول بصائر الدرجات سے بابر الفاط علی بن حسان عن ابی عبد اللہ
 الریاحی عن ابی القصاصۃ الحلوانی عن ابی جعفر علیہ السلام
 (فی حدیث طویل) اور علی بن حسان کے بعد کے راوی دوسری روایت میں یہ ہیں عن محمد
 بن یحییٰ عن احمد بن محمد جمیعاً عن محمد بن الحسن عن علی بن حسان۔ پس علی بن حسان

سے پھلے کے دونوں راوی یعنی ابی عبد اللہ الرازی اور ابی القاسم الملوانی مجہول ہیں خاکسار
 پاس فہرست مجلس خلاصۃ الاقوال فی معرفۃ الرجال علامہ حلی۔ رجال نجاشی وغیرہ کتب
 رجال موجود ہیں کسی کتاب میں انکا ذکر نہیں اور علی بن حسان کے بعد کے رواۃ مشتبہ
 بضعا ہیں پس جب تک کہ ہر راوی کا تعین اور اسکی توثیق نہ ہو یہ روایت ہر گرج صحیح نہیں
 ہو سکتی دوم کافی سے باین الفاظ عن احمد بن محمد بن علی و محمد بن یحییٰ عن احمد
 بن محمد جمیعاً عن محمد بن سنان عن الفضل بن عمر عن ابی عبد اللہ علیہ
 السلام ہیں اس روایت میں پھلا راوی جس نے امام جعفر صادق سے روایت کی
 ہے بفضل بن عمر ہے جس کی نسبت کتاب رجال نجاشی میں لکھا ہے فاسد المذہب مضطرب
 الروایۃ لا یعبا بہ یعنی یہ شخص بد مذہب مضطرب الروایۃ ہے اسکا اعتبار نہیں اور خلاصۃ
 الاقوال کی قسم ضعفا میں علامہ حلی فرماتے ہیں کہ یہ شخص ضعیف فاسد المذہب مضطرب
 الروایت اور خطابی ہے اس کی روایت میں غلو کا احتمال عظیم ہوتا ہے اس کی حدیث
 کو لکھنا جائز نہیں انتہی ملخصاً اور خود علامہ مجلسی نے اپنی کتاب رجال میں لکھا ہے وفضل
 بن عمر الجعفی۔ مخضوض۔ وہ مختلف فیہ ہے اور اس کا ضعیف ہونا مختار ہے دوسرا
 راوی محمد بن سنان ہے جس کی نسبت رجال نجاشی میں لکھا ہے وہود رجل ضعیف
 جدا لا یعول علیہ ولا یلتفت الیہا تفرد بہ یعنی وہ شخص بہت ضعیف ہے اس پر اعتبار
 نہیں کیا جاسکتا اور اس کے متفرقات لایق التفات نہیں اور خلاصۃ الاقوال کی قسم
 ضعفا میں مرقوم ہے کہ ہر خبیث شیخ مفید نے اس کی توثیق کی ہے مگر شیخ طوسی اور نجاشی
 نے تضعیف فرمائی ہے اور ابن محضاری کہتے ہیں کہ وہ ضعیف اور غالی ہے پھر علامہ
 فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس کے مرویات پر عمل نہ کرنا موقوف ہے کیونکہ فضل بن شاذان
 نے لکھا ہے کہ محمد بن سنان کذاب مشہورین سے ہے انتہی ملخصاً پس ایسی روایت جلی
 ایک سند کے راوی مجاہل اور مشتبہ ہیں اور دوسری سند کے فاسق۔ غالی اور کذاب

ہرگز لائق استناد نہیں تفسیر کے یہ کہ علی الترتیل و تسلیم صحت حدیث اسکے معنی یہ ہیں کہ
 میں اور آنحضرت ایک راہ پر ہیں یعنی جو راہ ہدایت آنحضرت کی ہے وہی میری ہے
 مگر فرق یہ ہے کہ آنحضرت پیغمبر ہیں۔ میں امام ہوں چنانچہ مجلسی نے ہی اس قول کی
 شرح میں لکھا ہے و یجمل ان یكون المراد بالاسم وصف النبوة یعنی محتمل ہے کہ یہاں
 اسم سے مراد وصف نبوة ہو حالانکہ خود اسی حدیث میں حضرت امیرؓ فرماتے ہیں
 ولا يتقدمني احد الا احل الله عليه والکد یعنی مجھ پر بغیر آنحضرت کے دوسرا کوئی شخص
 مقدم نہیں ہو سکتا۔ حضرت امیرؓ کے اس کلام سے مثل آفتاب کے روشن ہے کہ آنحضرت
 آپ سے افضل ہیں پس شبہ مساواة خود حضرت امیرؓ کے قول سے باطل ہوا اور وہ جو مجلسی
 قول (الا الله هو المذعو باسمه) کی شرح میں لکھا ہے کہ: یعنی تمام کمالات میں میں
 آنحضرت کا شریک ہوں اور مجھ میں اور آنحضرت میں فرق نہیں بغیر اسکے کہ آنحضرت کا نام
 اور ہے اور میرا نام اور۔ پس یہاں تمام کمالات سے مراد یقیناً وہ کمالات ہیں جو نبوة
 اور اس کے مختصات کے سوائے ہیں کیونکہ خود مجلسی نے بحار الانوار حیوة القلوب اور
 حق الیقین میں تصریح کی ہے کہ آنحضرت آخر پیغمبر ہیں آپ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں اور
 آپ جملہ مخلوقات سے اور حضرة امیرؓ سے افضل ہیں۔

قال و مثل علامہ سید حامد حسین مرحوم در کتاب عبقات الانوار قل لک مساواة اند۔

اقول یہ چھٹے اور آخری عالم ہیں جن پر ان مولوی صاحب نے مساواة کے قائل ہونیکا
 دعوے کیلئے حالانکہ انہی مولفہ کتاب لا جواب عبقات الانوار کے مجلدات میں اس
 دعوے باطل کا نشان نہیں ہے من ادعی فعلیه البیان۔

قال و شہید اول در مجمعہ قائل بمساوات علمی ہستند و معلوم است کہ معیار مدارج فضیلت
 انبیاء و اولیاء علم است۔

اقول جانا چاہئے کہ محل اشتباہ مولوی صاحب موصوف وہ عبارت ہے جو

شہید اول اعلیٰ اللہ مقارنہ نے خطبہ بمعہ میں لکھی ہے و علی آلہ الذین حفظوا ما حملہ و
 عقلوا عندہ ما عن جبرئیل عقلہ یعنی آنحضرت کی آل پر درود ہو جنہوں نے آپ کے
 ان احکام کی حفاظت کی جو آپ پر نازل ہوئے تھے اور جو علوم آپ نے بذریعہ جبرئیل
 تعقل کئے تھے انہوں نے آپ سے حاصل کئے پس اس کلام کی بنا پر یہ مولوی کا شہید
 اول کو بھی قائل مساواة مطلقہ ٹھہرایا جاتے ہیں کیونکہ مساواة علمی اس سے مترشح ہر
 اور ان مولوی صاحب کے نزدیک فقط علم ہی معیار مدارج فضیلت ہے و قباحتہ هذا
 المعنی کا متغنی علی من لا بصیرۃ لیسیرہ حالانکہ شہید اول کی اس عبارت سے مساواة
 مطلقہ کی نفی اور آنحضرت کی ائمہ سے افضلیت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس سے صاف
 ظاہر ہے کہ آنحضرت بلا واسطہ بشر حامل احکام اور صاحب شریعت تھے اور یہی نہیں
 کی تشریف ہے! اور ائمہ نے آنحضرت سے اخذ احکام کیا اور وہ حافظ شریعت تھے
 اس سے ثابت ہوا کہ وہ نبی نہ تھے اور معلوم ہے کہ نبی غیر نبی افضل ہوتا ہے اب یہی
 مساواة علمی پس اگر وہ تسلیم بھی کیجائے تو اس سے ہرگز مساواة مطلقہ ثابت نہیں ہو سکتی
 کیونکہ وہ قوت روحانی اور صفت کمال جو ختم نبوت کی قابلیت رکھتی تھی خاص آنحضرت کو حاصل
 تھی اور وہ اختصاصاً جو آنحضرت کی رسالہ کے مستلزم تھے وہ آپ ہی کیلئے خاص چنانچہ شہید ثانی اعلیٰ درجہ
 شہید اول کی اسی عبارت کی شرح میں فرماتے ہیں ولا یتوہم مساواة کم لہ بذلک
 اختصاصہ صلی اللہ علیہ وآلہ۔ عنہم بمزایا اخری صابر بہا نسبتہم الیہ کنسبۃ
 غیرہم عن الرعیۃ الیہم لا عنہم لیس لکم فی وقتنا من جملة عقیدۃ یعنی اس عبارت سے آنحضرت کی نسبت
 کی مساواة کا توہم نہیں ہو سکتا اسلئے کہ آنحضرت دوسری ایسی فضیلتوں سے مختص
 ہیں جنکی وجہ سے ائمہ کا مرتبہ آنحضرت کی نسبت ایسا ہے جیسے رعایا کا مرتبہ ائمہ کی
 نسبت ہے کیونکہ ائمہ علیہم السلام آنحضرت کے زمانے میں منجملہ آپ کی رعایا کے تھے
 چونکہ شہید ثانی کی اس عبارت کی نسبت بھی ان مولوی صاحب نے کچھ شبہ بیان کیا ہے

لہذا اس کی تحقیق مختصر یہ آئیگی انشاء اللہ تعالیٰ۔

قال واما در تفضیل حضرت علی بر موسی و عیسیٰ احتجاج بعلم فرمود چنانچہ در مجلد ہفتم
بحار باب اول عندہ علیہ السلام کتاب ص ۱۸ از بصائر از امام جعفر صادق علیہ السلام روایت
کرده کہ گفت فرمود میں چہ می گویند شیعہ در باب عیسیٰ و موسیٰ و امیر المومنین گفتہ
می گویند کہ عیسیٰ و موسیٰ افضل اند از حضرت امیر المومنین گفت کہ فرمود زعم دارند کہ
امیر المومنین وائستہ است انچہ را کہ رسول اللہ وائستہ گفتہ ہے ولیکن مقدم نمی دارند
بر او والو الغرم از مردلان احدی را فرمود امام پس محتاجہ کن برایشان از کتاب خدا گفتہ
در کہ امام موضع محتاجہ کنم گفت گفت خداے تبارک و تعالیٰ بپوشی و کتبنا لہ فی الا
لواح من کل شیء وائتیم کہ مکتوب نشد از برای موسیٰ تمام چیز۔ و گفت خداے تعالیٰ از برای
عیسیٰ و لایقین لکم بعض الذی تختلفون و گفت خداے تبارک و تعالیٰ از برای محمد
و جنایک علی ہولاء شہیدان۔ و نزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شیء
و در ہمیں باب و ہمیں صفحہ از بصائر از امام جعفر صادق روایت کر وہ عبد اللہ بن ولید
کہ گفت فرمود امام چہ می گویند اصحاب تو در باب امیر المومنین و موسیٰ کہ کیفیت
از ایشان اعلم گفت گفتہ کہ مقدم نمی دارند بر او والو الغرم احدی را فرمود اگر تو احتجاج
می کنی برایشان بکتاب اللہ البتہ غالب می آید برایشان گفت گفتہ کجا است این
در کتاب خدا گفت کہ خدا فرمودہ است در باب موسیٰ و کتبنا لہ فی الا لواح من کل شیء
موعظۃ و نہ گفت کل شیء و گفت در باب عیسیٰ و لایقین لکم بعض الذی
تختلفون فیہ و گفت کل شیء گفت در باب محمد کفی باللہ شہیداً ابینی و بلیکم و من عندہ علم
الکتاب پس ازین ثابت شد کہ ہر کہ در علم افضل است و جمیع مراتب افضل است۔
اقول واللہ المعین کہی وجوہ سے محل بحث ہے اوّل یہ کہ سلسلہ فضیلت آنحضرت
بر سایر اوصیاء اصول عقاید سے ہے اور یہ حدیث جس سے نبوۃ و رسالت پر علم کی فضیلت

اور اس سے انحضرت کے ساتھ ائمہ کی مساواة مطلقہ ثابت کرنا مقصود ہے احادیث سے
 ہے اور معلوم ہے کہ حدیث احادیث اصول عقائد میں ہرگز بکار آمد نہیں ~~دوسری~~
 یہ کہ یہ روایت علاوہ احادیث سے ہونے کے صحیح الذہب بھی نہیں کیونکہ عبد اللہ بن ولید سے
 جس شخص نے یہ دونوں حدیثیں روایت کی ہیں اس کا نام بجا میں محمد بن عمر مرقوم ہے
 اس کی نسبت علامہ حلی خلاصۃ الاقوال کی قسم ضعیفاریں فرماتے ہیں محمد بن عمر بن
 صاحب الکاظم ^ع و ^ع اور علامہ مجلسی نے ان لوگوں کے احوال میں جنکے نام محمد ہیں لکھا کہ
 وابن عمر من اصحاب الکاظم رضی اللہ عنہما یعنی محمد بن عمر امام موسی کاظم علیہ السلام کے اصحاب سے تھا
 وہ ضعیف ہے پس جو شخص واقفی المذہب - فاسق اور ضعیف ہو ہرگز اسکی روایت لیا
 اعتبار نہیں ہو سکتی ~~تیسری~~ یہ کہ اس روایت میں ضعف سند کے علاوہ اضطراب
 بھی ہے کیونکہ ان دونوں روایتوں کا پھلارائی عبد اللہ بن ولید ہے اس نے امام
 جعفر صادق علیہ السلام سے ایک مضمون کو دو طرح سے روایت کیا ہے اور اس کے
 بیان میں بالکل اختلاف اور اضطراب ہے کہی تو وہ کہتا ہے کہ امام نے فرمایا
 تو امیر المؤمنین کی فضیلت پر اس آیت سے استدلال کر سکتا ہے جئناک علیٰ حقک
 وانزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شیء - اور کہی کہتا ہے کہ امام نے
 فرمایا تو اس آیت سے دلیل لا سکتا ہے کفی باللہ شہیداً لدینی وابدیکم ومن عندنا علیہ
 حالانکہ واقعہ ایک ہے اصل مضمون ایک ہے مگر پہلی روایت میں دوسری آیت کا
 اور دوسری روایت میں پہلی آیت کا مطلق ذکر نہیں اسی اختلاف کو اصطلاح حدیث
 میں اضطراب کہتے ہیں جسکے سبب سے حدیث پایہ اعتبار سے ساقط ہو جاتی ہے
 کیونکہ فی الحقیقت وہ تعارض ہے واذا تعارضنا لیسنا قطاً - ~~چوتھی~~
 یہ کہ حضرت موسی علیہ السلام کی نسبت جو آیت نازل ہوئی یعنی وکلبنا لہ فی الاولاد من
 کل شیء موعظۃ جس کا محصل ترجمہ یہ ہے (اور ہم نے تورات کی تختیوں میں موسیٰ

کے لئے ہر طرح کی نصیحت لکھی) اس میں قطعاً (من) تبیضیہ نہیں بلکہ (من) بیانہ ہے
 کیونکہ اس آیتہ شریفہ سے متصل یہ الفاظ قرآن شریف میں موجود ہیں و تفصیلاً لکل شی
 اس سے معلوم ہوا کہ تورات میں ہر شے کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل خداے تعالیٰ نے
 بیان فرمائی تھی پس ممکن نہیں کہ معصوم (لفظ من) کو تبیضیہ خیال کریں اور غلط استدلال
 فرمائیں اس سے ثابت ہے کہ یہ حدیث بالکل اعتبار کے لائق نہیں یا سچو میں یہ کہ
 معیار مدارج فضیلت انبیاء و اوصیاء فقط علم ہی نہیں ہے بلکہ اور فضائل بھی ہیں چنانچہ
 بحار کی جلد ہفتم باب ثمر علم من الانبیاء و ص ۳۲۳ میں کتاب انخراج سے منقول
 ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے آیہ ومن عنده علم الکتاب کی تفسیر میں فرمایا واللہ
 ایانا عنی و علیٰ اولنا و افضلنا و خیرنا بعد رسول اللہ - یعنی خدا کی قسم
 یہ آیت ہمارے شان میں نازل ہوئی ہے اور امیر المومنین آنحضرت کے بعد ہم سے افضل اور
 اول اور بہتر ہیں مثل اس کے بحار کی جلد ہفتم باب انہ الذی عنده علم الکتاب
 میں تفسیر عیاشی سے بھی منقول ہے ایضاً بحار کی جلد ہفتم ص ۲۶۱ باب ثمر جبریٰ لہم
 من الفضل و الطاعة ما جرى رسول اللہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے
 آپ فرماتے ہیں رسول اللہ و نحن فی الامر و النہی و الحلال و الحرام مجزئ مجزئ
 واحد فامر رسول اللہ و علیٰ فلہما فضلہما یعنی آنحضرت اور ہم امر و نہی اور
 حلال و حرام میں یکساں ہیں لیکن آنحضرت اور امیر المومنین کی فضیلت خاص انہیں کے
 لئے ہے۔ ایضاً اسی کتاب اور اسی باب میں منقول کتاب الاختصاص مروی ہے
 کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کلنا مجزئ فی الطاعة و الامر مجزئ واحد و
 بعضنا اعظم من بعض یعنی ہم سب اطاعت اور حکم میں مساوی ہیں اور ہمارے بعض
 بعض سے افضل ہیں ایضاً اسی کتاب کے صفحہ (۲۶۱) میں بہ نقل کتاب الاختصاص
 مالک بن عتیق سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی

الاثمة يتفاضلون قال اما في الحلال والحرام فعلمهم فيه سواء وهم يتفاضلون
 فيما سوى ذلك یعنی کیا ائمہ علیہم السلام ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں اپنے
 فرمایا کہ حلال و حرام کے علم میں تو وہ سب برابر ہیں اور اس کے سواے اور امور میں ایک دوسرے
 پر فضیلت رکھتے ہیں۔ **ایضاً** اسی صفحہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حدیث
 مروی ہے جس کا بعض یہ ہے فاعلم ان امیر المؤمنین افضل عند الله من الائمة کلہم
 یعنی بتحقیق کہ امیر المؤمنین علیہ السلام خدائے تعالیٰ کے نزدیک کل ائمہ سے افضل ہیں
 ان احادیث کثیرہ مشہورہ سے ظاہر ہے کہ باوجودیکہ ائمہ علیہم السلام علم میں مساواة کا درجہ
 رکھتے ہیں مگر بعض ائمہ بسبب دوسرے خصائص کے بعض ائمہ سے افضل ہیں اور امیر المؤمنین
 علیہ السلام کل ائمہ سے افضل ہیں علاوہ ان احادیث کے آنحضرت سے باثنا و متواترہ مروی
 ہے کہ آنحضرت کے بعد امیر المؤمنین جملہ مخلوقات سے افضل ہیں جن میں باقی ائمہ بھی شریک
 ہیں اور بحار الانوار کی جلد ہفتم صفحہ (۲۲۸) باب جری لکم من الفضل والطاعة
 میں بعض علماء شیعہ کا کلام جو انہوں نے اعتقادات میں بیان کیا ہے اس طرح منقول
 ہے و يجب ان يعتقد ان افضل الائمة امیر المؤمنین علی بن ابیطالب (الی ان قال) و افضل الائمة
 بعد امیر المؤمنین ولدا الحسن ثم الحسين و افضل الباقرین بعد الحسين اما الزمان اللهم انک ترفیقا الائمة من علیہم
 یعنی یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ امیر المؤمنین کل ائمہ سے افضل ہیں اور آپ کے
 بعد حسن و حسین باقی ائمہ سے افضل ہیں اور حسین علیہ السلام کے بعد امام مہدی صاحب الزمان
 اور ائمہ سے افضل ہیں پھر اور ائمہ علیہم السلام کا مرتبہ ہے چھٹے یہ کہ اگر حدیث عبد اللہ بن
 ولید معتبر ہو تو لازم ہو گا کہ حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام
 سے افضل یا اقلاً مساوی ہوں کیونکہ خدائے تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے و علم آدم کل اسماء کلہا
 یعنی خدا نے کل اسماء آدم کو تعلیم کر دیئے امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں علیہ
 اسماء کل شیء یعنی خدائے تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام تعلیم فرمائے و تفسیر

ایضاً صافی میں ہے بل لرا حبالا ساء حقان الخاوقات یعنی اسما سے مراد جملہ مخلوقات کی حقیقتیں ہیں اس سے ثابت ہوا کہ حضرت آدم حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام سے اعلم تھے کیونکہ حدیث عبد اللہ بن ولید سے ظاہر ہے کہ ان دونوں پیغمبروں کو بعض اشیاء کا علم دیا گیا تھا حالانکہ علماء امامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام آدم علیہ السلام سے افضل تھے جیسا کہ علامہ مجلسی نے حق الیقین کے صفحہ (۱۲) مطبوعہ جعفری میں لکھا ہے ایضاً حدیث صحیح مشہور متفق علیہ میں الفرقین سے ثابت ہے کہ حضرت امیر کا علم حفرة آدم برابر تھا اور حدیث عبد اللہ بن ولید سے پایا جاتا ہے کہ حضرت امیر علم میں حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ سے بڑھ کر ہیں پس نتیجہ یہ کہ حضرت آدم حفرة موسیٰ و حفرة عیسیٰ سے افضل ہیں اور یہ مسلمات کے خلاف ہے سناؤ ہیں یہ کہ اگر معیار مدارج فضیلت فقط علم ہو تو لازم ہوگا کہ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام سے افضل ہوں کیونکہ سلمان فارسی جملہ علوم ادل و آخر کے عالم تھے اور علوم نبی و وحی علیہما السلام کو انہوں نے جان لیا تھا خائنچہ جلد دوم حیوة القلوب باب (۵۸) میں بند معتبر امیر المؤمنین سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا سلمان نے علم اول و آخر کو پایا ہے وہ ایک دریا ہے بے کنار ہیں۔ اور وہ ہم اہل بیت سے ہیں ایضاً اسی باب میں دوسری سند سے یہ حدیث مروی ہے ایضاً اسی باب میں بند صحیح مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا سلمان علم کا دریا ہے کوئی شخص اس کے علم کی انتہا کو نہیں پہنچ سکتا اور وہ علم اول و آخر کے ساتھ مختص ہے ایضاً اسی کتاب کے باب (۵۹) میں بند معتبر مرقوم ہے کہ ملک الموت نے حضرت سلمان سے باتیں کیں ایضاً اسی باب کے صفحہ (۶۰) میں حضرت صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ سلمان علم اول و آخر را دریافت وادریاے بود از علم کہ آخر نمی شد علم او وادریاے اہل بیت است ایضاً اسی باب اور اسی صفحہ میں ہے بند معتبر دیگر از حضرت امام محمد باقر روایت کروہ است (در معنی)

علم اول و آخر کہ مراد انست کہ علم پیغمبر و علم امیر المومنین غائب میر غائب امیر المومنین و انست
 ایضاً اسی باب کے صفحہ (۶۱۴) میں ہے و کشتی بوند معتبر از حضرت امام محمد باقر روایت
 کردہ کہ علی ابن ابی طالب محدث بود و سلمان محدث بود یعنی ملائکہ باہر و سخن می گفتند
 ایضاً اسی باب صفحہ (۶۱۵) میں ہے بوند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ
 از آنحضرت پرسیدند از منے محدث بودن سلمان - فرمود ملک در کوشش سخن می گفت و در
 حدیث معتبر دیگر فرمود کہ ملکہ در ول او نقش می کرد کہ چنین و چنان ایضاً اسی باب و اسی
 صفحہ میں ہے و بوند معتبر دیگر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ سلمان اسلم اعظم را می
 دانست ایضاً اسی باب کے صفحہ (۶۱۶) میں بوند معتبر مری ہے - اصبع بن نباتہ از
 آنحضرت (امیر المومنین) پرسید از فضیلت سلمان - حضرت فرمود کہ چگویم در باب کسی کہ از
 طینت ماخلق شدہ است و روح او بروح مامقرون است - پس اگر معیار مدارج فضیلت فقط
 علم ہو تو لازم ہوگا کہ سلمان فارسی حضرت موسی و عیسی علیہما السلام سے افضل اور حضرت امیر مگر
 آنحضرت کے مساوی ہوں - سعادۃ اللہ الویس یہ کہ علی الترتیل و بفرض محبت حدیث ابن
 مولوی صاحب نے جو دو روایتیں پیش کی ہیں ان میں سے دوسری روایت میں حسین آیت و عن
 علم الکتاب کا ذکر ہے افضلیت سے مطلق بحث نہیں بلکہ امام علیہ السلام نے حضرت
 موسی و عیسی علیہما السلام سے حضرت امیر علیہ السلام کی فقط اعلیٰ ثابِت کی ہے کاغذ
 اور اس سے معیار مدارج فضیلت فقط علم کا ہونا ثابت نہیں ہو سکتا - اور روایت اولیٰ میں امام
 کی زبان پر فقط افضلیت جاری نہیں ہو بلکہ جب راوی حدیث نے عرض کی کہ شیعہ موسی
 و عیسی علیہما السلام کو امیر المومنین سے افضل سمجھتے ہیں تو امام نے امیر المومنین کا اعلم ہونا بیان
 فرمایا - پس ممکن ہے کہ اس سے امام کی مراد مساوات ہو کیونکہ ایک مرتبہ میں حضرت موسی
 و عیسیٰ بڑے ہوئے تھے یعنی وہ پیغمبران اولوالعزم سے تھے اور ایک مرتبہ میں حضرت امیر
 تھے پس مساوی ہوئے اور اس حدیث بھی وال ہے چنانچہ بجا کے مجلد ہفتم باب

ایضاً (امیر المومنین)

انہم علم من الانبیاء میں اسی عبد اللہ بن ولید سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے
 امام محمد باقر علیہ السلام نے پوچھا کہ شیعہ امیر المومنین اور موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کے بارے میں کیا
 کہتے ہیں میں نے عرض کی آپ پر خدا ہوں میں اس بارے میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا (اور یہ بھی
 معلوم نہیں کہ آپ کس حالت کو دریافت فرماتے ہیں حضرت نے فرمایا اسئلک عن العلم
 واما الفضل فہم سو گئے میں فقط علم کو پوچھتا ہوں کیونکہ فضیلت میں وہ سب برابر ہیں
 الخ اس سے معلوم ہوا کہ امام محمد باقر حضرت امیر و حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کو برابر سمجھتے
 تھے نویں یہ کہ علی التشریح ہم نے یہ بھی فرض کیا کہ اس حدیث میں امام نے اعلیٰ سے
 انضلیت پر استدلال کیا ہے مگر یہ استدلال کلیتہً نہیں کیونکہ اگرچہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ پیغمبر
 الوالعزم سے ہیں مگر حضرت امیر ان کے تابع نہیں اور آپ ایک ایسے پیغمبر آخر الزماں کے خلیفہ
 اور نائب اور ایک ایسے شہنشاہ کے وزیر اعظم ہیں جو یہ الانبیاء تھے اسکے علاوہ آپ حضرت
 عیسیٰ و موسیٰ سے اعلم بھی ہیں اسلئے ان سے افضل ہیں۔ مگر اس کا قیاس آنحضرت اور امیر
 کی نسبت نہیں کیا جاسکتا تین وجوہ سے اول یہ کہ آنحضرت استاد اور امیر المومنین شاگرد تھے
 دوم یہ کہ آنحضرت پیغمبر اور الوالعزم حاکم و متبع مطلق تھے اور امیر المومنین آپ کے اشی اور
 آن سوم یہ کہ چند خصائص آنحضرت کو ایسے حال تھے جنہیں امیر المومنین شریک نہیں
 قال و شہید ثانی علیہ الرحمہ کہ در شرح لمعہ عدم مساواة بین محمد ال محمد اذکر فرمودہ و دلیل
 را مخصوص زمان آنحضرت را کردہ صریح است و رانیکہ باعتبار زمان نبوة بنی الملق مساوی
 نیست و دلیل او مقتضی عدم مساواة در زمان آنحضرت است و مقتضی عدم مساواة و زمان
 مابعد آنحضرت نیست و این مفر مساواة بالذات نیست۔

اقول مقام تحیر ہے کہ یہ مولوی صاحب ایک شبہ رکیکہ پیش کر کے چاہتے ہیں کہ شہید
 ثانی کے بالکل صاف اور صحیح کلام کو خراب کریں اور ان کو پناہ بخدا ایک عجیل اور احمق قرار
 دیں کیونکہ جب دو شخص کل مراتب و فضائل میں مساوی ہوں اور تقدم و آخر زمان

حکومت کے سواے اور کسی طرح کا ان میں فرق نہ ہو تو عقلا کے نزدیک ان میں سے ایک دوسرے پر ہرگز افضلیت کا اطلاق نہیں ہو سکتا خصوصاً ان الفاظ کے ساتھ لا یتوہم مساواة
 لا بذات لا یعنی ان دونوں کی مساواة وہم میں بھی نہیں آسکتی اور جہاں قرآن یا حدیث
 یا کلام عقلا میں ہو کہ فلاں شخص فلاں شخص سے افضل ہے تو مقبلاً اور اے الذہن بھی امر ہوگا
 کہ وہ بالذات افضل ہے۔ نہ بالزمان یعنی اس میں ایک ایسی افضلیت موجود ہے جو دوسرے
 میں نہیں مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ امام محمد تقی اور امام علی نقی علیہما السلام کا علم برابر تھا تو اس کے
 سبب سے کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا لا یتوہم مساواة تمہا بذات پس یہ شہید
 ثانی نے شہید اول کے کلام کی شرح میں فرمایا لا یتوہم مساواة اتمم لا بذات لا تو اس سے ظہار
 ظاہر ہوا ہے کہ ائمہ علیہم السلام سے آنحضرت مطلقاً افضل تھے نہ زماناً۔ علی الخصوص ایسی
 صورت میں جب کہ شہید ثانی نے اپنے قول کے اثبات میں یہ الفاظ زیادہ کہے ہوں
لاختصاصہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بمزایا آخرت کیا کوئی ذی فہم آدمی
 کہہ سکتا ہے کہ مزایا آخرت سے مراد تقدم زمان ہے ہرگز نہیں مزایا صیغہ جمع ہے جبکہ
 معنی فضائل کے ہیں اختصاص کے معنی خاص ہونیکے ہیں جس سے مثل اقطاب و شمس
 ہے کہ آنحضرت کی ذات میں ایسی چند فضیلتیں مختص تھیں جو ائمہ میں نہ ہیں جس کے سبب
 آنحضرت ائمہ سے افضل تھے۔ غور کا مقام ہے کہ شہید اول کے اس کلام (عقلوا انہ
 ما عن جبرئیل عقلہ سے چونکہ مساوات کا شبہ ہوا تھا اس لئے شہید ثانی نے اپنے اس عبارت
 لا یتوہم مساواة اتمم لا بذات لا سے اس شبہ کو دفع فرمایا اور دلیل عدم مساواة یہ
 بیان کی لاختصاصہ عنہم بمزایا آخری صیغہ نسبتہم الیہ کہ نسبتہ غور
 من الرعیۃ الیہم یعنی ائمہ کی مساوات کا وہم بھی آنحضرت کے ساتھ اس لئے نہیں ہو سکتا
 کہ آنحضرت کسی فضائل میں ائمہ سے اختصاص رکھتے ہیں اور وہ فضائل ایسے ہیں جنکی وجہ
 سے ائمہ کی نسبت آنحضرت کی طرف مثل نسبت غیر ائمہ ہے ائمہ کی طرف۔ اس مثال کے

مثل آفتاب عالم تاب روشن اور ظاہر ہے کہ جس طرح غیر ائمہ کسی زمانہ میں ائمہ کے برابر
 نہیں ہو سکتے اسی طرح ائمہ علیہم السلام کسی زمانہ میں آنحضرت کے مساوی نہیں ہو سکتے
 اور اس عدم مساوات کی دلیل چند فضائل سے آنحضرت کا اختصاص ہے کہ وہ فضائل
 ائمہ میں نہ تھے یعنی مرتبہ نبوت و رسالت و ختمیت آنحضرت اور وہ قوت روحانی اور
 صفت کمال جو مستحق ختم نبوت و مستلزم رسالت آنحضرت ہے پس جب شہید ثانی نے
 اختصاص مزایا آخر کو عدم توہم مساوات کی دلیل قرار دیا تو اس سے ایک باموش
 انسان ہرگز نہیں سمجھ سکتا کہ اسے مراد تقدم زمان ہی کیونکہ اولایہ کوئی فضیلت نہیں ثانیاً تراجم ہر اوقعہ
 زمان احداثاً تقدم زمان تخصیص ہر امام و دوسرے امام پر مقدم ہے۔ پس مزایا آخر سے اسے
 چند فضائل مراد ہونا ضروری ہیں جو خاص آنحضرت کی ذات میں ہوں اور ائمہ ان میں شریک
 نہ ہوں **اختصاص مزایا آخر اتنے بڑے و لفظ ہیں جو ہر شخص دیکھ سکتا ہے مگر**
سمجھنے کے لئے ذرا سی عقل ضرور ہے الیٰ اصل اسکے بعد شہید ثانی نے جو یہ عبارت لکھی ہے
 لا غم علیہم السلام فی وقتہ من جملة و حیات اس سے بھی یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی
 کہ آنحضرت کے بعد ائمہ مطلقاً آپ کے مساوی ہو گئے کیونکہ مخفی نہیں ہے کہ زمانہ اسلام
 میں تمام انسان تین قسم کے ہیں۔ اول متبوع و مطلع مطلق یعنی کسی زمانے میں وہ کسی بشر کا
 تابع و مطیع نہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ خود آپ نے فرمایا کنت نلیساً
 و اد مر بین اللاء و الطین دوسرے کسی زمانہ میں مطیع و محکوم اور کسی زمانہ میں مطاع
 و حاکم اور کسی کی نسبت تابع اور کسی کی نسبت متبوع۔ وہ ائمہ علیہم السلام ہیں کہ آنحضرت کی
 نسبت تابع مطلق اور آپ کے زمانے میں تابع اور آپ کے بعد عامہ خلائق کی نسبت متبوع۔
 تیسرے تابع و محکوم مطلق جیسے عامہ خلائق پس شہید ثانی اعلیٰ اللہ مقامہ نے عبارت
 مذکور سے اسی طرف اشارہ کیا ہے مگر یہ دیکھنا چاہیے کہ آنحضرت کی وجہ متبوعیت کیا چیز
 اور ائمہ کی وجہ متبوعیت کیا۔ آنحضرت کی وجہ متبوعیت وہی چند مراتب سے آپ کا اختصاص

ہے اور لفظ اختصاص اس امر پر فرض ہے کہ ائمہ کو وہ مراتب حاصل نہ تھے معلوم ہے کہ آنحضرت نبی مرسل اولوالعزم کافہ بشر پر مبعوث تھے اور تاقیامت آپ کی نبوت و شریعت باقی ہے پس متبوع مطلق ہوئے اور جب تک آپ کی نبوت اور شریعت باقی ہے اور جب تک کوئی ایسا پیغمبر نہ آئے کہ وہ ایک نئی شریعت لائے اور آپ کے احکام منسوخ کر دے تب تک آپ کی متبوعیت باقی ہے اور جب تک آپ کی متبوعیت باقی ہے ائمہ علیہ السلام کی تابعیت باقی ہے پھر مساوات کیسی۔ ایضاً شہید ثانی نے (فی وقتہ) کی قیاسیہ ائمہ کے رعیت ہونے میں اس لئے لگائی کہ ائمہ میں دو چیزیں تھیں۔ آنحضرت کے زمانہ میں رعیت مثل غیر ائمہ اور آنحضرت کے بعد بہ نسبت عامہ خلافت متبوع و حاکم اور بہ نسبت آنحضرت تابع پس ائمہ علیہم السلام کو غیر ائمہ سے فرق کرنے کے لئے انہوں نے کہا (لا ینفک علیہم السلام فی وقتہ من جملة رعیتہ) ایضاً ہر خدیوہ کلام لفظاً مؤخر ہے مگر معنی (لا اختصاصاً عنہم بمزایا اخر)۔ پر مقدم ہے کیونکہ آنحضرت کا راعی و سلطان ہونا دلیل ہے عدم مساوات کی اور آپ کا کمئی فضائل سے مختص ہونا دلیل ہے راعی و سلطان ہونے کی۔ خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ آنحضرت چند فضائل یعنی اولوالعزمی اور ختم نبوت اور اسکے مختصات سے مستفید تھے اس لئے جملہ نبی آدم کے بادشاہ تھے اور چونکہ آپ کل کے بادشاہ تھے اس لئے ائمہ سے افضل تھے۔ اور حقیقتہ وجہ افضلیت وہی اختصاص بمزایا اخر ہے۔ والحمد للہ۔

قال و معلوم است کہ حکم عام را تعلیل خاص مخصوص می کنند مثلاً قول طبیب بمریض کہ نخور مار را کہ ترش است پس او مریض منع خوردن ہر مار نہ نموده بلکہ حکم بمنع خوردن بر ترش کرده **اقول** اس مقام پر طبیب و مار کی مثال پر شہید ثانی نے قول کو قیاس کنزاً قیاساً مع الفارق ہے کیونکہ بعض حکم عام کی توقیت بوقت خاص بوجہ من الوجوہ صحیح ہوتی ہے حالانکہ وہ حکم عام حقیقتہ اپنے عموم پر باقی رہتا ہے جیسے قولہ تعالیٰ مالاک یوم الدین یہاں خلاق عالم نے اپنے مالکیت کو روز قیامت سے مقید و موقت فرمایا ہے اس سے یہ بات

لازم نہیں آتی کہ خداے تعالیٰ دنیا کا مالک نہیں۔ اس کے علاوہ اصل دلیل افضلیت آنحضرت
اختصاص آنحضرت ہے بزیار انرا اور وہ مطلق ہے یعنی موقت بزبان نہیں ہے۔ پس اگر
مرفوع ہوا اور طبیب و انار کی مثال غلط ٹھہری فافہم ولا تکن من الغافلین۔

قال وہم عالم موصوف است لال میفرماید ہر کہ مساوات قائل است و بیچ قیدی
از قیود و نمودہ ثابت است کہ قائل مراتب اربعہ امامت و ولایت و نبوت و رسالت
از برائے محمد آل محمد شدہ است و بغیر اعتقاد نبوت و رسالت ائمہ قول مساوات محمد
و آل محمد بے معنی است و نسبت قول بے معنی بعلمائے فرقہ امامیہ تضحیح نوع است۔
اقول کئی وجہ سے باطل ہے **اول** یہ کہ ثبت العیش شر العیش کوئی
عالم شیعہ آنحضرت اور اہل بیت کی مساوات مطلقہ کا قائل نہیں جس کی تحقیق تفصیل
میں کی گئی و دوسرے یہ کہ جن علما کو ان مولوی صاحب نے قائل مساوات ٹھہرایا ہے
انہوں نے تصریح کی ہے کہ آنحضرت افضل عالم ہیں اور آپ پر نبوت ختم ہو گئی ہے
باوجود اسکے پھر قائل نبوتہ ائمہ ہونا عین تعارض ہے اور علمائے شیعہ کی نسبت قول
متعارض کا دعویٰ تضحیح نوع ہے **تیسرے** یہ کہ خود یہ مولوی صاحب نبوتہ و رسالت
ائمہ کو وصایت سے تعبیر کرتے ہیں اور آنحضرت کی نبوتہ و رسالتہ نہیں بلکہ حکم خدا
نسخ شرایع سابقہ و ایجاد شریعت تازہ ہے پس فرق موجود اور وصایتہ ائمہ وہی امامتہ
و ولایت ہے پھر مراتب اربعہ مفقود۔

قال و قول بہ نبوتہ و رسالتہ ائمہ خلاف ضروری اسلام نیست زیرا کہ فرقہ مہدویہ از
فرق اسلام است و کثیر التعداد و قائل بہ نبوت و رسالت سید محمد صاحب جو پوری است
و فرقہ قادیانیہ کہ از فرق اسلام است قائل بہ نبوتہ و رسالتہ مرزا غلام احمد صاحب
قادیانی است۔ و ایں فرقہ ہم کثیر التعداد و چند لک است و ہمیں قول بہ نبوتہ و رسالتہ
ائمہ خلاف ضروری مذہب نیست زیرا کہ فرقہ شیخیہ کہ یکے از فرق شیعہ اثنا عشریت

قائل بہ نبوتہ شیخ احمد احسانی است کما هو المنقول عنہم۔

اقول واللہ الموفق کئی بحثوں میں اس کا ابطال کیا جاتا ہے۔ اول یہ کہ آنحضرت

کے بعد کسی کی نبوتہ کے اعتقاد کو خلاف ضروری دین اسلام بنانا بدیہیات کا انکار کرنا ہے جو عین سفسطہ ہے جانتا چاہئے کہ جو چیز قرآن شریف میں منصوص یا

اسلام میں متواتر ہے وہ ضروری دین اسلام ہے اور اس کا منکر خارج از دین اسلام ہے چنانچہ علامہ مجلسی نے حق الیقین کے صفحہ (۱۲) مطبوعہ جعفری میں لکھا ہے ”انچہ در

قرآن مجید وارد شدہ نبوتہ ایشان ضروری دین اسلام است۔“ ایضاً کتاب مذکور کے صفحہ (۳۳۳) میں بعض امور ضروری دین اسلام مثل نماز و روزہ وغیرہ بیان کر کے

لکھا ہے۔ ”و اکثر ضروریات دین در عرض این رسالہ سابقاً مذکور شد و غیر انہا از اموریکہ متواتر و معلوم باشد نزد عامہ مسلمانان۔ پس آنحضرت پر نبوتہ کا ختم ہونا اور آپ کے بعد

قیامت تک کسی پیغمبر کا نہ ہونا اسی قبیل سے ہے جس پر آیہ و خاتم النبیین و حدیث متواتر الا اللہ لا نبی بعدی اور دوسری اخبار متواترہ نص ہیں۔ چنانچہ حدیث

سلطانیہ کے باب سوم صفحہ (۲۷۶) میں سید العلماء مولانا ابی حنین اعلیٰ الشریعہ مقامہ فرماتے ہیں ”و از خصائص آنحضرت ختم نبوت است۔“ بر آنحضرت کہ از جملہ متواترات است

انخ اب ہم اپنے مدعا پر ایک ایسی دلیل قطعی پیش کرتے ہیں جس کا انکار کوئی ایماندار نہیں کر سکتا مخفی نہ رہے کہ جملہ علماء امامیہ نے کتب فقہیہ کی کتاب اکھروہ فصل قذف

میں باتفاق لکھا ہے کہ آنحضرت کے بعد جو شخص دعویٰ نبوت کرے اس کا قتل واجب ہے اور اسکی شرح میں تمام علماء اعلام نے تحریر فرمایا ہے کہ چونکہ آنحضرت پر نبوتہ کا ختم ہونا ضروری

دین اسلام سے ثابت ہے لہذا آپ کے بعد دعویٰ نبوت کفر اور ارتداد ہے اور مرتد کی سزا قتل ہے چنانچہ شرح لمعہ کی فصل قذف میں مرقوم ہے ”و یقتل مدعی النبوت بعد

النبوت ختم الانبیاء من الدین صوریۃ فیکون دعواھا کفرًا یقتل بہ“

پیغمبر کے بعد جو شخص دعویٰ نبوت ہو وہ قتل کیا جائیگا کیونکہ آنحضرت پر نبوت کا ختم ہونا ضرورۃ
 دین اسلام سے ثابت ہے پس آپ کے بعد دعویٰ نبوت کفر ہے دوسری بحث
 یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو قول نبوت ائمہ مخالف ضروری اسلام ہونے میں فلان اور
 فلان کے دعویٰ نبوت کی مثال پیش کی ہے وہ دو وجہوں سے باطل ہے وجہ اول یہ کہ
 فرقہ مہدیہ ہرگز یہ محمد صاحب جو نبوت کی نبوت و رسالت کا قائل نہیں من ادعیٰ علیہ
 البیاء لوگ فقط اس امر کے معتقد ہیں کہ صاحب موصوف مہدی موعود ہیں اور خود صاحب
 موصوف نے بھی اپنی کسی تصنیف میں اپنی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور فرقہ مہدیہ اس
 معترف ہے کہ آنحضرت پر نبوت و رسالت ختم ہو چکی۔ اور فرزا غلام احمد صاحب
 قادیانی نے اکثر مقامات میں صاف طور پر اقرار کیا ہے کہ آنحضرت پر نبوت ختم ہو چکی
 اور اس کے منکر کو وہ کافر کہتے ہیں چنانچہ فاضل معاصر جناب مولانا مولوی سید علی حیدر
 صاحب رسالہ اصلاح (نمبر ۳) جلد (۱۹) باب ۱۰ میں تحریر فرماتے ہیں
 وہ ختم نبوت آنحضرت پر جو کسی زمانہ میں شبہ نہیں ہوا تھا لہذا اسے کبھی تسلیم
 اٹھانے کی نوبت نہیں آئی گراں چونکہ فرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے صاحبزادی
 میاں بشیر احمد خلیفہ دوم بنے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کسی طرح آنحضرت کے خاتم النبیین
 ہونے کو باطل کریں لہذا قرآن اور اس کے تفاسیر سلسلہ اہل سنت سے ثابت کیا گیا کہ
 حضرت کے خاتم النبیین ہونے پر تمام مسلمانوں کا اتباع قرآن اتفاق ہے اب خود فرزا
 صاحب انجہانی کے اقراروں کو بھی سن لیجئے۔ پھر جناب ممدوح نے کئی اقوال فرزا صاحب
 کے نقل کئے ہیں جن میں سے حق یہ ہیں بعض عبارتیں نقل کرتا ہے۔ اول اس طرز
 (فرزا غلام احمد) نے سنا ہے کہ اس شہر مدینہ کے بعض اکابر علماء مسیری نسبت یہ الزام
 مشہور کرتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا دعویٰ ملائک کا منکر بہشت و دوزخ کا انکار می اور ایسا ہی جو
 جبریل علیہ السلام اور معراج نبی سے بالکل منکر ہے لہذا میں اظہار الحق عام و خاص اور

تمام لوگوں کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر اقرار ہے میں نہ نبوت کا مدعی اور نہ
 منجرت اور ملائکہ اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی
 عقائد میں داخل ہیں (الی ان قال) اور سیدنا مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلعم ختم المرسلین کے
 بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں میرا یقین ہے کہ وحی
 رسالت حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع اور جناب محمد مصطفیٰ پر ختم ہو گئی (دین الحق صفحہ ۲۸)
 باب اول صفحہ ۲۸) وہم یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ کسی حیر کا خاتمہ اسکی علت غائی
 کے اختتام پر ہوتا ہے جیسے کتاب کہ جب کل مطالب ہو جاتے ہیں تو اسکا خاتمہ ہو جاتا
 ایسی طرح پر رسالت اور نبوت کی علت غائی رسول اللہ پر ختم ہوئی اور یہی ختم نبوت کے
 معنی ہیں کیونکہ یہ سلسلہ ہے جو چلا آیا ہے اور کامل انسان پر اگر اس کا خاتمہ ہو گیا ہے (دین الحق
 صفحہ ۶) سو ہم میں جناب خاتم الانبیاء کے ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو
 اسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں (دین الحق صفحہ ۱۲۹) پس مزار صاحب
 کے ان اقوال سے آنحضرت پر نبوت کا ختم ہونا اور آپ کے بعد کسی نبی کا نہ ہونا بخوبی ظاہر ہے باوجود
 ان اقرارات کے اگر خود مزار صاحب نے کہیں نبوت کا دعویٰ کیا ہے یا ان کے مرید انہیں غیر
 مانتے ہیں تو مزار صاحب کی تصحیح کے موافق وہ سب دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

تیسری بحث یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو کھا ہے کہ قول نبوت ائمہ خلاف ضروری
 مذہب بھی نہیں۔ کیونکہ فرقہ شیعہ جو فرق شیعہ اثنا عشریہ سے ہے شیخ احمد احسائی کی نبوت
 کا قائل ہے یا پس وجوہ غلط ہے کہ فرقہ شیعہ کا بھی شیخ مذکور کی نبوت کا قائل ہونا غلط ہے
 نہ خود شیخ احمد احسائی نے کبھی دعویٰ نبوت کیا۔ اور نہ ان کے مرید اسکے قائل ہیں کتاب
 قصص العلماء میں شیخ احمد احسائی کا تفصیلی حال مرقوم ہے اگر وہ مدعی نبوت ہوتے تو یہ ذکر
 بھی اس میں ضرور ہوتا اور جن امور کے سبب شیخ مذکور کی تکفیر ہوئی وہ دوسرے ہیں چنانچہ
 قصص العلماء میں صفحہ ۴۰ سے (۴۴) تک مرقوم ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ وہاں شیخ

در مسألی کہ موجب تکفیر و گشت چند مسئلہ است مسئلہ اولی معاد است شیخ معاد را بحکم خود
 قلیا (عالم ارواح) مئی بلاند و شیخ در معراج تیز بہین سبیل مشی کردہ میگوید کہ در زمان عروج علاج
 معارج نبوت حضرت ختمی مرتبت بمعراج جز خاک و آبی را بر زمین انداخت و جز ہوائی
 را در گرفتہ ہوائی انداخت و جز زماری را در کردہ مار گراشت و با ہاں اجزاء کہ از افلاک
 تہ ماخوذ بود با فلاک رفت و این مسئلہ دوم از مسائل خلافیہ میان شیخ و فقہاء است مسئلہ
 سوم آنست کہ شیخ احمد ائمہ را علل اربعہ میدانند ہم صوریہ ہم غائیہ ہم ماویہ ہم فاعلیہ و این
 خلاف ضروری مذہب امامیہ است۔ شیخ احمد احسانی کے ان اقوال کی کفریہ کی تردید میں حسب
 قصص العلماء فرماتے ہیں: و این کلمات او مہین ہا نبوت العنکبوت است۔ اما جمالا پس خیار
 بسیار از ائمہ اطہار و روایات کہ نسبت خلق و رزق را بائمہ و ادن موجب کفر و ضلالہ است این
 گروہ یا منقوضہ حلقیہ نامند و ایشان قائلند باینکہ خداوند عالم تفویض نمود خلق و رزق را بامام
 و صاحب الامر در توقیع نوشتہ کہ ہر کہ یکی از من و آبائے من چنین نسبت دہد من دیدہ را نعم از
 او بیزاریم۔ و علامہ مجلسی نیز مانند ہمہ علماء این طائفہ را تکفیر نمودہ اند و حقیقتہ ہم طائفہ
 کافرانہ است بطریق خاص (قصص العلماء صفحہ ۴۴) پس بھی تین مسئلہ بحث تکفیر شیخ احمد احسانی
 ہوئے ایضا شیخ احمد احسانی کی مولفہ کی کتابیں اور ان کے شاگرد رشید سید کاظم رشتی کے بھی
 کئی تصنیفیں دائرہ سائر میں ہیں اگر یہ مولوی صاحب شیعہ ہیں تو دکھلا دیں کہ شیخ نے فلاک
 کتاب میں دعوی نبوت کیا ہے یا سید کاظم رشتی نے ان کی طرف اس کی نسبت دی ہے ہوائی
 ملکہ فلک چوتھی بحث یہ کہ آنحضرت کے بعد اگر کوئی شخص مدعی نبوت ہو یا کسی کے تابعین
 اس کی نبوت کے قائل ہوں تو اس سے ہرگز یہ بات لازم نہیں ہوتی کہ آنحضرت پر نبوت کا
 ختم ہوا اور آپ کے بعد کسی نبی کا نہونا ضروری دین اسلام نہیں۔ ضروریات دین اسلام کے
 لئے یہ شرط نہیں ہے کہ قیامت تک کوئی شخص اسکا منکر نہ ہو۔ معلوم ہے کہ بعض نے فلاک
 کو خدا کھا (تفسیری) بعض نماز و روزہ و زکوٰۃ وغیرہ کے وجوب کے منکر ہیں (باطنی بعض

ہر نماز کی دو ہی رکعتیں فرض سمجھتے ہیں بعض معاد جسمانی کا انکار کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ فرق
اسلام کے معتقدات دیکھنے جائیں تو ظاہر ہوگا کہ بہت سے فرقوں نے بہت سی ضروریات
اسلام کا انکار کیا ہے تو کیا ان کے انکار سے یہ امور ضروریات اسلام کے خارج ہوں گے
یا خود منکرین خارج از دین اسلام ہوں گے بیشک وہ لوگ جو منکر ضروری اسلام ہیں خارج
از دین اسلام ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بعض مدعیان اسلام سے کسی امر ضروری دین
اسلام کا انکار ثابت ہوا تو جملہ علماء اسلام نے ان کی تکفیر اتفاق کیا اور قول تہق علیہ
یقتل مدعی النبوة اسی قبیل سے ہے ملاحظہ ہو شرح لمعہ تبصرہ علامہ
ارشاد الاذہاں۔ شریع الاسلام۔ جو امہ الکلام۔ وغیرہ وغیرہ۔

قال پس چون ثابت شد کہ مسلمانان ہندو محمدیہ قائل اند بہ نبوت و رسالت بعض افراد
اسلام پس ثابت شد کہ بنی و رسول نبیوں کے پس از موجودات بعد زمان آنحضرت نہ ضروری
تو نہ ضروری نہ بطل شد قول کہ مدعی است باینکہ اعتقاد بہ نبوة کسی بعد زمان
آنحضرت خلاف ضروری اسلام است۔

اقول ہماری تحریرات بالا سے مثل آفتاب نصف النہار ظاہر اور آشکار ہوا کہ آنحضرت کے
بعد نبوت کا دعویٰ بیشک خلاف ضروری اسلام ہے۔ اور ہرگز ممکن نہیں کہ کوئی شخص آنحضرت
کے بعد کسی کی نبوة کا قائل ہو اور مسلمان رہ سکے۔ اور کوئی شخص کسی امر ضروری اسلام کا منکر ہو
اور مرتد نہ ٹھہرایا جائے۔ دیکھئے جب شیخ احمد احسانی نے تین ایسے مسائل میں جو ضروری اسلام
ہیں علمائے اختلاف کیا تو جملہ علماء عرب و عجم نے انکی تکفیر کی چنانچہ انکے مکفرین میں سے بیشک
علماء کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں اول فاضل ستی حاجی ملا محمد تقی قزوینی الملقب بشہید
الث صاحب کتاب مجالس السقین۔ دوم العالم الاجل الامام آقا سید مہدی خلیف آقا
سید علی صاحب شرح کبیر۔ سوم استاد الفقہاء شریف العلماء استاد شیخ مرتضیٰ انصاری صاحب
حجتہ منظرہ۔ چارم عالم جلیل حاجی ملا محمد جعفر استرآبادی صاحب مایں العلوم۔ پنجم مہتمم

نبیل ملا آقائے دربندی صاحب اسرار الشہادات ششم الفقیہ العظیم آقا سید ابراہیم مصنف کتاب
 دلائل الاحکام فی شرح شرائع الاسلام ہفتم عالم منقول و منقول شیخ محمد حسین صاحب فصول
 ہشتم فقیہ لائانی آقا شیخ محمد حسن نجفی مصنف کتاب استیلاب جواہر الکلام فی شرح شریع الاسلام
 ملاحظہ ہو قصص العلماء صفحہ (۴) اور فرارے قادیانی کے جن اقوال پر انکی تکفیر کی گئی ان کے
 منجملہ یہ قول بھی ہے جو ان کے بعض مصنفات میں مرقوم ہے "میں وہی رسول احمد ہوں جس کی
 بشارت قرآن مجید میں سورہ صف میں حضرت عیسیٰ کے اس قول میں منقول ہے و مبعثنا برسول
 یاتی من بعدی سمۃ احمد پس ان عقاید کی نظر سے علماء پنجاب و ہندوستان نے
 مرزا صاحب قادیانی کے حق میں یہ فتوے لگایا ہے جو رسالہ اشاعت السنۃ نمبر (۶) جلد (۱۳)
 میں چھپ کر شائع ہوا ہے کہ "یہ شخص اسلام سے خارج ہے اور متبع اور گمراہ ہے مسلمان اس سے
 احتراز کیا کریں نہ اسکو سلام کریں نہ دعوت مسنون میں بلائیں اور نہ اس کے پیچھے نماز میں اقتدا
 کریں اور وہ اگر ان ہی عقاید پر مجاہدے تو اسکا جنازہ نہ پڑھیں" اور مرزا صاحب اور ان کے
 مریدین کی نسبت جن علماء اہل سنت نے کفر کا فتوے دیا ہے انکے اسماء نامی ذیل
 ہیں۔ مولانا مولوی ابوسعید محمد حسین بٹوالی صاحب رسالہ اشاعت السنۃ۔ مولانا مولوی نظیر حسین صاحب
 دہلوی۔ مولوی رشید احمد صاحب۔ مولوی غفر الرحمن صاحب دیوبندی۔ مولوی محمد شفیع علی صاحب
 مدرس مدرسہ دیوبند۔ مولوی محمد محمود صاحب۔ مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی۔ مولوی غلام رسول
 صاحب حق قاسمی۔ مولوی ابوعبید احمد اللہ صاحب امرتسری۔ مولوی محمد علی صاحب واعظ
 مولوی محمد اسحق صاحب مفتی پٹیل۔ مولوی محمد یاد صاحب پیش نماز مسجد طلانی لاہور۔ مولوی
 غلام احمد صاحب مدرس اول مدرسہ نعمانیہ لاہور۔ مولوی عبداللہ صاحب مدرس دوم
 مدرسہ مذکور۔ مولوی غلام محمد البگوئی امام مسجد شاہی لاہور۔ ملاحظہ ہو رسالہ اشاعت السنۃ جلد نوں
 بابۃ ۳۲ ہجری صفحہ (۱۳۵) انکے سوائے اور بہت سے علماء اہل سنت نے مرزا صاحب اور
 انکے مریدین کے کفر کا فتوے دیا ہے ملاحظہ ہو رسالہ اللہ و العقاب علی المیج الکذاب ۱۳۲

اس کے کفرین قادیانی صاحب

اب ہم چاہتے ہیں کہ اس مقام پر چند ایسی حدیثیں نقل کریں جو اس امر پر قاضی ہیں کہ آنحضرت پر نبوت ختم ہو گئی اور آپ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں اور یہ قطعاً متواتر بالمعنی ہیں۔

پہلی حدیث عمر اور سلمہ انبائے حضرت ام سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک حج میں سنا کہ آنحضرت نے حضرت امیر کی نسبت فرمایا: **وہو منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ الا ان اللہ ختم النبوة لی فلا نبوة بعدی** یعنی علی میری نسبت ایسے ہیں جیسے ہارون موسیٰ کی نسبت تھے مگر خدا سے تعالیٰ نے مجھ پر نبوت ختم فرمادی ہے پس میرے بعد نبوت نہیں ہے بخاری جلد (۹) باب حدیث المنزلۃ۔

دوسری حدیث کتاب ہدایت میں ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت نے امیر المومنین سے فرمایا: **الا ترضی ان تكون منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ الا انک لست بنبی** یعنی یا علی کیا تم راضی نہیں کہ میری نسبت ایسے ہوں جیسے موسیٰ کی نسبت ہارون تھے مگر بیشک تم پیغمبر نہیں بخاری جلد (۹) باب حدیث المنزلۃ۔

تیسری حدیث کشف الغمہ میں جابر بن عبد اللہ انصاری سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا: **یا علی لک فی المسیح ما یحلی الی الا ترضی ان تكون منی بمنزلہ ہارون موسیٰ الا ترضی** یا علی میں جو چیز مجھے جائز ہے وہ تم کو بھی جائز ہے کیا راضی نہیں کہ تم میری نسبت ایسے ہو جیسے موسیٰ کی نسبت ہارون تھے بغیر نبوت کے بخاری جلد (۹) باب حدیث المنزلۃ ایضاً حیوۃ القلوب کی دوسری جلد پان غزوہ تبوک میں نقل تفسیر امام حسن عسکری امام زین العابدین سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا: **یا علی آیا تم خواہی کہ نسبت تم بن نسبت ہارون باشد موسیٰ و رہمہ چیز بغیر پیغمبری۔** اور خاص یہ حدیث ابن الفاط چارہند سے مروی ہے جسکی تفصیل آخر کتاب ہذا میں آئیگی۔

چوتھی حدیث نہج البلاغہ کے خطبہ (۳۷-۲) میں امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں (سمعت رتۃ الشیطان حین نزل الوہی علیہ فقلت یا رسول اللہ ما هذه الرتۃ فقال

هذا الشيطان قد نئس من عبادته انك تسمع ما سمع وترى ما ترى لا انت
 لست بنبي لکنک وزیر واندک بھی یعنی ایک مرتبہ جب آنحضرت پر وحی نازل ہوتی تھی میں
 نے مالہ شیطان کو سنا حضرت سے عرض کی یا رسول اللہ یہ کیسا مالہ ہے آپ نے فرمایا یہ مالہ
 شیطان ہے جو اپنی اطاعت سے مایوس ہو کر فریاد کر رہا ہے یا علی میں جو سنا ہوں تم بھی سنتے
 ہو اور میں جو دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو مگر تم پیغمبر نہیں ہاں وزیر ہو اور ہمیشہ خیر پر ہو محصلہ
 بحار جلد (۹) از کشف الغمہ و کلمہ حق صفحہ (۱۰)۔

پانچویں حدیث مجلد ہفتم بحار کے باب الارواح التي فيهم واغمر موئلا دن بروج
 میں مرقوم ہے عن عمران بن اعین قال قلت لابی عبد اللہ السلام
 انتم قال لا الخ۔ یعنی حران بن اعین نے امام جعفر صادق سے عرض کی کیا آپ
 لوگ پیغمبر ہیں فرمایا نہیں۔ حران نے عرض کی ایک شخص نے جو میرے نزدیک غیر مہم ہے بیان
 کیا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہم انبیاء ہیں۔ امام نے فرمایا وہ ابو الخطاب ہوگا۔ حران نے عرض
 کی ہاں امام نے فرمایا اذا اخرج الخ یعنی اگر میں ایسا کہوں تو حقیقتہً نہ بیان گو ہو گا الخ علامہ مجلسی
 امام کے اس قول کی شرح میں کہتے ہیں: یعنی یہ بات میں نے نہیں کہی ہے اور ابو الخطاب نے
 مجھ پر پتہ کیا ہے اگر میں ایسا کہتا تو میرا کلام نہ بیان ہوتا اور مجھ جیسے آدمی سے ایسے نہایت
 صادر نہیں ہو سکتے۔ لنتہ

چھٹی حدیث بیچ البلاغ میں مرقوم ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں
 آنحضرت کی پیغمبری پر جو خدا کے بندے اس کے رسول اس کے بزرگزیدہ اس کے دوست اس کے
 خلیل ہیں خدا نے آپ کو اچھے زمانہ میں اور بوقت فترۃ (زمانہ میاں دو پیغمبر) و کفر
 اپنے بندوں پر رحم کر کے اور مزید احسان فرما کے مبعوث فرمایا ختم بہ بنو تہ و قویہ حجتہ
 و کرمی صفحہ (۱۰) اور اپنی بنوۃ آپ پر ختم فرمادی اور اپنی حجتہ کو آپ کے سبب سے قوی کر دیا۔
 ساتویں حدیث حیات القلوب کی جلد دوم باب (۶) صفحہ (۱۰۰) مطبوعہ نو لکچور

میں سید مقبرہ جابر بن عبد اللہ انصاری سے ایک طویل حدیث مروی ہے اس کا بعض یہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا۔ مرا عاقب نامید زیرا کہ من از عقب پیغمبران آدم و بعد من پیغمبری نیست (الی ان قال) و منم مقفے کہ از قفلے انبیاء مبعوث شدم یہ حدیث بحار الانوار کی جلد ششم میں با سناد کثیرہ مشہورہ مروی ہے۔

اٹھویں حدیث حیوة القلوب کی دوسری جلد باب (۱۳) صفحہ (۱۲۴) مطبوعہ نو لکثوریں مرقوم ہے در احادیث صحیحہ و معتبرہ از امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام منقول است کہ جبیر بن علیہ السلام برائے حضرت رسول صلعم دو انار آورد از بهشت و با آنحضرت واپس یکے را تناول نمود و دیگری را بدو نیم کرد و نصف را بامیر المومنین داد و نصف را خود تناول نمود و فرمود کہ یا علی انار اول را کہ ہمہ خوردیم بسبب پیغمبری بود و ترا در آن نصیبی نبود۔ دانا دوم علم بود و تو شریک من نہستی در علم۔

نویں حدیث ابن بابویہ و سید ہاشم بحرانی اور صاحب جوامع الاخبار نے روایت کی ہے کہ محمد بن حرب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ بتوں کے توڑنے کے لئے امیر المومنین نے کیوں آنحضرت کے دوش مبارک پر پاؤں رکھے اور کیوں آنحضرت امیر المومنین کے دوش اقدس پر سوار ہوئے آپ نے فرمایا۔ قال النبی رسول اللہ نبی و امام علی و امام لیس بنی و لا رسول فہو غیر مطبق بحکم التفتال النبوة صاخصاً (کلمہ حق صفحہ ۱۲) یعنی آنحضرت بنی و رسول بھی تھے اور امام بھی تھے اور امیر المومنین فقط امام تھے بنی و رسول نہ تھے پس نبوت کے اٹھانیکل آپ میں قوت نہ تھی انتہی بخصلاً ایضاً حق الیقین کے صفحہ (۸۰) مطبوعہ جعفری میں امیر المومنین علیہ السلام مروی ہے کہ آپ نے فرمایا چون حضرت رسول بردوش من نشست از برائے ثقل رسالت و جلال نبوة نتوانستم آنحضرت را حرکت واپس حضرت بستم فرمود و بزیر آمد و مرا بردوش خود سوار کرد

دسویں حدیث حیوة القلوب کی پہلی جلد مطبوعہ نو لکثوریں ایک طویل حدیث

ہدوی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے بند موقوف از حضرت امام رضا و بند معتبر از حضرت صادق علیہ السلام
منقول است (بیان دونوں اماموں نے حضرت نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کا ذکر
کر کے فرمایا) پس پیغمبری کہ در ایام حضرت عیسیٰ و بعد از او بودند بر شریعت و منہاج او و
تابع کتاب او بودند تا زمان پیغمبر پس این پنج نفر اولو العزم اند و بھترین انبیاء و رسلند و شریعت
محمد مصطفیٰ صلعم نسخ نمی گردد تا روز قیامت۔ و پیغمبری بعد از ان حضرت نیست و حلال
او حلال است تا روز قیامت و حرام او حرام است تا روز قیامت پس ہر کہ بعد از ان خفہ
و دعوی پیغمبری کند یا بعد از قرآن کتابی بیاورد و دعوی کند کہ از جانب خدا است۔ پس
خون او مباح است بر اے ہر کہ بشنود این را کذا فی عیون الاحبار۔

گیارویں حدیث حق الیقین کے صفحہ (۳۳۵) مطبوعہ جعفری میں مرقوم ہے امام
رضا در رسالہ شرائع دین کہ از برائے مامون نوشتہ است فرمودہ است کہ محض خالص
اسلام آنت کہ گوہی بدی کہ نہ را یگانہ است و شریک نہ دارد و مثل او چہیز نیست و
محمد صلعم بندہ او و رسول او است و خاتم پیغمبران است و بھترین عالمیائے است و پیغمبری
بعد از نیست لمخصاً۔

بارویں حدیث حیوۃ القلوب کی دوسری جلد کے پہلے باب میں مرقوم ہے بند
ہے معتبر از حضرت صادق منقول است کہ از حضرت رسول صلعم پر بندہ کہ بچہ سبب پیشی
گرفتہ بر سائر پیغمبران و از ہمہ افضل شدی چنانکہ بعد از ہمہ نبوت را گردیدی۔ فرمودہ ہوا کہ
من اول کسی بودم کہ اقرار کردم بہ پروردگار و اول کسی کہ جواب گفت در وقتیکہ حق تعالی
میشاق پیغمبران را گرفت و گواہ گرفت ایشان را بر خود و گفت الست برکبر و ہمہ گفتند
بے پس من اول پیغمبری بودم کہ بے گفتم پس سبقت گرفتہ بر ایشان و اقرار کردن بخدا
تیرویں حدیث ترجمہ عیون اخبار الرضا میں مرقوم ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے
فرمایا پس ہر کہ دعوی کند برائے پیغمبران ربوبیت را یا برائے امامان ربوبیت یا نبوت را

یا از برای غیر امام امت را ما از دبیر ارجمند و دنیا و آخرت کذا فی الجملہ السالغ من
البحار فی باب نفی الغلو صفحہ ۲۴۲۔

چودویں حدیث شیخ جلیل کشی نے مسرقتہ الرجال کے صفحہ (۱۹۲) میں ابو بصیر سے
روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ یا ابا محمد ابراہمن یدعم
انا ادباً بقلبت بدی اللہ منہ فقال ابراہمن یدعم انا انبیاء قلت بدی اللہ منہ
یعنی اے ابو محمد اس شخص سے بنیاری اختیار کر جس کا یہ اعتقاد ہو کہ ہم خدا ہیں میں نے
عرض کی کہ اس سے بنیاری ہو چھو فرمایا کہ اس شخص سے بھی بنیاری اختیار کر جس کا یہ اعتقاد
ہو کہ ہم پیغمبر ہیں نے عرض کر دیا اس سے بری ہوا ایضاً بخار کی جلد ہرقم باب
نفی الغلو میں لہذا فی مرقوم ہے کہ صادقؑ نے فرمایا یدعم اللہ ابراہمن قال انا انبیاء
صفحہ (۲۵۱)۔

پندرہویں حدیث موقتہ الرجال کے صفحہ (۱۹۳) میں مروی ہے کہ حضرت صادق
علیہ السلام نے فرمایا۔ قال یتنا انبیاء فعلیہ لعنة اللہ علیہ جو شخص ہم کو پیغمبر کہے اس پر
خدا کی لعنت کذا فی البحار جلد السالغ باب نفی الغلو۔

سولویں حدیث جوة القلوب کی جلد دوم کے باب ششم صفحہ (۱۰۴) مطبوعہ نو لکھنویں
مرقوم ہے در حدیث و گزشتہ قول است کہ چون حضرت رسول صلعم فتح خبر فرمود۔ دراز گوش
میاہی غنیمت گرفت دراز گوش بہ ان حضرت اسخر آمد و گفت از نسل جد من شصت دراز
گوش بہم رسیدہ کہ تھچک را بغیر از پیغمبران سوار شدہ اند و از نسل جد من بغیر از من نمازہ
است و از پیغمبران بغیر از تو نمازہ است و من پیوستہ انتظار می بردم الخ

سترویں حدیث جوة القلوب کی دوسری جلد بیان معراج میں مرقوم ہے کہ آنحضرت
نے فرمایا و باز ملا کہ چون این شہادت را شنیدند بسوے من دویدند و رہاے آسمان
را کشودند و گفتند مرحبا پیغمبر اول کہ پیش از ہمہ خلق آفریدہ شدہ و از ہمہ افضل است و

کہ بعد از پیغمبران مبعوث گردیدہ است و حاشہ کہ در زمان او قیامت برپا خواہد شد الخ۔
اٹھارویں حدیث اسی کتاب کے اسی بیان میں مرقوم ہے کہ آنحضرت نے فرمایا
 چون جبریل در آسمان اول را کو بید ملا کہ گفتند کیست گفت منم جبریل گفت ہمراہ تو کیت
 گفت محمد است گفتند مبعوث گردیدہ است گفت بلی دراکشوزند و گفتند مر حبا اسے براہ
 بنگوار و اسے خلیفہ پروردگار و اسے برگزیدہ جبار توئی خاتم پیغمبران و بعد از تو پیغمبری نیست
ایسیویں حدیث بجا الانوار کے مجلد نہم باب اشتراک مع نبینا فی جمیع الفضائل
 سوی النبوة میں مرقوم ہے کہ آنحضرت نے فرمایا یا علی ما سئلت ربی
 شکایا لا سالتک مثله غیر انہ قال لا نبوة بعدی^۱ یعنی یا علی جو چیز میں نے خدا تعالیٰ سے
 اپنے لئے طلب کی مثل اسکے تمہارے لئے طلب کی بغیر اس کے کہ خدا تعالیٰ نے
 مجھ سے فرمایا کہ تیرے بعد نبوت نہیں ہے۔

یسویں حدیث اس بجا کے اسی باب میں مرقوم ہے جسکا محصل یہ ہے کہ ابن الکوا
 امیر المومنین سے یہ کہ انہ والقرنین نبی تھے یا بادشاہ آپ نے فرمایا لکن نبیا ولا
 ملکا و لکنہ کان عبدا للہ فاحبہ اللہ و لہم اللہ فصحی اللہ وکم مثله یعنی وہ
 نہ پیغمبر تھے نہ بادشاہ بلکہ ایک بندے تھے کہ انھوں نے خدا سے تعالیٰ سے محبت کی
 پس خدا تعالیٰ نے ان سے محبت کی انھوں نے راہ خدا میں (بندگان خدا کی) خیر خواہی
 کی اور خدا نے انکی خیر خواہی کی اور تم میں انکا مثل موجود ہے۔ اس حدیث کی شرح میں
 علامہ مجلسی کہتے ہیں کہ حضرت امیر نے جو فرمایا و فیکم مثله اس سے مراد خود امیر المومنین
 کی ذات مقدس ہے اور احادیث مشہورہ میں وارد ہوا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام اس
 امت کے ذوالقرنین ہیں اور وجہ تشبیہ یہ ہے کہ جس طرح ذوالقرنین با عدم نبوة۔ عیال
 مومنین عند اللہ۔ بلکہ بالامام اللہ مطاع خلق باذن اللہ ہو اس طرح امیر المومنین بھی تھو تھے موضع الحاجۃ کل
ایسیویں حدیث بجا الانوار کی جلد نہم باب جوامع مناقبہ صفحہ (۵۱۵) مطبوعہ

قدیم میں مرقوم ہے کہ آنحضرت نے فرمایا اخصمک یا علی بالنبوة فلا نبوة بعدی تخصم
 بسبع ولا يحتاج احد من قریش الخ یعنی یا علی میں تم پر نبوت کے سبب غلبہ کرو گا
 کیونکہ میرے بعد نبوت نہیں ہے۔ اور تم سات چیزوں میں سب پر غلبہ کرو گے کیونکہ
 قریش میں کوئی ایسا نہیں کہ ان سات صفتوں میں تم سے مقابلہ کر سکے۔ تم نے ان سب
 سے پہلے اسلام اختیار کیا۔ عہد خدا پر سب سے بڑھ کر وفا کی۔ خدا کے کام سب سے بڑھ کر
 بجالائے۔ سب سے زیادہ تقسیم بالسویہ کرتے ہو۔ سب سے بڑھ کر عادل۔ سب سے
 بڑھ کر قاضی۔ اور خدا کے نزدیک سب سے افضل ہو۔ **ایضاً** اسی کتاب کے باب
 مکارم اخلاق صفحہ (۶۱۱) میں سبذاتی مثل اس کے مروی ہے اور اس میں بجائے
 اخصمک احاجک مرقوم ہے۔

پانچویں حدیث بخاری کی نویں جلد باب المعجزات صفحہ (۶۵۳) مطبوعہ قدیم میں مرقوم ہے
 کہ ایک راہب نے حضرت امیر علیہ السلام سے ایک معجزہ عظیمہ معائنہ کر کے عرض کی اانت
 نبی مرسل قال لا قال فملاک منقر قال لا قال فمن انت قال انا وصی رسول اللہ محمد بن
 عبد اللہ خاتم النبیین الخ یعنی کیا آپ پیغمبر مرسل ہیں حضرت امیر نے فرمایا نہیں اس نے
 کہا کیا آپ فرشتہ مقرب ہیں آپ نے فرمایا نہیں۔ راہب نے عرض کی پھر آپ کون ہیں
 حضرت نے فرمایا میں خاتم الانبیاء کا وصی ہوں۔

سیسویں حدیث حیوۃ القلوب کی دوسری جلد بیان حجت الوداع صفحہ (۱۱۶) میں
 مذکور ہے کہ آنحضرت نے بعد فراغ حج ایک خطبہ پڑھا جس کے آخر میں فرمایا پس انی کفتم
 بشما حاضران شائبغا کبان برساتند بدرستہ پیغمبری بعد از من نخواہد بود الخ۔

چوبیسویں حدیث بخاری کی نویں جلد باب قوله تعالیٰ ولما ضرب ابن مریم مثلاً الا یہ
 میں ربیعہ بن ماجہ سے مروی ہے عن علی علیہ السلام قال دعانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
 فقال ان فیک مثلاً من عیسیٰ البغضۃ الیہود حتی یجھتوا امۃ واحبۃ النصاری

حتیٰ انزلوه المتزل الذی لیس له الا فانه یھلک فی ایشان محفطاً یفطر بہ الیس فی

وہ بعض کچھ شنائی علیٰ ان یہتی۔ الا انی لست بنبی ولا یوحی الی

ولکنی عمل بکتاب اللہ و سنتہ بنیہ م الخ

حضرت امیر فرماتے ہیں کہ مجھے آنحضرت نے طلب فرما کر ارشاد فرمایا یا علی تم عیسیٰ

کی مثال ہو کہ ان سے یہود نے دشمنی کی یہاں تک کہ ان کی والدین پر بہتان باندھا۔

اور ان سے نصاریٰ نے محبت کی تا آنکہ انکو ایک ایسے مقام پر پہنچایا جو اس کے

سزاوار نہ تھے۔ پھر حضرت امیر فرماتے ہیں آگاہ ہو کہ میرے بارے میں دو قومیں

گمراہ ہونگی ایک محب مفطر کہ جو خیر مجھ میں نہیں اسکی نسبت میری طرف لگائے گی

دوسری قوم دشمن جو میری عداوت سے مجھ پر ہتیاں کریگی آگاہ ہو کہ بیشک میں پیغمبر نہیں

اور نہ میری طرف وحی آتی ہے بلکہ میں کتاب خدا اور سنت رسول خدا پر عمل کرتا ہوں

پچیسویں حدیث حیوة القلوب کی دوسری جلد بیان مبارک صفحہ (۴۹۰) مطبوعہ

نولکشور میں باسناد معتبر مشہور ہے کہ جب بخران کے علماء میں مناظرہ ہوا تو تصفیہ

کے لئے کتاب جامعہ صبح کتب - دوسری تھی نکالی گئی اس میں صحیفہ آدم بھی تھا اسکی

مصباح دوم کی عبارت کا خلاصہ یہ تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم نعم ان خداوندیکم

بخرازمین خداوندی نیست بدستیکہ خواہم فرستاد بسوے ایشان (پیغمبران خود را و

خواہم فرستاد بسوے ایشان کتابہاے خود را از زمان اول بشر (کہ آدم است) تا منتہی می شود

باحمد پیغمبر من پس حضرت آدم گفت خداوندان پیغمبران کیستند و احمدی کہ اوزار نعت دای

ویر گوار کردانیدی از ایشان کیست خداوند عالمیا فرمود ہاکی از ذریت تو خواہند بود و احمد آخر ایشان است

پچیسویں حدیث اسی کتاب کے اسی بیان صفحہ (۴۹۳) میں مرقوم ہے کہ پھر

اول بخران نے کتاب جامعہ سے صحیفہ ابراہیم نکال کر پڑھا کہ جب ابراہیم نے تابوت آدم

کو دیکھا اس میں پیغمبران اولوالعزم اور ان کے اوصیاء کی تعداد کے موافق کسی گھر پاسے

(یہاں سے اہل عبارت یہ ہے) و نظر کرد در ہر یک خانہ ہا تا نہجانہ محمد رسید کہ آخر پیغمبر است
 و از دست راست او حضرت علی ابن ابی طالب را دید در صورتی عظیم (اے ان قال)
 پس حضرت ابراہیم گفت کہ اسے خداوند من کیست این خلق بزرگوار۔ خداوند عالمیان و حی
 کرد باو کہ این بندہ و برگزیدہ من است و دوست فاتح کہ فتح خواہد نمود و ابواب علم و حکمت
 را بر خلائق یا پیش از ہمہ خلائق خلق شدہ است و خاتم پیغمبر است و این صورت دیگر بھی
 دوست کہ وارش علوم اوست پس حضرت ابراہیم گفت الھی فاتح و خاتم کیست خداوند
 عالمیان فرمود کہ محمد است برگزیدہ من کہ پیش از جمیع خلق روح اورا آفریدہ ام (اے ان قال)
 و اورا مبعوث خواہم کرد در آخر الزمان تا دین را کامل گرداند۔ و باو ختم نمایم۔ سالت خود را و
 این علی است برادر او و صدیق اکبر الخ۔

ستائیسویں حدیث ایضاً اسی بیان کے صفحہ (۴۹۴) میں مرقوم ہے کہ توریت کی
 سفر دوم میں لکھا تھا کہ محمد خاتم پیغمبر ان من است و برامت او قائم می گردد و قیامت۔
اٹھائیسویں حدیث اسی بیان اور اسی صفحہ میں مرقوم ہے کہ حفصہ عیسیٰ کی انجیل میں
 لکھا تھا کہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا پس ایمان بیاورید بمن و برسول من کہ بعد ازین خواہم فرستاد
 کہ در آخر الزمان آید (اے ان قال) و او اول است و آخر یعنی اول ہمہ است بحسب خلقت
 روح و آخر ایشان است بحسب مبعوث شدن بر خلائق و دوست پیغمبری کہ بعد از ہم پیغمبر
 خواہد آمد و حشر در زمان او خواہد شد الخ

انستیسویں حدیث بخاری جلد ہفتم باب الفرق بین الانبیاء صفحہ (۱۶۹۱) میں مرقوم
 ہے کہ راوی نے امام محمد ابراہیم سے عرض کی کیا آپ نے نہیں فرمایا کہ امیر المومنین محدث تھے
 آپ نے فرمایا ہاں میں نے یہ بات کہی ہے۔ راوی نے عرض کی امیر المومنین سے کون ہیں
 کرتا تھا آپ نے فرمایا فرشتہ۔ راوی نے کہا قول انہ نبی اور رسول قال لابل مثلہ مثل صاحب
 سلیمان و مثل صاحب مٹی مثل ذی القرنین۔ کیا میں امیر المومنین کو نبی یا رسول کہوں امام نے

فرمایا نہیں بلکہ آپکی مثال مثل صاحب سلیمان (أصف بن برخیا) و صاحب موسیٰ و ذوالقرنین ہے۔ علامہ مجلسی اسکی شرحیں فرماتے ہیں کہ صاحب موسیٰ سے مراد یوشع یا خضر ہیں اور اس حدیث کی بنا پر ضرور ہے کہ ان دونوں میں سے ایک پیغمبر ہوا ایضا اسی باب میں اسناد کثیرہ مشہورہ کئی حدیثیں قریب اس کے مروی ہیں۔

تیسویں حدیث اسی کتاب اور اسی باب کے صفحہ (۲۹۳) میں برید بن معاویہ سے مروی ہے کہ اس نے امام محمد باقر سے پوچھا ما منزلکم ومن تشہون من مضي فقال کصاحب موسیٰ و ذی القرنین کا عالمین لکھو یا بنین یعنی آپ کا کیا مرتبہ ہے اور آپ گزشتہ لوگوں میں سے کس کے ساتھ مشابہ ہیں امام نے فرمایا ہم مثل صاحب موسیٰ و مثل ذوالقرنین ہیں کہ وہ دونوں عالم تھے اور پیغمبر نہ تھے ایضا بند ثانی صادق علیہ السلام سے بھی قریب اس کے مروی ہے۔

اکتیسویں حدیث اصول کافی باب فی ان الائمہ بمن یشہون مضمون میں مروی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا ان الله عز وجل ختم نبیکم البینین فلا نبی بعدہ ابد ا ختم کتابکم فلا کتاب بعدہ ابد یعنی بیشک خدا نے تمہاری پیغمبری کے ساتھ تمام پیغمبروں کو ختم فرمایا اب آپ کے بعد قیامت تک کوئی پیغمبر نہیں۔ اور تمہاری کتاب (قرآن شریف) کے ساتھ تمام کتابوں کو ختم فرمایا اب اس کے بعد قیامت تک کوئی کتاب نہیں کہ انی البحار۔

تیسویں حدیث جلد ہفتم ج ۲ صفحہ (۲۹۵) میں مرقوم ہے کہ صادق علیہ السلام نے فرمایا انا الوقوف علینا فی الحلال الحرام فاما النبوة فلا۔ اس کی شرح میں مجلسی فرماتے ہیں یعنی تم پر واجب ہے کہ حلال و حرام کا علم حاصل کرنے کیلئے ہمارے نزدیک ٹھہرے رہو اور ہمارے دروازوں پر قیام کرو نہ یہ کہ ہم کو پیغمبر کھو یا اگر علم حلال و حرام کا اثبات ہم پر موقوف رکھو کہ ہم پیغمبر کے نائب ہیں اور اس سے تجاوز

کر کے ہم میں نبوة کا اثبات نہ کرو۔

چونتیسویں حدیث بحار جلد (۹) باب نصوص النبی علی الائمة صفحہ (۱۸۵) مطبوعہ قدیم میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت سے عرض کی یا رسول اللہ ^{صلی اللہ علیہ وسلم} کیونکہ میں نے کہا لا انا خاتم النبیین ولكن یكون بعدی ائمة من ذریتی انج یا رسول اللہ کیا آپ کے بعد کوئی پیغمبر ہوگا حضرت نے فرمایا نہیں کیونکہ میں آخر پیغمبران ہوں لکن میرے بعد میری ذریعہ سے امام ہوں گے۔

چونتیسویں حدیث اصول کافی باب فی ان الائمة بمنشیقون میں محمد بن مسلم سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے آنحضرت صادق فرماتے تھے الائمة بمنزلة رسول اللہ ^{صلی اللہ علیہ وسلم} والراۃ ^{الایمانیۃ} ائمة آنحضرت کے مقام پر ہیں مگر وہ پیغمبر نہیں ہیں۔

چونتیسویں حدیث اسی کتاب میں اسی باب صفحہ (۱۶۵) مطبوعہ نو لکثور میں ایک طولانی حدیث مروی ہے جس کا بعض یہ ہے سیر کہتے ہیں میں نے حضرت صادق سے عرض کی ہمارے پاس ایک ایسی قوم ہے جو آپ کو پیغمبر جانتی ہے فقال یا سدید سمعی دلمی و شعری و کثیری و نحی ددی من هولاء ای ویدی اللہ منہم و رسولہ ما هولاء علی دینی و لا علی دین ابائی لا یجمعنی اللہ وایاہم یوم القیامۃ الا وھو **ساخت علیہم** یعنی یہ سکر حضرت نے فرمایا اسے سدید میری انکھیں اور کان اور بال اور کھال اور گوشت اور خون ان لوگوں سے بنی رہیں اور خدا اور رسول ان سے بری ہیں۔ وہ لوگ میرے دین اور میرے آبا و اجداد کے دین پر نہیں ہیں۔ خداے تعالیٰ مجھے اور ان لوگوں کو بروز قیامت جمع فرمائے مگر ایسی حالت میں کہ خدا ان پر غضبناک رہے۔

چونتیسویں حدیث حیوة القلوب کی جلد (۲) باب (۴۴) صفحہ (۶۶۳) مطبوعہ نو لکثور میں بندہ نے معتبر ابن عباسؓ وغیرہ سے مروی ہے کہ امیر المومنین نے آنحضرت کی تفسیل

و کھین کے بعد فرمایا۔ پدر و مادرم خدا تو باد طیب نیکو و پاکیزہ بودی در حیات و بعد از موت و منقطع شد
 ہوتا تو انچہ منقطع شدہ بود و وفات احد سے از خلق از پیغمبری و نازل شدن وحی ہائے آسمانی۔

سیسویں حدیث کتاب جلال العیون بیان ولادت امیر المومنین علیہ السلام میں مرقوم ہے

و کلینی بند معتبر از حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام روایت کرده است کہ چون حضرت

(رسول) متولد شد نزد ولادت آنحضرت منجرات بسیار ظاہر شد و ہر آئینہ قصر ہائے فارس

و شام نمودار شد فاطمہ بنت اسد مادر امیر المومنین حاضر بود از مشاہدہ آن آیات متعجب و شام

گردید۔ بسوے ابوطالب شافت و اورا بشارت داد و ولادت آنحضرت وغیرہا ہی کہ مشاہدہ

نمودہ بود ذکر کرد۔ ابوطالب گفت صبر کن بسی سال دیگر کہ فرزندی از تو بہم خواہد رسید کہ

در ہمہ کمالات مانند او باشد بغیر از پیغمبری و وہی و وزیر او خواہد بود کذا فی البحار فی المجلدات

آریسویں حدیث شرح لمعہ و مشقیہ کی کتاب الصلوٰۃ بحث سلام میں منجملہ سلام ہائے

سنون کے اس سلام کو لکھا ہے۔ السلام علی محمد بن عبد اللہ خاتم النبیین لا نبی بعدہ

اچالیسویں حدیث مجلد ہفتم بجا کے باب جہات علوم میں مرقوم امام جعفر

صادق نے فرمایا کہ ہمارے علوم کی ایک جہت حادثات بھی ہے اور خود اپنے اس کی

تفسیر میں طرح فرمائی اما المحادث فقد فی القلوب و تقر فی الا سماع و ہوا

افضل علما و لا نبی بعدین یعنی دل میں الھام ہونے اور کانوں میں فرشتوں کی آواز چھونچنے

کو حادثات کہتے ہیں۔ وہ ہمارا بہترین علم ہے اور ہمارے پیغمبر کے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے

اسکی شرح میں علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ چونکہ الھام اور فرشتوں کی باتوں سے ائمہ علیہم السلام

کی نبوت کا وہم ہوتا تھا اس لئے امام نے فرمایا کہ ہمارے پیغمبر کے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے

چالیسویں حدیث نہج البلاغہ کے خطبہ (۱۰۱) میں امیر المومنین کا بعض کلام منجہ نظام

ہے لی تعادہ ہم با کج علی السن الخیرۃ من انبیاء کہ و تحملی و الذی رسالتہ قرنا فقرنا حتی تمت بنیامحمد

صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم (۹) یعنی بلکہ خلاق عالم نے

اپنے انبیاءے برگزیدہ اور تحملین رسالت کے ذریعہ سے اپنے بندوں پر ہر زمانے میں جمہتیں قائم فرمائیں یہاں تک کہ حجتہ (نبوۃ) ہمارے پیغمبر کے ساتھ ختم ہوئی۔

اکتالیسویں حدیث زاد المعاد کے باب زیارات میں بند معتبر امام جعفر صادق علیہ السلام سے جو دعائے مذکورہ منقول ہے جس کا پڑھنا عیاد میں مستحب ہے اس کا ایک فقرہ یہ ہے **ان انتھیت الامر لی جیبک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ** اس فقرہ کا اور بعض فقرات سابقہ کا مضمون یہ ہے کہ اے پروردگار تو نے ہدایت خلق کے واسطے انبیاء مقرر فرمائے اور ان پر فرشتے نازل کئے وحی بھی نشانیاں مقرر کیں یہاں تک کہ اس امر (نبوۃ) کو اپنے جیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم فرما دیا۔

سیالیسویں حدیث حیوۃ القلوب کی جلد دوم کے باب (۶) صفحہ (۱۰۱) مطبوعہ نوکاشوں میں بند معتبر ایک طولانی حدیث منقول ہے جس کا بعض یہ ہے پیغمبری از عرب مبعوث خواہد شد از فرزندان ابراہیم خلیل از شہر مکہ و اورا چند نام خواہد بود محمد و عبداللہ و یسین و قحاح و خاتم و حاشرو عاقب و اما حی و قائم (الی ان قال) و حق تعالی خلق نکرده است احدی نہ ملک مقرب نہ پیغمبر مرسل از آدم تا آخر پیغمبران کہ بھستہ و محبوب تر باشد نزد خدا از ادانج۔

ترتالیسویں حدیث صفحہ کا ملہ کی دعائے چہارم میں امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں فی کل دھن و زمان ارسلت فیہ رسول و اوقت لاهلہ دلیکہ من لدن آدم علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ یعنی ہر زمانے میں تو نے پیغمبر کو بھیجا اور اس زمانے والوں کے لئے دلیل قائم فرمائی آدم علیہ السلام سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ تک۔

چوالیسویں حدیث بحار الانوار کی جلد (۹) باب ما بین من مناقب نقسہ میں حضرت امیر سے ایک طولانی حدیث مروی ہے کہ جس کا بعض یہ ہے کہ آپ نے فرمایا انا وادار علم الاولین و حجة اللہ علی العالمین بعد اکا نبیاء و محمد بن عبد اللہ خاتم النبیین

یعنی میں علم اولین کا وارث اور تمام پیغمبروں کے بعد حجتہ خدا ہوں اور آنحضرت خاتم الانبیاء ہیں۔

پیشانیسویں حدیث حیات القلوب کی جلد اول بیان عذائیا میں بند معتبر منقول ہے مروی از اہل شام از حضرت امیر المومنین سوال نمود از پنج نفر از انبیاء کہ بعربی سخن گفتہ اند فرمود کہ ہود و صالح و شعیب و اسمعیل و محمد اند الخ **ایضاً** اسی کتاب کے اسی بیان میں مرقوم ہے و در حدیث معتبر از حضرت صادق منقول است کہ حق تعالیٰ پیغمبری از عرب نفرستادہ است مگر پنج پیغمبر ہود و صالح و اسمعیل و شعیب و محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ خاتم پیغمبران است صفحہ (۹) **ایضاً** اسی بیان صفحہ (۱۰) مطبوعہ نو لکثور میں بند معتبر ایک مہولانی حدیث منقول ہے جس کا بعض یہ ہے و پنج کس از ایشان از عرب بودند ہود علیہ السلام و صالح علیہ السلام و شعیب علیہ السلام و اسمعیل علیہ السلام و محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

پیشانیسویں حدیثیں خاکسار نے کتب معتبرہ شیعہ سے نقل کی ہیں جو قطعاً متواتر بالمعنی ہیں جن سے ثابت ہے کہ آنحضرت پر نبوت ختم ہو گئی اور آپ کے زمانے میں آپ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں۔ اور ان میں سے متعدد حدیثیں ایسی ہیں جو ہر ایک بائنا و کثیرہ مشہورہ مروی ہیں اور یہ سب حدیثیں حدیث متواتر باللفظ لا بنی بعدی کے سواے ہیں جنکا تواتر انشاء اللہ تعالیٰ اس کے مقام پر ثابت کیا جائیگا اور احادیث متواترہ کا مخالف یا گمراہ ہے یا دیوانہ **اب** حقیر اس مقام پر چند ایسی حدیثیں نقل کرتا ہے جن سے ثابت ہے کہ آنحضرت جملہ بنی آدم سے اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے افضل ہیں اور یہ حدیثیں بھی بالیقین متواتر ہیں جنکی تفصیل بجا الانوار میں ہے اور حیات القلوب کی جلد دوم کے باب (۹) صفحہ (۱۲۶) مطبوعہ نو لکثور میں مرقوم ہے و در احادیث متواتر منقول است کہ آنحضرت فرمود کہ من سید و بہترین فرزندان آدم و نوح و نوحی کہ من

اور حق الیقین کے صفحہ ۱۸ مطبوعہ جعفری میں مرقوم ہے و انفضلیت آنحضرت برسا خلق
ضروری دین اسلام است۔ اور معلوم ہے کہ منکر ضروری دین اسلام خارج از دین اسلام ہے
اب ان احادیث کی کسی قدر تفصیل ملاحظہ ہو۔

پہلی حدیث حیوۃ القلوب جلد (۲) باب (۹) میں مرقوم ہے در حدیث معتبر دیگر
(آنحضرت) فرمود کہ حق تعالیٰ اسلام را بدست من ظاہر گردانید و قرآن را بر من فرستاد
و کعبہ را بر من فتح کرد۔ و مرا بر جمیع خلق خود فضیلت داد و مرا در دنیا سید فرزندان آدم گردانید
و در آخرت مرا زیتہ تیار فرمایند۔ الخ۔

دوسری حدیث حیوۃ القلوب کی جلد (۲) باب (۴) میں مرقوم ہے کہ نبیل میں آنحضرت
کا حال اس طرح لکھا ہے کہ خداے تعالیٰ نے فرمایا کہ از ہمہ خلق منسرت او بہر نزدیکی تراست
و شفاعتہ از نزد من از ہمہ کس مقبول تراست الخ۔

تیسری حدیث اس جلد کے حکم مطبوعہ نو لکھنؤ میں مرقوم ہے و بسند معتبر آنحضرت
امام جعفر صادقؑ نقل است **عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ** قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ **لَا تَزَالُ**
تُخَلَقُ دُونَكَ سِتَّةً مِائَةً وَخَمْسِينَ أَلْفًا سَنَةً **وَلَا تَزَالُ** تَخْلَقُ دُونَكَ سِتَّةً مِائَةً وَخَمْسِينَ أَلْفًا سَنَةً
دو ہزار سال پیش از آنکہ حق تعالیٰ خلائق را ایجاد کند پس چون ملائکہ آن دو نور را دیدند کہ
راصل یافتند و از ان شعاعی لامع گریزیدہ بود کہ فریاد آن بود پس گفتند خداوند این چه
نور است حق تعالیٰ وحی نمود و بگوید ایشان کہ این نور نیست از نور ہاے من کہ من
پیغمبر است و نور عیش امامتہ است اما پیغمبری از محمد است بندہ و رسول من۔ و اما امامت
پس از علی است حجتہ و خلیفہ من و اگر ایشان نمی بودند مہیچک از خلق را نمی آفریدیم۔

چوتھی حدیث حیوۃ القلوب کی دوسری جلد کے باب ۱۱ میں مرقوم ہے کہ حضرت
آدم کو خدا نے تمام پیغمبروں اور ائمہ کے نور دکھلائے آنحضرت کا نور ان سب میں زیادہ
روشن تھا اور اسکے اطراف حضرت امیر المومنین اور جناب سیدہ اور حسن و حسین علیہم السلام
کے نور تھے حضرت آدم علیہ السلام نے خداے تعالیٰ سے آنحضرت کے نور کا حال دریافت

کیا خداے تعالیٰ نے فرمایا ہے: **این نور بزرگوار احمد است** بھترایشان و بہتر از ہمہ خلایق الخ
پانچویں حدیث **حیوة القلوب** جلد (۲) صفحہ ۵۷ میں مرقوم ہے: **در حدیث معتبر**
 حضرت امیر المومنین منقول است کہ فرمودم: **بندہ خدا و برادر رسول خدا و بسیار تصدیق کنندہ**
مردہ اول پہنچتی کہ با دایمان آوردم و تصدیق او نمودم در ہنگامیکہ ہنوز روح آدم ببدن
 او تعلق نگرفتہ بود و راست شان نیز اول کیکہ تصدیق او کردم پس بایسہم پیشی
 گیرندگان در اول و آخر۔

چھٹی حدیث **حق الیقین** مطبوعہ معفری کے صفحہ ۳۱۶ میں مرقوم ہے: **فرات بن ابراہیم**
 روایت کردہ است از حضرت صادق کہ رسول خدا فرمود یا علی تو در قیامتہ نبور من متوکل
 می شوی و من نبور خدا و فرزندان تو نبور تو و شیعیان تو نبور ذریئہ تو۔
ساتویں حدیث جناب رسول خدا علیہ السلام کی وفات کے بعد جو مرتبہ امیر المومنین
 علیہ السلام نے پڑھا اس کا آخر شعر یہ ہے: **اذا ما راس اہل البیت و گئے**
بدلائم من الناس الجفنا و سلم ہر سالہ اہل بیت مصنفہ جناب مولوی
 مقبول احمد صاحب صفحہ ۲۹ اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ جب سردار اہل بیت نے وفات
 پائی تو اہل بیت پر جنابے مردم شروع ہو گئی۔

آٹھویں حدیث **حیوة القلوب** کی جلد (۲) باب (۶) میں مرقوم ہے: **در حدیث موثق**
 روایت کردہ است کہ حسن بن فضال از حضرت امام رضا علیہ السلام پرسید کہ بچہ سبب حفرہ
 رسالت پناہ صلعم را با بوالقاسم کشیت کردہ اند۔ فرمود زیرا کہ فرزند او قاسم نام داشت
 حسن گفت کہ عرض کردم کہ آیا مرا قابل زیادہ ازین می دانی فرمود کہ بے مگر نمی دانی کہ حضرت
 رسول صلعم فرمود کہ من و علی و پیدائین اسیم گفتیم بے فرمود مگر نمی دانی کہ حضرت رسول صلعم بد چیم
 است است گفتیم بے فرمود کہ مگر نمی دانی کہ علی قسمت کنندہ بہشت و دوزخ است گفتیم
 بے فرمود کہ پس پیغمبر قسمت کنندہ بہشت و دوزخ است و این سبب حق تعالیٰ

اور ابوالقاسم کنیت وادہ است گفتم پدر بودن ایشان چه معنی دارد فرمود کہ یہ شفقت حضرت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نسبت جمیع امت خود مانند شفقت پدران است بر فرزندان و علی بہترین امت آنحضرت است الخ۔

نویس حدیث ترجمہ جز ثانی عیون اخبار الرضا میں ایک طویلانی حدیث مرقوم ہے جس کا بعض یہ ہے کہ امام رضا نے فرمایا کہ مائیں آنحضرتیم واد تابع امر پروردگار وحق تعالیٰ فرمودت و **نویس** حدیث حیوۃ القلوب جلد (۲) باب (۹) در حدیث معتبر مرویست کہ حضرت رسول اللہ صلعم فرمود یا علی بدرستیکہ حق تعالیٰ مشرف شد بر دنیا پس مرا اختیار کرد بر مردمان عالمیان پس ترا اختیار کرد بر مردمان عالم بعد از من پس امان فرزندان ترا اختیار کرد بر مردمان عالمیان بعد از تو پس فاطمہ را اختیار کرد بر زنان عالمیان۔

ایضا اسی باب میں مرقوم ہے و در حدیث معتبر دیگر فرمود کہ حق تعالیٰ عرب را از سائر مردم اختیار کرد و قریش را از عرب اختیار کرد و بنی ہاشم را از قریش اختیار کرد و فرزندان عبدالمطلب را از بنی ہاشم اختیار کرد و مرا از فرزندان عبدالمطلب اختیار کرد۔ قریب کے کئی حدیثیں باسناد معتبرہ مشہورہ مروی ہیں۔

گیارہویں حدیث حیوۃ القلوب جلد (۲) باب (۹) صفحہ ۱۲۳ میں مرقوم ہے و در احادیث بسیار از حضرت امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہ السلام منقول است (الیان) قال و محمد صلی اللہ علیہ والہ وافیضیت ہست بر ہر کہ خدا خلق کردہ است و دوست درگاہ خدا کہ بخدا نمی توان رسید مگر از و الخ۔

بارویں حدیث اسی کتاب کے صفحہ ۱۲۵ مطبوعہ نوکشور میں مرقوم ہے بند معتبر از حضرت صادق منقول است کہ فرمود خدا را تعظیم کنید و پیغمبر اورا تعظیم کنید و بر رسول خدا احدے را فضیلت نہ دہید کہ خدا ادا بر ہمہ فضیلت وادہ است۔

تیرویں حدیث اسی صفحہ میں مرقوم ہے و بند معتبر دیگر منقول است کہ از آنحضرت

پرسیدند کہ آیا محمد بہترین فرزندان آدم بود گفت و اللہ کہ بہترین مخلوقات الہی بود۔

چودویں حدیث حیوۃ القلوب جلد (۲) باب (۱۳) صفحہ ۱۲۲ در حدیث معتبر از حضرت امام محمد باقر منقول است کہ حق تعالی میفرماید کہ منی دانند تا ویلات متشابہات قرآن را مگر خدا و راسخان در علم۔ پس رسول خدا بہترین راسخان در علم بود۔

پندرہویں حدیث اسی صفحہ میں مرقوم ہے در حدیث معتبر دیگر از آنحضرت (صائق) منقول است کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ فرمود کہ من سیارہ پنبہ بر من و وصی من سید اوصیا است۔

سولویں حدیث حیوۃ القلوب کی جلد (۲) باب (۱۲) میں مرقوم ہے در روایات معتبرہ بسیار دیگر فرمودند کہ حضرت رسول صلعم فرمود کہ خدا است مرا تا روز قیامت از برای من مثل گردانید در طہستان ایشان کہ شاختم ایشان را (الی ان قال) پس در میان آنها استغفار کردم برائے تو و شیعیان تو یا علی الخ صفحہ ۱۲۳

سترویں حدیث اسی صفحہ میں مرقوم ہے در روایت دیگر چنان است کہ آنحضرت فرمود خدا است مرا در روز است بر من عرض کرد پس ادل کسی کہ بمن ایمان آورد و تصدیق من نمود علی بود۔

اٹھارویں حدیث اسی کتاب کے باب (۹) میں مرقوم ہے کہ حضرت رسالتہ پناہ صلعم فرمود کہ من بہترین مخلوق خدا و منم بہتر از جبرئیل و اسرافیل و حاملان عرش و جمیع ملائکہ مقربین و انبیاء در سلیمین صفحہ ۱۲۴ مطبوعہ نو لکھنؤ۔

انیسویں حدیث اسی باب میں مرقوم ہے و بلند معتبر از ابن عباس منقول است کہ حضرت رسالتہ پناہ صلعم فرمود کہ حق تعالی جمیع خلق را دو قسمتہ کردیکے اصحاب یمن و دیگرے اصحاب شمال و مراد قسمتہ نیکوتر کہ اصحاب یمن اند گذراشت پس ایشان را تہ قسمت کرد۔ اصحاب یمنہ و اصحاب شمال و سابقان و مراد قسمت نیکوتر کہ سابقان اند قرار داد پس

از سابقہ قائم و بخت ترین سابقہ قائم صفحہ ۱۲۵

تیسویں حدیث حیوۃ القلوب کی جلد (۲) باب (۸) میں مرقوم ہے از ابن عباسؓ
منقول است کہ حضرت رسول صلعم فرمود کہ من تاویب کردہ خدایم و علی تاویب کردہ
است صفحہ ۱۲۱۔

اکیسویں حدیث بجا کی جلد نہم باب فضائل و مناقبہ میں عبد اللہ بن مسعود سے
مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت کو دیکھا کہ آپ کا دست مبارک علی کے ہاتھ
میں تھا اور علی علیہ السلام اس کا بوسہ لے رہے تھے فقلت یا رسول اللہ ما منزلة علی
منک فقال کنز لقی من اللہ (صفحہ ۹۱ مطبوعہ قدیم) میں نے عرض کی یا رسول
آپ سے علی کا قرب کس قدر ہے حضرت نے فرمایا جیسا خدا سے تعالیٰ سے میرا قرب ہے

بیسویں حدیث حیوۃ القلوب کی دوسری جلد کے باب (۲) میں کتاب سلیم
بن قیس ہلالی سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک عالم نصرانی
نے حضرت امیر کی خدمت میں عرض کی کہ میری پاس ایک کتاب ہے جو حضرت عیسیٰ
کی لکھوائی ہوئی اور میرے دادا شمعون بن یوحنا کی لکھی ہوئی ہے اس میں حضرت محمد
اور ائمہ اثنا عشر کا اس طرح ذکر ہے پھر اس عالم نے ایک کلام طویل پڑھنے کے بعد
جس میں ائمہ کا ذکر تھا کھائیے و اول ایشان از ہمہ نیکوتر و بخت تر خواهد بود و از برائے او
خواہد بود مثل ثواب ایشان و ثواب ہر کہ اطاعت ایشان کند و بسبب ایشان ہایتہ باید و او احد است
رسول خدا نامہ او محمد است و لیس و فتح و ختام و حاشر و عاقب و آخی و قائم دالی ان قال
و گرامی ترین خلق و محبوب ترین ایشان است الخ صفحہ ۹۳

تیسویں حدیث بجا کی نویں جلد بیان آیہ تطہیر میں مرقوم ہے کہ آنحضرت نے فرمایا
الا و ان الہی اختارنی فی ثلثۃ من اہل بقی علی جمیع امتی انا سید الثلثۃ و سید
ولد آدم الی یوم القیامۃ آگاہ ہو کہ میرے معبود نے مجھے اور میرے اقربا کے

تین شخصوں کو میری تمام امت پر ترجیح دی ہے۔ اور میں ان تینوں کا سردار اور کل نبی ام کا سردار ہوں لوگوں نے عرض کی وہ تین شخص کون ہیں فرمایا علی و حمزہ و جعفر طیار ہیں اتنے لمخصاً۔

چوبیسویں حدیث اسی کتاب کے صفحہ (۳۶۴) مطبوعہ قدیم میں مرقوم ہے کہ آنحضرت نے فرمایا بعثت الی اہل بیتی خاصۃ والی الناس عامۃ یعنی میں اپنے اقربا کے طرف خاص طور سے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں اور تمام آدمیوں کی طرف عام طور سے۔

پچیسویں حدیث بجا کی نویں جلد باب بائیں من مناقب نفسہ القدسیہ میں مرقوم ہے کہ حضرت صادق نے فرمایا الفضل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ و هو المقدم علی الخلق جمیعاً لا یقدمہ احد و علی المتقدم من بعدہ الخ یعنی فضیلت مطلقہ آنحضرت کے لئے ہے اور آپ جمیع خلق پر سبقت لے گئے ہیں آپ پر کوئی متفلس سبقت نہیں کر سکتا آپ کے بعد امیر المومنین سب پر مقدم ہیں اے آخر صفحہ ۹۹ مطبوعہ قدیم۔

چھبیسویں حدیث اسی باب اور اسی صفحہ میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے بعض اوصاف بیان کر کے فرمایا لا یتقدمنی احد لا احمل صلی اللہ علیہ وآلہ یعنی مجھ پر کوئی سبقت نہیں لیجا سکتا اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

سائیسویں حدیث تاسع بجا کے باب قولہ تعالیٰ قل ہذا سبیلی ادعوالی علی بنیادہ انا و من التبعنی میں باسناد کثیرہ مشہورہ ائمہ علیہم السلام سے مروی ہے اس آیت شریف میں و من التبعنی سے مراد امیر المومنین اور باقی ائمہ ہیں۔ اس آیت شریف کا بیان شروع کتاب نہا میں ہو چکا ہے۔

اٹھائیسویں حدیث نهم بجا کے باب یا ایھا النبی حسبت اللہ و من التبعنی میں المومنین میں مرقوم ہے کہ علامہ حلی قدس اللہ روحہ نے فرمایا ہے کہ ایک جماعت نے رعایت کی ہے کہ یہ آیت شریفہ حضرت امیر کی شان میں نازل ہوا ہے صفحہ ۱۱۲ اس

آیتہ کا بیان بھی گزرا۔

انیسویں حدیث سابع سجار کے باب نفی الغلو کے صفحہ ۱۵۰ میں امام زین العابدین سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کان علی واللہ عبد صالحا خا رسول اللہ ماناں الکرامۃ من اللہ الا بطاعته للہ ولرسولہ الحدیث خدا کی قسم امیر المومنین علیہ السلام خدا کے بندہ پر ہنر گار تھے آپ کو جس قدر فضیلتیں ملی ہیں وہ خدا و رسول کی اطاعت ہی سے ملی ہیں اسے آخرہ۔

یسویں حدیث سابع سجار۔ باب بدو واھمہ صفحہ ۱۸۱ میں امام محمد باقر سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا واذا کان یوم القیامۃ ضربنا بایدینا الی جنتہ دنیا و ضربنا بایدینا الی جنتہ الحدیث یعنی جب روز قیامت ہوگا تو ہم اپنے پیغمبر سے متمسک ہونگے اور ہمارے شیعوں سے متمسک ہونگے۔

یہ یسویں حدیثیں ہیں جن سے ثابت ہے کہ آنحضرت کل بنی آدم سے اور ائمہ علیہ السلام سے افضل ہیں۔ اور یہ اخبار مثنیٰ نمونہ از خروار ہیں اگر مجلد ششم سجار اور اس کے دیگر مجلدات دیکھے جائیں تو معلوم ہو کہ اس بارے میں سیکڑوں نہیں ہزاروں حدیثیں موجود ہیں اور بغیر اس شخص کے جو مجاہدین میں داخل ہو دوسرا کوئی اسکا انکار نہیں کر سکتا اب پھر حقیر ان مولوی صاحب کے اقوال کا جواب گذارش کرتا ہے۔

قال وعالم نوصوف استدلال بہ نبوت و رسالت ائمہ بآیات کثیرہ واحادیث متواترہ بالمعنی نمودند پس ازان آیات چہارہ آیتہ بنا بر اختصار ذکر کردہ می شود۔

آیہ اول ولقد ارسلنا نوحا وابراھیم وجعلنا فی ذریتھما النبوة والکتاب فمنہم مقتدی و کثیر منهم فاسقون (دہر آیتہ تحقیق کہ فرستادہ ایم نوح و ابراھیم را و قرار دادیم در ذریتہ ایشان نبوة و کتاب را پس بعض ایشان ہدایت یافتہ اند و اکثری از ایشان فاسقند) پس ثابت است کہ جعل نبوة را در ذریتہ نوح و ابراھیم کہ مہدی باشند

خدا خبر دہا دہ است وائمہ معصومین ذریتہ ابراہیم ہم ہستند و ہم مہدی کہ فرد اکمل ان
 بمعنی معصوم است پس ایشان انبیاء ہستند بہ نبوت محمدی و کتاب ایشان کتاب محمد
 کہ قرآن است

اقول نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ان مولوی صاحب نے باوجود اعلائے علم قرآن
 مجید کے غلط معنی کئے ہیں کیونکہ دو صورتوں سے خالی نہیں پایا یہ کہ لفظ (مہدی) اس
 آیہ شریفہ میں خاص ہو گا یا عام صورتہ اولے بھی دو قسم پر ہے یا خاص اس سے انبیاء
 مراد ہیں۔ یا مومنین غیر انبیاء۔ قسم اول یعنی لفظ مہدی سے خاص انبیاء مراد لینا کئی وجوہ
 سے غلط ہے اول یہ کہ اس صورت میں ظاہر الفاظ اور سیاق کے خلاف ہو گا
 کیونکہ جب خداے تعالیٰ نے فرمایا کہ نوح و ابراہیم کی ذریعہ میں ہم نے نبوت مقرر کی ہے
 پھر اس پر تفریع کی اور ارشاد کیا فمنہم مہدی و کثیر منہم فاسقون۔ یعنی ان انبیاء
 کے تفرع سے بعض نے تو ہدایت پائی اور بہت سے لوگ گمراہ کے گمراہ رہ گئے تو اس سے
 صاف ظاہر ہے اور سیاق و سباق سے متبادر الی الذہن یہی امر ہے کہ لفظ مہدی سے خاص
 مومنین مراد ہیں نہ انبیاء۔ یعنی وہ مومنین غیر انبیاء مراد ہیں جنہوں نے ان انبیاء کے
 ذریعہ سے ہدایت پائی جنکو خدا نے مقرر فرمایا دوسرے یہ کہ اگر لفظ محبت
 سے انبیاء مراد ہوں تو ثابت ہو گا کہ ذریتہ نوح و ابراہیم دو ہی قسم پر منقسم تھی۔ ایک انبیاء
 دوسرے فساق یعنی کفار۔ حالانکہ قطعاً یہ بیان خلاف واقع ہے کیونکہ انبیاء اور کفار
 کے سواے اور مومنین کا وجود بھی یقیناً اس سے ہے۔ تیسرے یہ کہ اگر لفظ
 مہدی سے فقط انبیاء مراد ہوں اور اس سے ائمہ اہل بیت کی نبوت پر استدلال کیا
 جائے تو لازم ہو گا کہ ذریتہ ابراہیم علیہ السلام میں انبیاء کے سواے جتنے مومنین تھے
 وہ سب معاذ اللہ فساق اور کفار میں داخل ہوں۔ کیونکہ خداے تعالیٰ نے دو
 ہی قسمیں ارشاد فرمائی ہیں۔ اول محبت دی کہ اس سے فقط انبیاء مراد لئے گئے ہیں

جواب آیات

دوسرے فاسقین۔ پس کیا ان مولوی صاحب کی دانست میں آصف بن برخیا۔
 ذوالقرنین حکیم لقمان۔ اور اوصیائے غیر انبیاء حضرت حمزہ شیر خدا۔ جعفر طیار سلمان
 فارسی وغیرہ اور حضرت عباس و علی اکبر و قاسم علیہم السلام اور شہداء کربلا جن کو
 معصوم نے ان الفاظ سے خطاب فرمایا السلام علیکم یا اولیاء اللہ واجتانبہ معاذ
 فاسقین میں داخل ہیں ہرگز نہیں اور اگر یہ لوگ معتد میں شامل ہیں حالانکہ حقیقت حال
 بھی یہی ہے تو کیا سب پیغمبر ہیں ہرگز نہیں اگر نطق معتد سے مومنین غیر انبیاء
 مراد ہیں حالانکہ الفاظ آیتہ اسی پر دلالت کرتے ہیں۔ اور متبادر اے الذہن یہی امر
 ہے جیسا کہ وجہ اولے میں بیان ہوا تو اس صورت میں نطق معتد سے ائمہ
 علیہم السلام کی نبوت کیونکر ثابت ہو سکتی ہے اور صورتہ ثانیہ یعنی معتد آیتہ نبوت
 میں عام مراد ہو جس میں انبیاء اور دوسرے مومنین شامل ہوں تو ہر چند یہ بھی خلاف
 ظاہر الفاظ و خلاف سیاق و سباق ہے مگر علی التشرل والتسلیم ہم کہتے ہیں کہ نطق
 عام سے خاص نبوتہ ائمہ علیہم السلام پر کیونکر استدلال صحیح ہو سکتا ہے دیکھو
 الامام مہدی قضیہ صغرا صحیح ہے مگر کل معتد نبی جو کہا ہے غلط ہے پھر
 نتیجہ معلوم۔ اور ان مولوی صاحب نے جو کہا کہ مہدی کی فرد اکمل یعنی معصوم
 ہے پس مسلم ہے مگر یہ ضرور نہیں کہ جو معصوم ہو وہ نبی ہو کیونکہ معصوم و نبی
 میں بھی عام و خاص مطلق کی نسبت ہے یعنی جتنے نبی ہیں سب معصوم ہیں مگر
 جتنے معصوم ہیں سب نبی نہیں بلکہ بعض معصوم نبی ہیں اور بعض امام اور وصی
 اور بعض معصوم ایسے ہیں کہ وہ نہ نبی ہیں نہ امام جیسے حضرت مریم اور جناب
 سیدہ علیہما السلام۔ پس اس بیان سے کاشمیں فی نصف النهار ہویدا اور اشکا
 ہوا کہ ان مولوی صاحب نے آیہ موصوفہ کے جو معنی بیان کئے ہیں وہ عین تحریف
 ہے اب رہا یہ امر کہ حضرت ابراہیم کی ذریتہ میں خدا نے نبوت مقرر فرمائی ہے

اور ائمہ اثنا عشر بھی انہیں کی ذریت میں ہیں پس وہ انبیاء ہوئے۔ پس وہ بھی کئی وجوہ سے باطل ہے اول یہ کہ اس آیت سے بلفظ جعلنا جو صیغہ ماضی ہے خدا تعالیٰ نے آنحضرت کو خبر دی کہ ہم نے ذریت نوح و ابراہیم میں نبوت مقرر کی پس یہ حال انہیں انبیاء کا ہے جو آنحضرت سے پہلے گزرے ہیں دوسرے یہ کہ اس آیت سے متصل خلاق عالم نے فرمایا ہے ثم قفینا علی آثارہم برسلا و قفینا بعیسیٰ بن مریم و ائیناہ الانجیل (انجیز ۲۷) سورة الحديد یعنی پھر ان کے پیچھے انہیں کے قدم بقدم ہم نے اور رسول بھیجے اور ان کے پیچھے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو بھیجا اور ان کو انجیل عطا فرمائے پس قطعاً معلوم ہوا کہ آیہ ولقد ارسلنا میں انہیں انبیاء کا ذکر ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کے پہلے ہوئے لاغیر چنانچہ تفسیر میں مرقوم ہے اے ارسلنا رسولاً بعد رسول حتی انتہی الی عیسیٰ یعنی ہم نے ایک رسول کے بعد دوسرا رسول بھیجا یہاں تک کہ عیسیٰ کی نوبت آئی۔ پس ایسی آیت سے جس میں نہی قرآن فقط ان انبیاء کا ذکر ہو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے گزرے ہیں ائمہ اہل بیت کی نبوت پر استدلال کرنا جس چیز مجہول ہوگا اس کا فیصلہ صاحبان فہم فرما سکتے ہیں تیسرے یہ کہ تمام اہل دنیا ذریت نوح و ابراہیم ہیں تو کیا سب پیغمبر ہیں ہرگز نہیں۔ معلوم ہے کہ جب تک خاص کسی کی نبوت دلیل سے ثابت نہ ہو وہ نبی نہیں ہو سکتا اور یہ جو کہا کہ وہ یعنی ائمہ انبیاء ہیں بہ نبوت محمدی اور انکی کتاب کتاب محمدی ہے یعنی قرآن پس عجیب عبارت ہے جس کے معنی ندارد اگر ان مولوی صاحب نے نبی کی دو قسمیں کی ہیں۔ ایک نبی بہ نبوت خلائی دوسرے نبی بہ نبوت محمدی۔ اور اسکا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت خدا کے نبی ہیں اور ائمہ آنحضرت کے نبی تو یہ بات قابل مضحکہ صبیان اور کئی وجوہ سے باطل ہے اول یہ کہ یہ اصطلاح خلاف اصطلاح تشکیل بلکہ خلاف جملہ اہل اسلام ہے

دوسرے کے یہ کہ نبی کے لغوی معنی خبر دینے والے کے ہیں اور نبی النبی کے لغوی معنی
یہ ہوئے پیغمبر خدا کے خبر دینے والے پس جملہ رواۃ اسکے تحت میں داخل ہونگے تیسرے
یہ کہ اہل اسلام سے اور ان مولوی صاحب سے اس امر میں مخالفت ہے کہ وہ ائمہ کو
خدا کے رسول و نبی کہتے ہیں اور اہل اسلام کہتے ہیں کہ ایسا اعتقاد کفر ہے پس آپ کو لازم
کہ ائمہ کا انبیاء ائمہ ہونا ثابت کرتے نہ انبیاء النبی اگر ائمہ کو انبیاء بہ نبوت محمدی کہنے سے یہ
مراد ہے کہ آنحضرت پیغمبر اولوالعزم ہیں اور ائمہ انبیاء سے غیر اولوالعزم اور تابع اولوالعزم۔ تو
ہم اس امر سے کہ یہ اصطلاح بھی غلط ہے اور یہ اعتقاد بھی کفر ہے قطع نظر کر کے کہتے ہیں
کہ یہ بات اس سے لازم آئیگی کہ آنحضرت ائمہ سے افضل ہیں حالانکہ ان مولوی صاحب کا
عین منشاء اثبات مساواة مطلقہ ہے اور جو ان مولوی صاحب نے قرآن کو ائمہ کی کتاب
کہا ہے اسکے دو مطلب ہو سکتے ہیں **اول** یہ کہ جس طرح ہر مومن کا یہ اعتقاد ہے
القرآن کتابی اسی طرح قرآن مجید ائمہ اطہار کی کتاب ہے تو سلمنا مگر اس سے
ائمہ کی نبوت اور ان پر کتاب کا نازل ہونا ثابت نہیں ہو سکتا دوسرا مطلب یہ ہے کہ
جس طرح یہ قرآن آنحضرت پر نازل ہوا ہے اسی طرح یہی قرآن ائمہ پر نازل ہوا ہے۔ تو اس سے
بدیہیات کا انکار لازم آئیگا جو عین سفسطہ ہے اور ہر خبیثان مولوی صاحب سے یہ
بعید نہیں۔ اور یہ بھی بعید نہیں کہ قرآن شریف کے اکثر مقامات میں جو آنحضرت کی
طرف ضمیر واحد مذکر مخاطب سے خطاب ہوا ہے اور مواقع کثیرہ میں یا ایہا النبی اور
یا ایہا الرسول کہا گیا ہے اس سے یہ مولوی صاحب تیسرہ یا چودہ آدمی مراد لین۔ مگر
ایسی بکثرت آیتوں میں جہاں بغیر ذات خاص آنحضرت دوسرے کسی شخص کا مراد ہونا
محال ہے وہاں نہیں معلوم کیا فرمائیں گے جیسے یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیہ
اور یا ایہا النبی قل لازواجک وبناتک اور یا ایہا الرسول لم تحرم ما احل اللہ
لک اور یا ایہا المنزل اور یا ایہا المدثر وغیرہ وغیرہ۔ بہر حال دیوانگی کا کچھ علاج

قال و فرقی نیست چه در وقت ولادت قرآن را بخواند و چه در نظام ہندویشہ جبریل عالم قرآن بشود۔

اقول اس بیان میں کئی غلطیاں ہیں **اول** یہ کہ ہر چند بعض روایت میں وارد ہے کہ حضرت امیر نے بوقت ولادت آنحضرت کو قرآن پڑھ کر سنایا۔ مگر جبریل کے ذریعے سے آپ ہرگز عالم قرآن نہیں ہوئے بلکہ یہ تعلیم آنحضرت علم قرآن حاصل کیا جو احادیث متواترہ سے ثابت ہے پس حضرت امیر کی نسبت یہ کلام (چہ در نظام ہندویشہ جبریل عالم قرآن بشود) صریح غلط ہے **دوسری غلطی** یہ کہ اگر آنحضرت کی نسبت یہ بات کہی گئی ہے تو علاوہ اس کے کہ یہ ما نحن فیہ سے خارج ہے یہ امر بھی غلط ہے کہ آنحضرت نے بوقت ولادت قرآن پڑھا ہو **تیسری غلطی** یہ کہ حضرت امیر علیہ السلام کا بوقت ولادت قرآن پڑھنا قطعاً بطریق ایجاد مروی ہے جو معتقدات میں ہرگز بکار آمد نہیں اور ما نحن فیہ بحث اعتقاد ہے چو کہ غلطی یہ کہ یہ روایت احادیث سے ہونے کے علاوہ سند امرسل اور ضعیف اور متنازعاً بالکل غیر معتبر ہے کیونکہ تاسع بحار کے باب ولادت امیر المومنین **ابن الفاطمہ** سے منقول ہے **روی عن مجاہد عن ابی عمرو** ابی سعید الخدری قال کان جالوساً عند رسول اللہ لخم پس مجاہد کے پچھلے روایات سب ساقط ہیں اس لئے مرسل ہے اور وہ بلفظ **روی مروی** ہے اس لئے ضعیف ہے ایضاً مجاہد جو اسکا راوی ہے مجہول ہے۔ چنانچہ علامہ مجلسی نے کتاب رجال میں لکھا ہے **مجاہد۔ م** یعنی مجاہد مجہول ہے اور متنازعاً وہ کئی وجوہ سے اعتبار کے لائق نہیں۔ پہلے ہم اس روایت طولانی کا ترجمہ بطور خلاصہ بقدر ضرورت یہاں لکھتے ہیں پھر وجوہ عدم اعتبار بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ **تاسع بحار** کے باب ولادت حضرت امیر میں بلفظ **روی آنحضرت سے مروی** ہے آپ فرماتے ہیں کہ بوقت ولادت نئی جبریل مجھ پر نازل ہوا اور کہا کہ خدا تعالیٰ نے

آپ کو ولادت علی کی مبارکباد کہی ہے اور فرمایا ہے کہ اب تمہاری نبوت کا زمانہ قریب
 ہے کیونکہ میں نے تمہارے بہائی اور تمہارے وصی کے ذریعہ سے تمہاری مدد کی ہے
 اب تم اُن کا استقبال کرو پس فوراً میں وہاں سے روانہ ہوا دیکھا فاطمہ بنت اسد کو
 دروزہ ہو رہی ہیں اور وہ عورتوں کے بیچ میں بیٹھی ہیں اور دایاں اُن کے اطراف میں
 پس جبریل نے کہا یا رسول اللہ میں فاطمہ بنت اسد کے اور آپ کے بیچ میں ایک پردہ
 کر دیتا ہوں آپ پردہ کے اس طرف بیٹھیں میں نے ایسا ہی کیا پھر جبریل نے کہا
 اب ہاتھ بڑھائیں میں نے اپنا دہنا ہاتھ بڑھایا پس علی میرے ہاتھ پر آئے اور اذان
 اور اقامت کہی خدا کی وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دی پھر مجھ پر سلام کر کے
 کہا یا رسول اللہ کیا میں پڑھوں میں نے کہا پڑھو پھر علی نے صحف آدم و نوح
 و ابراہیم و توحید موسیٰ و زبور داؤد و انجیل عیسیٰ پوری پڑھ کے پھر قرآن پڑھا
 میں نے دیکھا کہ جس طرح مجھے قرآن یاد تھا اُن کو بھی یاد تھا پھر انہوں نے مجھے
 ایسی باتیں کہیں جس طرح اوصیاء انبیاء سے باتیں کرتے ہیں پھر وہ حالت طفولیت
 پر پلٹ گئے انتہی مختصراً۔ اب اس روایت کے عدم اعتبار کی وجہیں ملاحظہ کے لائق ہیں
اول یہ کہ اس روایت میں ہے کہ حضرت امیر کی ولادت کے وقت جبریل نے آنحضرت
 پر نازل ہو کر وحی پہنچائی حالانکہ اس وقت آنحضرت مبعوث برسالتہ نہیں ہوئے
 تھے اور معلوم ہے کہ بعثت سے پہلے جبریل کہی وحی نہیں لائے وہ سری وجہ
 ہے کہ اس روایت میں ہے کہ بوقت ولادت حضرت امیر آپ کی والدہ عورتوں کی ایک
 جماعت میں تھیں حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ اخبار معتبرہ کثیرہ سے ثابت ہے کہ وہ خانہ
 کعبہ میں بالکل تنہا تھیں اور وہیں امیر المومنین متولد ہوئے **دوسری** وجہ یہ کہ اخبار
 معتبرہ میں ہے کہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا حضرت امیر کے پیدا ہونے کے بعد
 آپ کو اپنے ہاتھوں پر لئے خانہ کعبہ سے باہر آئیں اور آنحضرت کے آغوش مبارک میں

یاد اور اس روایت میں ہے کہ آپ آنحضرت کے ہاتھوں پر پیدا ہوئے یہ امر اخبار
معتبرہ کے مخالف ہونے کے علاوہ رواج و عادت کے بھی خلاف ہے **پانچویں**
غلطی یہ کہ کسی کتاب کا عالم یا حافظ ہونا اس امر پر ہرگز دال نہیں کہ وہ کتاب
اسی عالم حافظ پر نازل ہوئی ہے پس اگر بالفرض حضرت امیر نے بعد ولادت
قرآن کی تلاوت کی تو یہ کیونکر ثابت ہوا کہ قرآن آپ ہی پر نازل ہوا ہے اسی روایت
میں یہ بھی ہے کہ حضرت امیر نے اس وقت توراہ و انجیل کو بھی پڑھا تھا تو کیا یہ کتابیں
بھی آپ پر نازل ہوئی تھیں **چھٹی غلطی** غلطی یہ کہ یہ امر معلوم و متواتر ہے کہ آنحضرت
صلعم حضرت امیر المومنین کو وقتاً فوقتاً تعلیم دیتے رہے یہاں تک کہ تواتر سے ثابت ہے
کہ بوقت رحلت ہزار باب علوم تعلیم فرمائے کہ ہر باب سے ہزار ابواب علم آپ
پر خود بخود منکشف ہو گئے پس اگر بوقت ولادت آپ قرآن کے عالم ہوتے تو پھر
تعلیم لغو ہوتی۔ ایضاً قرآن شریف سے ثابت ہے کہ اکثر واقعات سے ایک زمانے
میں خود آنحضرت واقف نہ تھے۔ جب خداے تعالیٰ نے بندیعہ وحی یا الہام
اطلاع دی اس وقت آپ واقف و عالم ہوئے۔

قال بعد ازان کہ ثابت و متحقق است کہ در باطن محمد و علی علیہما السلام یکے ہستند
و عالم قرآن بودند و قتیکہ آنحضرت فرمود کنت نبیاً و آدم بین الماء و الطین و عالم
نور بودند و آن نور محمدی متصف بالنبوة چون بعد المطلب رسید آن نور متصف با ^{نبوت}
و نصف شریکے بعد الشریکے بابو طالب۔

اقول اس بیان میں بھی کئی صریح غلطیاں ہیں **اول** یہ کہ دو نفوس میں وحدۃ
حقیقی خواہ وہ باطنی ہو یا ظاہری محال عقلی ہے جسکی تفصیل گزری دوسری ^{غلطی}
یہ کہ قبل از نزول قرآن علم قرآن بے معنی ہے **تیسرے** یہ کہ اگر یہ کہا جائے کہ
عالم انوار ہی میں آنحضرت پر قرآن نازل ہو چکا تھا تو یہ امر خود نفوس قرآن کے

خلاف ہے۔ ایضاً حضرت آدم اور ان کے بعد تمام انبیاء کے قصے جو قرآن میں
 بصیغہ اسے ماضی مذکور ہیں غلط ٹہرتے ہیں کیونکہ ضرور تھا کہ یہ حکایت صیغہ ہا
 مستقبل سے مستعمل ہوں ایضاً بہت سے واقعات ایسے ہیں کہ جن سے آنحضرت
 ایک وقت میں بے خبر تھے اور بعد وحی یا الہام ان سے اطلاع حاصل ہوئی اور
 یہ امر تو اتر سے ثابت ہے چوتھے یہ کہ آنحضرت نے جو فرمایا کنت نبیاً و آدم
 بین الماء والطين یعنی میں اس وقت پیغمبر تھا جب کہ آدم پیدا بھی نہیں ہوئے
 یہ ارشاد آپکا دنیا میں ہوا ہے جب کہ آپ مبعوث برسالت ہو چکے تھے اور اس وقت
 آپ محمد بن عبد اللہ تھے اور اس وقت امیر المومنین بھی متولد ہو چکے تھے اور آپ کا
 نام علی ابن ابی طالب تھا۔ اور آنحضرت نے اپنی صفت عالم نور بلفظ کنت فرمائی
 جو صیغہ واحد تکلم ہے اور لفظ نبیاً فرمایا پس اس سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ وہی نور
 محمد صلعم بالتحض جو عبد المطلب کی صلب سے نصف ہو کر عبد اللہ کی صلب میں
 آیا اس عالم انوار و ارواح میں یہی متصف بہ نبوة تھا۔ اور اس وقت بھی حضرت امیر کا
 نور متصف بہ نبوة نہ تھا ورنہ آنحضرت اس طرح فرماتے انا و علی کنا بنیین اگر
 ان دونوں بزرگواروں کے نور صلب آدم میں مل گئے تھے تو کوئی ضرر نہیں کیونکہ علم
 خلاق عالم میں تفرق و تشخص موجود تھا۔ اور معلوم ہے کہ ظہور آدم سے پہلے آنحضرت
 اور حضرت امیر کے انوار میں بھی تشخص موجود تھا اور اس وقت بھی آنحضرت پیغمبر اور
 حضرت امیر امام اور آنحضرت کی امت میں داخل تھے جسکا ثبوت عنقریب آتا ہے
 پانچویں یہ کہ عالم انوار کی نبوت کی ماہیت غیر معلوم ہے۔ لہذا کوئی نہیں کہہ سکتا
 کہ اس نبوت کے لئے بھی قرآن کی ضرورت تھی اور عالم اجسام کے احکام عالم
 ارواح پر منطبق تھے چھٹے یہ کہ ہر خد حدیث نور متواتر بالمعنی ہے اور قیاس
 قیقن یہ ہے کہ پہلے آنحضرت کا نور پیدا ہوا اور اس نور سے اہل بیت طاہرین کے

انوار پیدا ہوئے مگر اسکے فروعات احاد سے ہیں اسی لئے بکثرت اختلاف ہے کہتے ہیں پس کسی فرعی مضمون سے جس میں اختلاف ہو یا وہ اصول عقائد کے خلاف ہو استدلال بہرگز صحیح نہیں ساتویں یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو کہا کہ ”انحضرة“ کا قول کنت نبیاً الخ عالم نور میں تھا اور وہ نور متصف بہ نبوة عبد المطلب کی صلب میں دو نصف پر منقسم ہو کر ایک عبد اللہ کو پہونچا اور ایک ابو طالب کو۔“ محض جہل یا تجاہل ہے حقیقتہً وہ نور جو متصف بہ نبوة تھا اور جسکی صفت انحضرة نے کنت نبیاً سے فرمائی وہ خاص انحضرة کا نور تھا اور حضرت امیر کے نور سی علیہ تھا اور ہرگز اس خاص نور نبوی کے دو حصے نہیں ہوئے چنانچہ بند معتبر امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ مخلوقات کی ایجاد سے پہلے محمد و علی علیہما السلام دو نور تھے جب ملائکہ نے انکو دیکھا تو ایک کو اہل پاپا اور اس سے ایک شعاع نکلی تھی جو اسکی فرع تھی خدا سے تعالیٰ سے عرض کی کہ یہ کیسے نور ہیں۔ ارشاد ہوا یہ وہ نور ہے جسکی اصل نبوت ہے اور فرع امامت پس اصل محمد ہیں اور فرع علی ملخصاً حیوۃ القلوب جلد (۲) صفحہ ۷۷ مطبوعہ نو لکثوریس انحضرت نے جو فرمایا کنت نبیاً یہ اسی اصل نور کی صفت تھی نہ فرع کی ایضاً حدیث معتبر میں امیر المومنین فرماتے ہیں میں بندہ خدا اور برابر رسول خدا صلعم اور آپ کا تصدیق کرنے والا ہوں میں نے اس زمانے میں انحضرت کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لایا جب کہ آدم پیدا بھی نہیں ہوئے تھے محضاً حیوۃ القلوب جلد (۲) صفحہ ۷۸۔

اس حدیث معتبر سے مثل روز روشن ظاہر و مبہین ہے کہ انحضرت نے اپنی جان زمانہ کی صفت کنت نبیاً الخ فرمائی ہے اسی زمانہ میں امیر المومنین نے آپ کی تصدیق کی ہے پس ثابت ہوا کہ یہ دونوں نور قبل خلقت حضرت آدم علیہ تھا ایک نبی تھا اور ایک تابع اور وصی ایضاً حدیث معتبر میں مرقوم ہے کہ انحضرة

حضرت آدم سے پہلے نبی و وصی کے دونوں تھے

دسویں یہ کہ حضرت امیر کی نبوت کے اعتقاد سے نصوص متواترہ کی تکذیب ضروری
دین اسلام کا انکار لازم ہوگا۔ جو موجب ضلالت و باعث غواہیت ہے ہذا
عشرۃ کاملہ۔

قال وانچہ در بعض اخبار وارد است کہ آنحضرت فرمود کہ مرا نبوت داد و علی را شجاعت
و فصاحتہ یا وصایتہ و امامتہ داد۔ لازم این قول اینست کہ آنحضرت شجاعت و فصاحتہ
و امامت نہ داشت حالانکہ شجاعت و فصاحتہ و امامتہ از فضائل عظیمہ است و یکس محضرہ رفاقت شجاعت و
فصاحتہ و امامت وصایت نمی دانند پس اگر آنحضرت شجاعت و فصاحتہ و امامت علی بنی است و امامت
اقول جاننا چاہئے کہ اس حدیث کو رواۃ نے کئی مختلف الفاظ میں بیان کیا ہے
ایک روایت شاذہ میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ خدا نے مجھے نبوت عطا فرمائی اور علی
کو شجاعت و فصاحت و دوسری روایت مشہورہ میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا
مجھے خدا نے نبوت عطا کی اور علی کو امامت تیسری روایت میں بجائے امامت
وصایت وارد ہے اور بعض روایات میں دونوں لفظ یعنی امامت و وصایت وارد
ہیں بہر حال الفاظ احادیث صریحاً اس پر دل ہیں کہ عطا کے مناصب و مراتب میں فرق
حاصل ہے پس اگر آنحضرت اور امیر المومنین دونوں پیغمبر ہوتے تو آنحضرت اس طرح
فرماتے کہ خدا نے مجھ کو اور علی کو نبوت و رسالت عطا فرمائی جب ایسا فرمایا بلکہ اشارہ
کیا کہ خدا نے مجھے نبوت دی اور امیر المومنین کی نسبت دوسرے مراتب کے عطا
ہونے کا حال بیان فرمایا تو معلوم ہوا کہ امیر المومنین پیغمبر نہیں ہیں اب رہا یہ دعویٰ
کہ اگر علی پیغمبر نہیں تو آنحضرت شجاعت و فصاحتہ نہیں تو وہ اس دلیل سے باطل ہے کہ
بصرف صحت روایت اوسے چونکہ برہان قطعی سے یہ امر بایہ ثبوت کو پہنچا ہے
نبوت و رسالت کو شجاعت و فصاحت لازم ہے پس جب آنحضرت پیغمبر تھے
تو شجاعت و فصاحت بھی تھے برخلاف اس کے شجاعت و فصاحت کو نبوت لازم

نہیں ہے پس حضرت امیر شجاع فصیح تھے مگر نبی نہ تھے۔ اور یہ جواب علی الترتیل
 بے تسلیم صحت روایت اولے تھا ورنہ معلوم ہے کہ وہ روایت احادیث سے ہونیکے
 علاوہ دوسری احادیث مشہورہ کی مخالف ہے کیونکہ متعدد حدیثوں میں وارد ہے
 کہ آنحضرت نے فرمایا کہ خدا نے مجھے نبوت دی اور علی کو وصایت یا امامت
 اور یہاں وصایت و امامت کے معنی۔ آنحضرت کی نیابت کے ہیں پس فرق
 بالکل ظاہر ہے یعنی آنحضرت پیغمبر ہیں کسی کے نائب نہیں اور امیر المومنین آپ کے
 نائب ہیں پیغمبر نہیں۔

قال وحق اینست کہ خدا عادل است ہرچہ این نصف را داد آن نصف را ہم
 داد و اختلاف الفاظ و تقسیم نیابراجمال و تفصیل است و تکلیف ائمہ بود بمردم
 بقدر عقول شان کہ باعث اختلاف شد و ظاہر و ہرچہ اختلاف معنی بہ نیست
اقول ہرچہ اس قول کی ترویج ہمارے بیانات عشرہ سے جواب ہی گذرے
 صاحبان فہم پر بخوبی ظاہر ہے مگر یہاں ہم تشدید اذہان کے لئے پھر کمی وجوہ سے
 اس کا نقص بیان کرتے ہیں۔

اولیٰ یہ کہ صلب عبدالمطلب میں جس نور کے دو حصہ ہوئے وہ پورا نور نبوت و رسالت
 کا نہ تھا بلکہ نبوت و امامت کے دو نور آپس میں ملکر حضرت آدم کی صلب میں آئے تھے
 اور وہاں سے منتقل ہوتے ہوئے صلب عبدالمطلب میں آئے اور یہاں اسکے
 دو حصہ ہوئے جو حصہ نبوت تھا اس سے آنحضرت پیدا ہوئے اور جو حصہ امامت
 تھا اس سے امیر المومنین پیدا ہوئے و عبارت آخرے جو حصہ نور مستحق نبوت
 تھا اسکو نبوت ملی اور جو مستحق امامت تھا اسے امامت ملی۔ اور اس استحقاق کو
 خلاق عالم ہی خوب جانتا ہے و وسرے یہ کہ اگر کسی حدیث میں وارد ہو
 وہ نور پورے دو نصفوں پر منقسم ہوا تو آپس سے ہرگز کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ دونوں

مستحق نبوت تھے اور ایک ہی رتبہ کے تھے اور حدیث احاد سے عدل خلاق عالم پر ہرگز اعتراف نہیں ہو سکتا کیونکہ اولاً روایت احاد قابل قطع نہیں۔ ثانیاً وجوہ ترجیح متعدد ہیں ثالثاً اسکے خلاف میں ایسی بکثرت حدیثیں وارد ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کا نور اصل ہے اور امیر المومنین کا نور فرع اور حضرت آدم کی خلقت سے پہلے اُن انوار میں تشخص اور تفرق حاصل تھا اور جس نور کو جو رتبہ ملنے والا تھا اسی عالم انوار و ارواح میں اسکا یقین ہو چکا تھا باوجود اسکے پھر عادل حقیقی کے عدل پر اعتراف کرنا کسی مسلمان کا کام نہیں ہے۔ اب ہم مضامین تذکرۃ الصدور کی چند حدیثیں نقل کرتے ہیں **مچھلی** حدیث سابع بجا کے باب بدوار و احمر و الوار ہم کہ صفحہ ۱۸۱ میں ایک طولانی حدیث سلمان فارسی سے منقول ہے جسکا بعض حصے کہ آنحضرت نے فرمایا یا سلمان خلقنی اللہ من صفاء نور و فدعانی الی طاعتہ فاطعتہ و خلق من نوری علیّ فادعانی الی طاعتہ فاطعتہ فاطعتہ الخ الخ الخ اے سلمان خالق عالم نے مجھے اپنے خالص نور سے پیدا کیا پھر مجھے اپنی اطاعت کی طرف بلا یا پس میں نے اسکی اطاعت قبول کی۔ پھر میرے نور سے علی کو پیدا کیا اور اپنی اطاعت کی انہیں دعوت دی پس علی نے اطاعت خدا اختیار کی دوسری حدیث اسی باب میں امام محمد باقر و جعفر صادق علیہما السلام سے مروی ہے۔ ان اللہ خلق محمد امن طینۃ من جوہر تحت العرش و انه کان لطنینۃ نضیم فجعل طینۃ امیر المومنین من نضیم طینۃ رسول اللہ و کان لطنینۃ امیر المومنین نضیم فجعل طینتنا من نضیم طینۃ امیر المومنین و کانت لطنینۃ نضیم فجعل طینۃ شیعتنا من نضیم طینتنا الخ حدیث۔ یعنی خدا سے تعالیٰ نے آنحضرت کو ایک ایسی مٹی سے پیدا کیا جو عرش کے نیچے کے ایک موقی سے مخلوق ہوئی تھی اور وہ طینت ترشح ہوئی پس امیر المومنین ۱۲

کی طینت آنحضرت کی طینت کے ترشح سے پیدا ہوئی اور امیر المومنین کی طینت بھی ترشح
 ہوئی پس ہماری طینت امیر المومنین کی طینت کی زیادتی سے پیدا کی گئی اور ہماری
 طینت بھی ترشح ہوئی پس ہمارے شیعوں کی مٹی ہماری طینت کے ترشح سے مخلوق
 ہوئی ایسا یہ حدیث جلد دوم حواۃ القلوب کے صفحہ ۱۸۲ میں مرقوم ہے پھر
 حدیث سابع بجا کے باب ۱۸۲ کو صفحہ ۱۸۲ میں ایک طولانی حدیث مرقوم ہے کہ خلا
 عالم نے آنحضرت کی طرف خطاب کر کے فرمایا یا محمد انت خلیلی وجیبی وسفیہی
 وخیرتی من خلقی احب المخلوق الی واول من ابتداءات احوالہ من خلقی ثم
 من بعدک الصدیق علی امیر المومنین وصیای بہ ایتک ونصرتک الحدیث
 یعنی اے محمد تم میرے خلیل میرے حبیب میرے برگزیدہ۔ بہترین خلایق احوالہ و
 ہو تم وہ ہو کہ تمام مخلوقات سے پہلے میں نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہاری بعد صدیق
 یعنی امیر المومنین کو پیدا کیا کہ وہ تمہارے وصی اور مددگار ہیں جو بھی حدیث اسی
 باب صفحہ ۱۸۲ میں جابر بن عبد اللہ انصاری سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا
 اول ما خلق الله نوری ابتداء من نورہ واشتقاقہ من جلال عظمتہ فاقبل انوارہ
 بالقدسۃ حتی وصل الی جلال العظمتہ فی ثمانین الف سنة ثم سجد لله تعظیفا
 ففتق منه نودہلی فکان نوری محیطا بالعظمتہ ونور علی محیطا بالقدسۃ ثم
 خلق العرش واللوح المحادیث یعنی جو چیز خلاق عالم نے سب سے پہلے خلق
 فرمائی وہ میرا نور تھا کہ اپنے نور عظمت و جلال سے سب سے پہلے اسے پیدا کیا
 پس اس نور نے (پردہ) قدرت کا طواف شروع کیا یہاں تک کہ اسی ہزار برس میں
 (پردہ) عظمتہ و جلال تک پہنچا پھر اس نور نے حق تعالیٰ کو سجدہ کیا پھر میرے اس
 نور سے نور علی مخلوق ہوا پس میرا نور (پردہ) عظمتہ کو محیط تھا اور علی کا نور
 (پردہ) قدرت کو پھر خدا تعالیٰ نے عرش و لوح کو خلق فرمایا الخ یا سچوین

حدیث اسی باب صفحہ ۸۶ میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے ان اللہ خلق نور محمد قبل خلق المخلوقات کمالہا باربع مائۃ الف سنة واربعة وعشرون الف سنة وخلق منه اثنا عشر حجابا والمراد بالحجب الائمة علیہم السلام یعنی خلاق عالم نے جملہ مخلوقات سے چار لاک چوبیس ہزار برس پہلے آنحضرت کے نور مبارک کو پیدا فرمایا اور آپ کے نور سے بارہ حجاب خلق فرمائے اور مراد حجاب سے ائمہ ہدیٰ علیہم السلام ہیں۔ حدیث بزرگوار حضرت امام جعفر صادقؑ منقول است کہ محیر و علی صلوات اللہ علیہا و علیٰ آئینہ بودند نزد خداوند عالمیان (الی ان قال) پس چون ملائکہ ان و نور را دیدند یکے را اصلین و اذان شعاغی لاسع گردیدہ بود کہ فرع آن بود پس گفتند خداوند این چہ نور است حق تعالیٰ وحی نمود بسوے ایشان کہ این نوریت از نور ہائے من کہ اصلش پیغمبریت و عرش امامت است ای پیغمبری پس از محمد است بنده و رسول من و امامت پس از علیست حجتہ و خلیفہ من اگر ایشان نمی بودند چچیک از خلق را نمی آفریدم۔ حیوت القلوب جلد (۲) باب خلقت نور ص ۱۔

تساوی حدیث بزرگوار حضرت امام حسن صلوات اللہ علیہ منقول است (الی ان قال) فرمود کہ شنیدم از رسول خدا صلعم کہ فرمود من آفریدہ شدم از نور خدا و اہل بیت من آفریدہ شدم از نور من و محبان اہل بیت من آفریدہ شدم از نور ایشان جلد (۲) حیوات القلوب جلد (۲) ص ۱۔ حدیث دیگر از حضرت امیر المومنینؑ منقول است فرمود کہ منم نہن خدا و برابر رسول خدا و بسیار تصدیق کنندہ در روز اول بہ تحقیق کہ با و ایمان آوردم و تصدیق او نمودم در ہنگامی کہ هنوز روح آدم بدن او تعلق نگرفت بود و راست شانیز اول کیکہ تصدیق او کردم پس با یمم پیشی گیرندگان در اول و آخر حیوت القلوب جلد (۲) ص ۱۔ حدیث دیگر روایت دیگر چنان است کہ آنحضرت فرمود کہ خداست مراد روز الست بر من عرض کرو پس اول

کسیکے بن ایمان آورد و تصدیق من نمود علی بود حیوات القلوب جلد ۲، باب (۱۳) ص ۱۴
 مطبوعہ نو لکھنؤ و سوپر حدیث سابع بحار باب بدوار و اھلہم ص ۱۴
 سے مروی ہے عن ابی جعفر قال انا و شیعۃنا اخلقنا من طین من علیین ایلح
 یعنی امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم اور ہمارے شیعہ علیین کی ایک مٹی سے
 مخلوق ہوئے۔ ایضاً ابی ہریرہ حدیث باین الفاظ مروی ہے عن ابی جعفر قال
 انا و شیعۃنا اخلقنا من طینۃ واحدۃ ایلح حدیث سابع
 بحار کے باب مذکور ص ۱۴ میں جابر جعفی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں امام محمد
 باقر کیساتھ تھا پس آپ نے فرمایا اے جابر ہم اور ہمارے دوست ایک روشن اور پا
 مٹی سے جو اعلیٰ علیین سے تھی مخلوق ہوئے ہم اور پر کی مٹی سے پیدا ہوئے اور
 ہمارے دوست اسکے نیچے کی مٹی سے اور جب قیامت ہوگی تو ہم اپنے پیغمبر سے
 متمسک ہون گے اور ہمارے شیعہ ہم سے متمسک ہون گے بار وین حدیث جلد
 دوم حیوۃ القلوب کے باب (۴۷) میں مرقوم ہے کہ حضرت آدم کو خدا نے تمام
 پیغمبروں اور ائمہ کے نور دکھلائے آنحضرت کا نور ان سب میں زیادہ روشن
 تھا اور اس کے اطراف حضرت امیر و جناب سیدہ اور حسن و حسین علیہم السلام کے
 نور تھے حضرت آدم علیہ السلام نے خدا سے تعالیٰ سے آنحضرت کے نور کا حال دریافت
 کیا ارشاد ہوا "این نور بزرگوار احمد است بھتر الشان و بہتر از ہمہ خلایق الخ۔
 تیرویں حدیث بند معتبر منقول است کہ از حضرت امام جعفر صادق پر سید
 کہ در کجا بودید شما پیش از آنکہ خدا آسمان و زمین و روشنی و تاریکی را بیا فرماید فرمود
 کہ ما شہی چند بودیم از نور در در عرش الہی و تشریہ حق تعالیٰ می نمودیم الخ۔
 چودویں حدیث بند ہمارے دیگر از معاذ بن جبل منقول است کہ حضرت
 رسالتاب صلعم فرمود کہ بدستیکہ حق تعالیٰ خلق کرد مراد علی و فاطمہ و حسن و حسین

پیش از آنکہ دنیا را خلق نماید بہ ہفت ہزار سال معاذ گفت پس در کجا بودید
 رسول خدا فرمود کہ در پیش عرش بودیم و تسبیح و تحمید و تقدیس و تحسین خدا می کردیم
 گفت چہ مثال و مانند بودید فرمود کہ شبی چہند بودیم از نور پس چون حق تعالی
 خواست کہ صورتہ ما را خلق نماید ما را نمودی از نور گردانید و در صلب آدم جا داد
 حیوۃ القلوب جلد ۲ ص ۲۵۶ پس این احادیث کثیرہ مشہورہ بل متواترہ بالمعنی
 سے کئی امور ثابت ہیں اول یہ کہ عالم انوار ہی میں آنحضرت اور امیر المومنین کو تفرق
 اور تعدد حاصل ہو گیا تھا دوسرے یہ کہ آنحضرت کا نور اصل ہے اور امیر المومنین کا نور
 فرع۔ تیسرے یہ کہ جس زمانہ میں یعنی عالم ارواح میں آنحضرت بنی تھے اسی زمانہ میں
 امیر المومنین آپ کے تابع اور وصی تھے اور فرق مراتب حاصل تھا۔ چوتھے یہ کہ جس طرح
 اہل بیت علیہم السلام آنحضرت کے نور سے پیدا ہوئے اسی طرح محبان اہل بیت اہل
 بیت کے نور سے پیدا ہوئے ہیں پس اگر اہل بیت انبیاء ہوں تو ضرور ہے کہ محبان
 اہل بیت بھی انبیاء ہوں۔ پانچویں۔ یہ کہ آنحضرت کے نور سے امیر المومنین کی
 خلقت ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت امیر المومنین سے افضل ہیں اسی طرح
 باقی ائمہ کی خلقت امیر المومنین کے نور سے ہوئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ امیر المومنین
 اور ائمہ سے افضل ہیں چھٹے یہ کہ عطاے مناصب و مراتب اسی عالم میں بحسب
 استعداد و استحقاق ہو چکی تھی جس پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔

قال آیه و وہم ان اللہ و ملائکتہ یقولون علی بنی یا ایہا الذین امنوا صلوا
علیہ وسلموا تسلیما استدلال فرمودہ کہ امر بصلوۃ و راین آیه مختص بہ بنی است
 و معذک کہ حضرت رسول امر بامت فرمود کہ صلوۃ باین طریق بفرستند
 اللہ صل علی محمد وال محمد پس ازین آیه ثابت شد کہ لفظ بنی شامل محمد آل
 محمد است وال محمد انبیاء اند و الاخلاف عقیدہ جمیع اہل اسلام لازم می آید کہ

ضروریست کہ آنحضرت معصوم بود در جمیع افعال و اقوال و لا اقل معصوم بود در تبلیغ احکام و این حکم نیز از تبلیغ آنحضرت است کہ منقول علیہ را بدون تغیر تبلیغ نماید و اینجاکہ اگر معنی نبی را منحصر در حضرت نبوت نماید اضافہ کردن آنحضرت صلوٰۃ را بآل محمد بیشک تغیر است مگر آنکہ لفظ نبی را عام از محمد و آل محمد گرفتہ شود در وقت امر بصلوٰۃ بطریقہ مستمرہ صحیح خواهد بود۔ و ہم خلاف آیہ مجیدہ و ما ینطق عن الہوی ان ہوا کلا وحی یوحی خلاف ظاہر وحی کہ صلوٰۃ فقط بر ذات نبی است والا باید کہ قائل بعیم لفظ نبی بمحمد و آل محمد باشم تا نطق آنحضرت بر خلاف وحی نہ باشد۔

اقول واللہ المعین یہ کلام مختلف النظام بھی کئی وجوہ سے منقوض ہے **اول** یہ کہ لفظ نبی صیغہ واحد ہے جس کے معنی ایک پیغمبر کے ہیں اور وہ یہ معروف باللام ہوا تو اس میں تعین و تشخص بھی آگیا اسلئے اس آیہ شریف میں قطعاً آنحضرت کی ذات مبارک مراد ہے جس پر علیہ کی ضمیر واحد مذکر بھی شاہد ہے اور ہرگز صیغہ واحد مذکر معروف باللام جمع پر دلالت نہیں کر سکتا اگر خلاق عالم کے نزدیک اہل بیت پیغمبر پیغمبر ہوتے تو یوں ارشاد فرمایا یصلون علی الانبیاء عجیب ایسا نہیں ہے تو یہ دعوائے سراسر باطل ہے۔ اور آنحضرت کا اپنی آل کو صلوٰۃ میں شریک کرنے کے لئے حکم دینا بیشک حکم ثانی کے موافق ہے جو غیر متلو ہے بدلیل و ما ینطق عن الہوی ان ہوا کلا وحی یوحی و دوسرے یہ کہ آیہ شریفہ میں آنحضرت پر صلوٰۃ بھیجنے اور سلام کرنے کے دو حکم موجود ہیں یعنی صلوٰۃ علیہ و سلام و تسلیما اور آنحضرت کا حکم فقط صلوات میں آل پاک کو شریک کرنے کا ہے نہ سلام میں چنانچہ فرمایا محمد پر دم بریدہ صلوات نہ بھیجو۔ پس اگر لفظ النبی محمد و آل محمد سے عام ہوتا تو ہرگز آنحضرت پر سلام کرنا بغیر ذکر آل صحیح نہ ہوتا جیسے صلوات کیا

صحیح نہیں۔ حالانکہ تمام مسلمان آنحضرت پر اس طرح سلام کرتے تھے السلام علیک یا رسول اللہ۔ اور ہم بھی اس طرح سلام کرتے ہیں۔ آنحضرت نے بھی اس طرح حکم دیا اور ائمہ نے بھی اس طرح ارشاد فرمایا۔ چنانچہ زاد المعاد میں ہے وبنی صحیح منقول است کہ ابن نصر خدیست امام رضا عرض کرو کہ بعد از نماز چکونہ صلوات و سلام بر حضرت رسول باید فرستاد فرمود کہ سگوئی السلام علیک یا رسول اللہ ورحمة اللہ وبرکاتہ السلام علیک یا محمد بن عبد اللہ السلام علیک یا خیر آل اللہ الخ پس اس صاف ظاہر ہے کہ آیہ صلوات میں لفظ البنی ہرگز عام نہیں ورنہ جو حکم صلوات کا تھا وہی سلام کا ہوتا۔ تیسرے یہ کہ جملہ احادیث صلوات میں آنحضرت کے ساتھ ذکر الٰہ موجود ہے اور بغیر ذکر الٰہ فقط آنحضرت پر صلوات بھیجنا ممنوع۔ نہ ہر عکس یعنی ائمہ علیہم السلام پر صلوات بھیجنے میں آنحضرت کا ذکر ضرور نہیں۔ پس اگر آیہ صلوات میں لفظ البنی عام ہوتا تو کسی امام پر صلوات بھیجنا بغیر ذکر آنحضرت و دیگر ائمہ صحیح نہ ہوتا چونکہ یہ کہ آل محمد میں قطعاً جناب سیدہ داخل ہیں اور آپ کو آل سے خارج کرنیوالا بے دین ہے پس بنا بر استدلال مولوی صاحب مذکور ضرور ہوگا کہ جناب سیدہ بھی پیغمبر ہوں وھذا مما تضحی علیہ التکلی۔ پس جب ان دلائل قویہ سے ثابت ہوا کہ لفظ البنی ہرگز عام نہیں اور اس سے مقصود قطعی طور پر فقط ذات آنحضرت ہے۔ تو ضرور ہے کہ قول آنحضرت۔ قولوا للہم صل علی محمد و آل محمد ولا تصلوا علی صلوات التبری حی ثانی سے ماخوذ ہو جو غیر تسلو ہے جیسے قرآن مجید میں بحالت صوم اکل و شرب و جماع ممنوع ہے اور احادیث میں ان کے سوا سے اور چیزیں بھی منع کی گئی ہیں تو کیا کہہ سکتے ہیں کہ معاذ اللہ یہ احکام خلاف ما انزل اللہ ہیں ہرگز نہیں۔ اور ایسی مثالیں نماز و حج و زکوٰۃ وغیرہ میں اس کثرت سے ہیں جن کا احصاء و شوارہ ہے مگر سمجھنے کے لئے مختل چاہئے من

لم يجعل الله له نورا فماله من نور پانچویں یہ کہ تفسیر صافی سورہ اخراہ
 میں نبیل آیہ صلوات منقول ہے حضرت امیر فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت کی
 صحت و سلامتی میں آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا انما انزلت ہذا الا یہ علی
 فی الصلوۃ علی بعد قبض اللہ لی یعنی یہ آیہ شریفہ میرے انتقال کے بعد
 میری میت پر نماز پڑھنے کے بارے میں نازل ہوا ہے ایضاً یہ حدیث حیوۃ القلوب
 کی دوسری جلد کے باب ۱۲ میں بند مستبر کانی سے منقول ہے پس اس سے صاف
 ظاہر ہے کہ یہ آیہ آنحضرت کے جنازہ شریف پر نماز پڑھنے کے طریقہ کے بیان
 میں نازل ہوئی ہے۔ اور حدیث صلوات سے ثابت ہے کہ آنحضرت کی زندگی
 ہی میں اللہ صلی علی محمد وال محمد کھنے کا حکم دیا گیا تھا اس سے معلوم
 ہوا کہ حدیث صلوات آیہ صلوات کی تفسیر میں وارد نہیں ہوئی بلکہ وہ وحی ثانی
 کے موافق ہے اور حدیث صلوات کو اس آیہ شریفہ سے کوئی تعلق نہیں ایضاً
 حدیث صافی و کانی میں آنحضرت نے فی الصلوۃ علی بعد قبض الشری فرمایا جیسے
 خاص آنحضرت کی ذات مبارک مراد ہے اگر آیہ شریفہ میں البنی سے محمد آل محمد
 مقصود ہوتے تو آنحضرت فی الصلوۃ علینا بعد قبض اللہ لہا فرماتے
 قال آیہ سوم وہم عالم موصوف از آیہ پس بنا بر استدلال امام رضا در سابع بحار
 در باب معنی آل محمد اہل بیتہ و عترتہ و در غایتہ المرام باب صد و پنجاہ و پنجم
 استدلال بر نبوت ائمہ فرمودند کہ ترجمہ عین عبارت انیت فرمود ابو الحسن رضا
 در مجلس مامون۔ آری خبر وہید مر از قول خدا تعالیٰ لیس والقرآن التحکیم احکامنا
 لمن المرسلین علی صراط المستقیم۔ پس کدام کس را ارادہ کردہ بقول لیس علما
 گفتند لیس محمد است و کسے درین شک نکردہ فرمود ابو الحسن لیس تحقیق کہ
 خداے عزوجل از این ایتہ محمد و آل محمد را فضیلتی دادہ است کہ کسی کہہ اور انھی رسد

لہذا المستقیم علی صراط المستقیم کہنا چاہیے

مگر کسی کہ عاقل بشود و آن اینکه تحقیق خدا سے غر و جبل سلام کرو و سر پہ چاک گھر برانیا
 پس گفت تبارک و تعالیٰ سلام علی نوح فی العالمین و گفت سلام علی ابراہیم
 و گفت سلام علی موسیٰ و ہارون و گفت سلام علی آل نوح و گفت سلام
 علی آل ابراہیم و گفت سلام علی آل موسیٰ و ہارون و گفت سلام علی
 آل یسین یعنی آل محمد پس مامون گفت کہ شرح و بیان این در معدن نبوت است
 مامون با شقاوتش مطلب امام را فہمید کہ امام او دعائے نبوت و اثبات آن می فرماید
 و قبول نمود و امام را خطاب نمود بآن کہ بے بودن نبوت در و سخا طیب بآن لفظ محال
 باشد کہ مذاکرہ امام را بمعدن نبوت و امام منعش نفرمود و این ہم تقریر معصوم است۔
اقول واللہ المعین اس آیت شریفہ کو بھی کسی طرح کا تعلق ائمہ کی نبوت
 سے نہیں اور نہ الفاظ آیت اس پر دلالت کرتے ہیں حالانکہ آیات سے نبوت ائمہ
 کے ثبوت کا دعویٰ ہے تفصیل اس کی اس طرح پر ہے کہ آیت سلام علی الیہام
 میں الیہامین کی قرأت اور اس کے معنی میں اختلاف ہے قرأت مشہورہ
 جسکو اب جملہ اہل اسلام پڑھتے ہیں الیہامین ہے اور اس سے مراد حضرت
 الیاس ہیں جیسے طور سینا کو طور سینین کہتے ہیں کذا فی الصافی اور دوسری تمام
 تفاسیر میں بھی اسی طرح مرقوم ہے اور اس آیت شریفہ کے الفاظ بھی اسی پر دل
 ہیں اور اسکا سیاق و سباق اسی کو متلزم ہے کیونکہ خلاق عالم نے سورہ والصاف
 انجز (۱۳) میں پھلے نوح کا ذکر فرمایا اور کسی قدر آپکی حالت بیان کی پھر ارشاد کیا
 سلام علی نوح فی العالمین انا کذا الذی انجزی المحسنین انہ من عبادنا المؤمنین
 اسکے بعد حضرت ابراہیم کا ذکر کیا اور کسی قدر انکا قصہ بیان کیا اور فرمایا
 سلام علی ابراہیم انا کذا الذی انجزی المحسنین انہ من عبادنا المؤمنین
 پھر حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ذکر فرمایا پھر ارشاد فرمایا سلام

علی موسیٰ و ہارون انا کذلک نجی المحسنین انہما من عبادنا المومنین
 اسکے بعد حضرت الیاس کا ذکر کیا پھر کسی قسم کی حالت بیان فرمائی اور اشارہ
 کیا سلام علی الیاسین انا کذلک نجی المحسنین انہما من عبادنا المومنین
 پس نظم قرآن اور اسکے الفاظ سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ یہاں الیاسین
 سے مراد حضرت الیاس ہیں لا غیر اگر الیاسین کو آل یاسین پڑھا جائے اور
 اس سے آل محمد مراد لئے جائیں تو نظم قرآن و سیاق و سباق کی خرابی لازم
 ہوگی اور الفاظ غلط ہو جائیں گے کیونکہ نہ یہاں آنحضرت اور آپ کی آل کا ذکر ہے
 اور نہ اسکا محل ہے حضرت الیاس کے ذکر میں آنحضرت کی آل پر سلام بھیجا
 بعد۔ اور بغیر ذکر آنحضرت فقط آپ کی آل پر سلام کرنا بھی بعید ترہ اور پھر
 انہما من عبادنا المومنین کہنا غلط کیونکہ ضمیر واحد نہ کہ آل کی طرف کہ وہ کسی
 بزرگوار ہیں کیونکہ راجع ہو سکتی ہے بھر حال اس سے کلام خدا معاذ اللہ مہمل
 ہو جائے گا اور وہ محال ہے۔ اور قرأت غیر مشہورہ میں جو آل یس پڑا گیا ہے
 اسکے بھی دو منہ بیان کئے گئے ہیں اول یہ کہ یسین حضرت الیاس کے والد کا نام
 تھا پس اس صورت میں بھی آل یسین الیاس ہیں اور یہ قول بھی نظم قرآن اور سیاق
 و سباق کے موافق ہے چنانچہ تفسیر صافی میں بذیل آیت موصوفہ مرقوم ہے او
 قیل یاسین اسم ابی الیاس لینا سب ما بعد لا ونظم سائر القصص
 کما فی قل تہا الیاسین یعنی بعض نے آل یسین کی قرأت کی بنا پر کہا ہے
 کہ یسین حضرت الیاس کے والد کا نام تھا اور یہ قول آیت ما بعد کے اور تمام قصوں
 کی نظم کے موافق ہے دوسرا قول یہ ہے کہ آل یسین سے مراد آل محمد
 علیہم السلام ہیں اور اس پر فریقین میں کمی حدیثین وارد ہیں پس اس صورت میں جو
 قطعاً نظم قرآن اور سیاق و سباق کی مخالفت لازم آتی ہے لہذا یہ کہنا ضرور ہوگا

کہ احادیث موصوفہ آیتہ شریفہ کی تاویل میں وارد ہوئی ہیں نہ تنزیل میں چنانچہ علامہ
 مجلسی جو افضل المتاخرین ہیں حیوۃ القلوب کی تیسری جلد کے باب دوم ص ۵۸
 مطبوعہ نو لکثور میں ان احادیث کا عنوان اس طرح قائم کیا ہے فی فضل اول
 در تاویل سلام علی آل لیلین گے اور معلوم ہے کہ مقتضات میں تاویلات سے
 احتجاج صحیح نہیں کیونکہ وہ مفید قطع و یقین نہیں ہو سکتے۔ اور علی التنزیل تاویل
 ال لیلین بہ آل محمد علیہم السلام کی صورت میں بھی کوئی لفظ اس آیت میں ایسا نہیں
 جو اہل بیت علیہم السلام کی نبوت پر دلالت کرتا ہو بلکہ اس سے محض ایک
 تفصیلت عظیمہ پائی جاتی ہے کیونکہ خلاق عالم نے انبیاء کیساتھ آل محمد پر
 سلام بھیجا اس سے معلوم ہوا کہ آل محمد علیہم السلام کا مرتبہ سلام میں یا مطلقاً انبیاء
 سلف کے مساوی ہے بلکہ اگر چشم بصیرت سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ خود ہی
 آیت اہل بیت علیہم السلام کے عدم نبوت پر دل ہے اس کا بیان نبا پر تاویل آل
 لیلین بہ آل محمد علیہم السلام اس طرح پر ہے کہ خلاق عالم نے ایک سورہ میں خدا سے
 برگواروں پر سلام بھیجا جن میں بعض انبیاء اور بعض غیر انبیاء ہیں۔ جو انبیاء ہیں
 پہلے ان کا ذکر ایسے الفاظ میں کیا جن سے ان کی نبوت ثابت ہوتی ہے پھر ان پر
 سلام بھیجا۔ الا ال لیلین کہ ان کا ذکر پہلے کچھ نہ کیا اور ان پر محض سلام بھیجا تا کہ معلوم
 کہ باوجود اسکے کہ آل محمد علیہم السلام پیغمبر نہیں مگر ایسی فضیلت رکھتے ہیں کہ انبیاء کیساتھ
 سلام کے مستحق ہیں۔ اب رہی حدیث امام رضاؑ پس وہ ائمہ علیہم السلام کی نبوت پر ہرگز
 دل نہیں بلکہ اس حدیث سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام نے اس آیت سے
 اپنی امامت اور افضلیت ثابت فرمائی ہے چنانچہ آپ نے فرمایا کہ خدا نے محمد وال محمد
 کو اس سبب سے ایک ایسی فضیلت عطا فرمائی ہے جس کو بغیر اہل فہم و دہش نہیں
 سمجھ سکتا پس اگر یہاں فضلا سے مراد نبوت سمجھی جائے تو دو خرایان لازم ہونگی

اول یہ کہ امام علیہ السلام کا محمد وآل محمد فرمانا بجا ہوگا کیونکہ خدا نے آنحضرتؐ پر اس سورے میں سلام نہیں بجا محض آپؐ کی آل پر سلام پہنچا وہ سری یہ کہ آنحضرتؐ کی امت میں کوئی ایسی فضیلت نہیں جس کو ہر مسلمان نہ سمجھ سکتا ہو۔ اس لئے کہ آنحضرتؐ کی نبوت و رسالت کو سب سمجھتے ہیں اور جملہ اہل اسلام کی وہ سلمہ ہے پس امام کا قیل کہ وہ خدا نے محمد وآل محمد علیہم السلام کو اس سے ایسی فضیلت عطا فرمائی ہے جس کو بغیر اہل فہم و سرائیں سمجھتا ہے لغو ہوگا۔ پس اس سے ثابت ہے کہ امام کی مراد فقط فضلاً سے ہرگز نبوت نہیں بلکہ آل محمد کی امامت اور انکی عصمت ہے۔ اس صورت میں آنحضرتؐ اور آپؐ کی آل دونوں کا ذکر حدیث میں بجا ہوگا کیونکہ جب آنحضرتؐ کی آل سلام میں با مطلقاً باوجود عدم نبوت انبیاء سلف کے مساوی ہے تو معلوم ہوا کہ وہ انبیاء اور معصوم ہیں اس لئے کہ انبیاء کے درجہ میں نہیں ہوا مگر وہ شخص جو معصوم اور امام ہو اور جب آنحضرتؐ کی آل باوجود اسکے کہ آپؐ سے رتبہ میں کم ہے اور انبیاء کی مساوی ہوئی تو معلوم ہوا کہ ان جملہ انبیاء سے افضل ہیں اور اسکا تعقل بغیر اہل عقل و وسائیں کر سکتا۔ اور وہ جو اس روایت میں ہے کہ وہ فضیلت یہ ہے کہ خدا نے بغیر انبیاء کے کسی اور پر سلام نہیں کیا اس سے مراد یہ ہے کہ خاص اس سورے میں سوائے آل لیس کے اور کسی پر بغیر انبیاء سلام نہیں کیا۔ اگر اس سورے کی تخصیص نہ کی جائے تو قول امام معاذ رحمہ اللہ غلط ہوگا کیونکہ قرآن شریف میں غیر انبیاء پر بھی خدا نے سلام بھیجا موجود و منصوص ہے چنانچہ سورہ ہود میں ہے قیل یا نوح اهبط بسلام منا و برکات علیک و علی ائمتہ من معک (بخبر ۱۲) یعنی نوح کو حکم دیا گیا کہ اے نوح ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کیساتھ کشتی سے اتر و اور وہ سلام اور برکتیں تم پر اور ان لوگوں پر اتریں گی جو تمہارے ساتھ ہیں اور معلوم ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ انھی قوم کے وہ لوگ بھی موجود تھے جو غیر انبیاء تھے ایضاً سورہ رعد میں ہے

سلام علیکم بما صبرتم ففتح عقبی الدار۔ (بخیر ۱۳) یعنی تم پر خدا کا سلام ہے بسبب
 اس کے کہ تم نے صبر کیا پس تمہاری دنیا کا انجام اچھا ہوا۔ یہ سلام ان عام مومنین پر ہے
 جنہوں نے مصائب پر صبر کیا نمازین پڑھیں اور راہ خدا میں سخاوت کی چنانچہ اس
 آیت سے پھلے اسکا ذکر ہے اور یہ سلام خدا کی طرف سے فرشتے پر پونچائینگے جیسا کہ تفسیر
 میں ہے فیدخل کل ملک من باب من ابواب الغرقة فیباغونہ رسالہ
 الجبار وذلک قول اللہ والملائکۃ یدخلون علیہم من کل باب یعنی
 من ابواب الغرقة سلام علیکم بما صبرتم یعنی ہر فرشتہ غرقہ جنت کے
 ہر دروازہ سے داخل ہو کر اہل جنت کو خدا کا پیام پونچائینگا اور وہ پیام سلام
 علیکم الخم ہے ایضاً سورہ حجر میں ہے ان المتقین فی جناب وعیون ادخلوها
 بسلام امنین۔ (بخیر ۱۴) یعنی بیشک پرہیزگار باغوں اور چشموں میں ہونگے
 انہیں حکم ہوگا کہ جنت میں سلامتی کیساتھ باطنیان داخل ہوں۔ ایضاً سورہ اعراف
 میں ہے هو الذی یصلی علیکم ولما لکتمہ (بخیر ۲۲) یعنی (اے مومنین) خلاق عالم
 اور اس کے فرشتے تم پر صلوات بھیجتے ہیں۔ پھر فرمایا تحیتہم یوم یلقونہ سلام
 یعنی بروز قیامت انکی تحیت خدا کی طرف سے سلام کیساتھ ہوگی۔ پس ان آیتوں سے
 ثابت ہے کہ خدا نے متعدد مقامات میں غیر انبیاء پر بھی سلام بھیجا ہے۔ پس قول
 امام سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس سورہ میں خاص نوح و ابراہیم و موسیٰ
 علیہم السلام پر سلام بھیجا اور انکی آل پر سلام نہ بھیجا پھر آل محمد علیہم السلام پر سلام بھیجا
 جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت کی آل ان انبیاء کے درجہ میں ہے یعنی
 معصوم ہے اور ان انبیاء کی آل سے افضل ہے چنانچہ علامہ مجلسی نے سابع بخار کے
 باب ان آل لیس آل محمد ص ۳۵ میں بنقل قول سید نور اللہ شستری نور اللہ
 مرقہ لکھا ہے۔ ومن البین ان السلام علیہم منفرد فی اثناء اللہ سلام

علی الانبیاء والمرسلین دلالة صریحة علی کونہ فی درجۃ الانبیاء والمرسلین
 ومن ہونی درجۃہم لا یكون الا اماما معصوماً فیکون نصافی الامامة
 ولا اقل من کونہ نصافی الافضلیۃ یعنی پیغمبر پر سلام بھیجنے کے اثنائے آنحضرت
 کی آل پر منفرداً سلام بھیجا اس امر کی دلیل روشن ہے کہ اہل بیت پیغمبروں کے
 درجہ میں ہیں اور ان کے درجہ میں وہی ہوتا ہے جو امام و معصوم ہوا اور یہ بات امامت
 کے لئے نص ہے اور کم سے کم افضلیت پر نص ہے اور وہ جو مامون حیا سی نے
 امام رضا کی یہ تقریر سن کر کھا (قد علمت ان فی معدن النبوة شرح ہذا دیانہ)
 یعنی میں نے جان لیا جو معدن نبوت ہوتے ہیں وہ اسطرح شرح و بیان کرتے ہیں
 اس کا مطلب بہت صاف ہے یعنی جو وارث علوم پیغمبر ہیں ان کے پاس ایسی ہی شرح
 و تفسیر ہوتی ہے۔ معدن النبوت سے مراد اہل بیت نبی ہیں کیونکہ مصدر کا استعمال باب
 اسم فاعل یا صفت کے مقام پر ہوتا ہے جیسے حدیث میں خدا سے بلفظ یا عدل دعا کی
 گئی ہے جس کے معنی عادل کے ہیں پس یہاں معدن سے مراد خاندان ہے اور نبوت سے
 مراد نبی۔ اور اگر مصدر ہی مراد لیا جائے تو اس سے معدن علم نبوت مقصود ہوگا اور
 اسکی تفصیل آئندہ بیان احادیث میں آئیگی انشاء اللہ تعالیٰ پس امام نے نہ دعویٰ
 نبوت کیا اور نہ اس کو ثابت فرمایا اور نہ مامون یہ مطلب سمجھا اور نہ آپ کی نبوت کا
 اقرار کیا یہ نقطہ ان مولوی صاحب کی ناحق کوشی ہے حالانکہ خود امام نے بصرحت
 تمام ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص آنحضرت کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے اس کا خون
 سباج ہے (حیوۃ القلوب جلد اول ص ۷) اور نیز اسی مامون کے لئے جو رسالہ
 تحریر فرمایا ہے اس میں ارشاد کیا دو محمد صلعم خاتم پیغمبران است و پیغمبری بعد از نبوت
 (حق الیقین ص ۳۳۵)۔

قال ابو جہارم ام یحسدون الناس علی ما انا علیہم اللہ من فضلہ فقد اتینا

ال ابراہیم الکتاب والحکمة واتیناهم ما کا عظیم۔ در غایت المرام باب شصت
 یکم امام جعفر صادق فرمودہ اند کہ کتاب نبوت است وحکمت فہم وعلم است و ملک
 عظیم طاعت مفروضہ است۔ و در حدیث دیگر معصوم فرمودند کہ درین آیت ال ابراہیم
 ہستیم و در حدیث دیگر فرمودند یعنی ما از ایشان رسل و انبیاء و ائمہ قرار دادیم کہ چگونہ این
 را قرار می کنند و آل ابراہیم و انکار می کنند و آل محمد و این صریح است و اینکہ از انکار منکرین
 از رسالت و نبوت و امامت ائمہ استجاب می فرمایند و استدلال می نمایند بتقریب اینکہ آل
 ابراہیم کہ از ما در مراتب کم اند انہا ائمہ و انبیاء و رسل باشند و ما نباشیم۔

اقول واللہ المعین اس بیان میں کئی صریح غلطیاں ہیں جو تفصیل سے عرض
 تحریر میں آتی ہیں۔

اول یہ کہ خداے تعالیٰ جو فرمایا ہے ام یحسدون الناس علی ما اظہم اللہ
 من فضله یعنی کیا خدا نے جو اپنے فضل سے لوگوں کو نعمت عطا فرمائی ہے اسے
 (کفار) جلے مرتے ہیں (پارہ سورہ نساء) اس میں لفظ ناس سے مراد یا تو خاص انحضرت
 ہیں چنانچہ تفسیر صافی میں ہے و فی الجمع عن الباقر المراد بالناس البقی یعنی تفسیر
 مجمع البیان میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس آیت میں ناس سے
 مراد آنحضرت ہیں اس صورت میں محسود آنحضرت ہوئے اور وجہ حسد نبوت پسراں
 تفسیر کی بنا پر اس آیت سے ائمہ کو کوئی تعلق نہ ہوگا فضلا عن نبوتھم۔ یا ناس سے مراد
 ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں اور وجہ حسد امامت چنانچہ تفسیر صافی میں مرقوم ہے فی
 عدد روایات نحن المحسودون الذین قال اللہ علی ما اظہم اللہ من الامامة
 یعنی متعدد روایات میں وارد ہے (ائمہ نے فرمایا) کہ ہم وہ محسود ہیں جنکا ذکر خداے تعالیٰ
 فرمایا ہے اور وجہ حسد یہ ہے کہ خدا نے ہم کو امامت عطا فرمائی۔ اس تفسیر کی بنا پر یہ آیت
 ائمہ کی امامت سے متعلق ہوگی اور جمع بین الروایات کی بنا پر آنحضرت کی نبوة اور

ائمہ کی امامت سے متعلق ہوگی مگر نبوت ائمہ سے اسکو کچھ تعلق نہیں پس اس آیت شریفہ سے نبوت ائمہ کے نبوت کا دعویٰ کرنا عین تحریف قرآن ہے۔

دوسرے یہ کہ خداے تعالیٰ نے جو فرمایا فقد اتینا آل ابراہیم الکتاب والحکمة واتیناھم ملکاً عظیماً یعنی پس ہم نے آل ابراہیم کو بھی (اس سے پہلے) کتاب اور علم دیا اور سلطنت عظیم عطا کی۔ اس آیت شریفہ میں خداے تعالیٰ نے بطور تمثیل ارشاد فرمایا کہ محمد کو نبوت وال آل محمد کو امامت دینے سے تو (کافر) حد کرتی ہیں حالانکہ ہم نے اس سے پہلے آل ابراہیم کو بھی نبوت اور امامت عطا کی تھی اور اونپر کسی نے حد نہیں کیا۔ اس آیت میں آل ابراہیم سے یقیناً وہ انبیاء و ائمہ مراد ہیں جو آنحضرت سے پہلے گزرے ہیں کیونکہ استعجاب اسی وجہ سے ہے کہ آل ابراہیم پر بسبب عطاے نبوت و امامت کسی نے حد نہیں کیا اور محمد و آل محمد علیہم السلام پر حد کرتے ہیں چنانچہ ان مولوی صاحب نے بھی مثل اس کے ایک حدیث نقل کی ہے جس سے ظاہر ہے کہ اس آیت میں آل ابراہیم سے مراد انبیاء و ائمہ سلف ہیں جو آنحضرت سے پہلے گزرے ہیں جن کی نبوت و امامت کا حاسدوں نے اقرار کیا اور ناس سے مراد آل محمد ہیں جن کی امامت پر منکرین حد کرتے ہیں۔ اگر اس آیت میں آل ابراہیم سے ائمہ اہل بیت مراد ہوں تو آیت شریفہ مہمل ہو جائیگی اور محسود یعنی آل محمد اور غیر محسود یعنی آل ابراہیم دونوں ایک ہو جائینگے اور خداے تعالیٰ کا تمثیل آں ابراہیم کا ذکر فرمایا نہ ہوگا۔ ایضاً کلام معصوم میں تخالف ثابت ہوگا کیونکہ معصوم نے فرمایا فکیف یقرءون فی آل ابراہیم دینکرون فی آل محمد (صافی) اور یہ کلام مضمر ہے اس امر پر کہ یہاں آل ابراہیم اور ہیں اور آنحضرت اور آپ کی آل اور۔ اگر اس آیت میں آل ابراہیم کو بھی آل محمد سمجھیں تو کلام معصوم مہمل ہوگا۔ اور یہ بات ثابت ہوگی کہ ایک ہی آیت میں معصوم نے آل ابراہیم سے آل محمد مراد لیا اور پھر اسی آل ابراہیم کو اپنے

علحدہ قرار دیا۔ اور یہ تعارض ہے۔ جس کا وقوع معصوم سے بلکہ جملہ اہل عقل سے محال ہے۔

تیسرے یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو کہا کہ (این صریح است درینکہ از انکار منکرین از رسالت و نبوت و امامت ائمہ امام استعجاب می فرمایند) بالکل غلط ہے کیونکہ تسلیم صحت روایت امام نے ائمہ کی نبوت و رسالت کے انکار سے استعجاب نہیں فرمایا بلکہ آنحضرت کی نبوت اور ائمہ کی امامت کے انکار سے استعجاب فرمایا دو وجہوں سے (الف) ظاہر ہے کہ جو چیز پہلے سے ثابت و متحقق ہو اسکے انکار سے تعجب ہوا کرتا ہے جیسے نبوت آنحضرت و امامت ائمہ اور جو چیز پہلے سے ثابت ہی نہ ہو بلکہ وہ باطل اور اسکا خلاف ثابت و متحقق ہو اس کے انکار سے کیونکر تعجب ہو سکتا ہے۔ جیسے نبوت احدی بعد آنحضرت۔ کیونکہ لصوص قطعیہ اور ضرورت دین اسلام سے یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت پر نبوت ختم ہو چکی آپ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں۔ پھر نبوت ائمہ کہاں۔ اور اسکے انکار سے تعجب کیا (ب) احادیث متعددہ سے ثابت ہے کہ اس آیتہ کی تفسیر میں معصومین نے فرمایا کہ وجہ مد ہاری امامت ہے فقرہ علی ما اتنا الله من الائمة جو سابقا تفسیر صافی سے نقل کیا گیا اس پر نص ہے پس علیٰ وفیکردن فی آل محمد میں بھی یہی امامت مراد ہے اور اگر ناس سے حضرت محمد و آل محمد علیہم السلام دونوں مراد لئے جائیں تاکہ جمع بین الاحادیث صحیح ہو تو اس صورت میں آنحضرت کی نبوت اور ائمہ کی امامت کے انکار سے استعجاب ہو گا اور اس میں کسی طرح کا تخالف نہیں ہے۔

چوتھی یہ کہ پہلے ان مولوی صاحب نے لکھا ہے۔ و در حدیث دیگر معصوم فرمود کہ در این ایہ آل ابراہیم ماہتیم۔ اور پھر دو سطروں کے بعد لکھا کہ بتقریب انیکہ آل ابراہیم کہ از ما در مراتب کم اند آنها ائمہ و رسل باشند و ما نباشیم پس یہ دونوں

عبارتیں آپس میں صریح معارض ہیں۔ کیونکہ پہلی عبارت سے ظاہر ہے کہ آل ابراہیم خود ائمہ ہیں۔ اور دوسری عبارت اس پر نص ہے کہ آل ابراہیم اور ہیں اور ائمہ اور ایضاً اس سے تفصیل شے علیٰ نفسہ لازم آتی ہے جو محال عقلی ہے کیونکہ وہی آل ابراہیم جو عین ائمہ علیہم السلام ہیں انہیں آل ابراہیم سے کم رتبہ ہیں۔ مگر ان مولوی صاحب کا کیا پروا۔ خواہ کلام خدا مہمل ٹھہرے خواہ کلام معصوم باطل ثابت ہو

قال آیه نخبہم آیه نور است کہ معصوم فرمودند کہ فیہا مصباح یعنی در آن نور علم است یعنی پیغمبریت و المصباح فی زجاجہ فرمود آن علم محمد کہ تفسیر پیغمبری شدہ منتقل شد بدل علی۔ و استدلال فرمودند کہ اختلافات واقعہ در تفسیر این آیت بسبب اختلافات عقول الناس است کہ بمصدق کلام الناس علی قدر عقولہم کلم فرمودہ اند

اقول واللہ الموفق والمعين ان مولوی صاحب کا دعوائے تو یہ ہے کہ ائمہ کی نبوت کے ثبوت میں جو وہ آیتیں پیش کی گئی ہیں اور حال یہ ہے کہ ایک آیت کے الفاظ بھی اسپر وال نہیں نص تو کہاں۔ اب یہ آیت شریفہ جو قطعاً مشابہات سے ہے اور جسکی تفسیر میں فریقین نے اس کثرت سے اقوال بیان کئے ہیں جنکا شمار دشوار اور وہ آپس میں اس قدر متخالف ہیں کہ کسی ایک قول کا تعین شکل ثبوت نبوت ائمہ میں پیش کیا گیا ہے۔ ع بریں عقل و دانش بیاید گریست۔ خاکسار یہاں اس آیت کی کسی قدر تفسیر اور ان مولوی صاحب موصوف کے دعوائے کی تردید پیش کرتا ہے۔ سورہ نور

میں ہے اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کاغذا کو کب درمی کا یہ یعنی اللہ (ہی کے نور سے) آسمان و زمین کی روشنی ہے اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے (اور) طاق میں ایک چراغ رکھا ہے (اور) چراغ ایک شیشے کی قندیل میں ہے (اور) قندیل (استغفار شفاف ہے کہ) گویا وہ چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے تا آخر آیت (الجزء ۱۸) خود اس

آیت شریفہ سے ظاہر ہے کہ وہ ہرگز محکمات سے نہیں اور اسکی تفسیر محققین علماء نے
 بھی فرمائی ہے چنانچہ علامہ مجلسی نے جلد سوم حیات القلوب کی فصل دوم ص ۱۸
 میں اس آیت کو نقل کر کے فرمایا ہے: "این آیت کریمہ از آیات متشابہات است اور
 تاویل آن وجوہ بسیار گفته اند" اور معلوم ہے کہ آیت متشابہہ سے اصلاً احتجاج درست
 نہیں اب رہے اقوال معصومین پس باوجود احاد وہ بھی استقدراً اختلاف رکھتے ہیں
 جن کی تطبیق دشوار ہے چنانچہ علامہ مجلسی اسی کتاب کے اسی فصل ص ۱۸ میں لکھتے
 ہیں: "اما احادیثی کہ در تاویل این آیت وارد شدہ است چند نوع است۔ اول انکہ علی
 ابن ابراہیم در تفسیر روایت نمودہ است از حضرت صادق کہ شکوۃ حضرت
 فاطمہ است فہما مصباح درینجا حضرت امام حسن است المصباح فی حاجۃ
 ابن مصباح حضرت امام حسین است و چون ہر دو از یک نور اند تعبیر ہر دو بمصباح
 نمودہ اند۔ فرمود کہ مراد برب حاجۃ نیز حضرت فاطمہ است یعنی گویا فاطمہ کو کب درخشندہ
 است۔ میان زمان دنیا و زبان اہل بیت الخ ایضاً مجلسی اسی حدیث کو نقل کر کے
 فرماتے ہیں۔ و کلینی و فرات بن ابراہیم نیز این روایت را بنچندین سند روایت
 نمودہ اند۔ پس وہ روایت جسکا بعض مضمون ان مولوی صاحب نے نقل کیا ہے
 کئی وجوہ سے قابل احتجاج نہیں۔ اول یہ کہ وہ روایت حدیث مشہور مذکور الصد
 اور دوسرے احادیث کثیرہ کی مخالف ہے دوسرے یہ کہ خود وہ روایت
 بھی متشابہات سے ہے کیونکہ اسکا ترجمہ جسکو علامہ مجلسی نے جلد سوم حیات القلوب
 (کے ص ۱۸ مطبوعہ نو لکھنؤ) میں لکھا ہے یہ ہے راوی کہتا ہے: "و گفتم مثل نور لا نور
 (امام جعفر صادق) کہ نورش محمد است گفتم کم شکوۃ فرمود شکوۃ سینہ محمد است کہ
 اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت کی تشبیہ خود آنحضرت کے سینہ سے دی گئی ہے کیونکہ
 نور خدا خود آنحضرت ہیں جو مشتبہ واقع ہوئے ہیں اور شکوۃ میں کاف حرف تشبیہ

شکوۃ آنحضرت کا سینہ ہے جو مشبہ بہ واقع ہوا ہے اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت
 مثل اپنے سینہ کے ہیں۔ اور اس میں جو قباحت ہے وہ ظاہر ہے پھر راوی کہتا ہے
 وگفتم فیہا مصباح فرمود کہ یعنی در آن نور علم است یعنی پیغمبری المصباح فی زجاء
 فرمود کہ علم محمد متقل شد بدل علی اور آیت شریفہ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ مصباح
 منظوف اور زجاء بہ طرف یہ دونوں مکر اس مشکوۃ میں ہیں جو مشبہ بہ واقع ہوا ہے
 نور کا پس معلوم ہوا کہ امیر المومنین مع نور علم آنحضرت کے سینہ میں ہیں وہو کما تدی
 پھر راوی کہتا ہے وگفتم کا نفا فرمود چرا کا نفا میں خوانی گفتم بچہ کو جو نعم فرمود کا نہ کو کب
 دہی لایۃ اس صورت میں کا نہ کی ضمیر ذکر الزجاء کی طرف راجع نہیں ہو سکتی
 پس ضرور ہو گا کہ وہ مصباح کی طرف راجع ہو اور اس صورت میں الزجاء کی تکرار بے
 ہوگی حالانکہ آیت شریفہ میں تکرار موجود ہے وقباحتہ هذا لا تخفی شی من لہ
 بصیرۃ یسیرۃ۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ یہ روایت یا غیر مقبر یا تشابہات سے ہے
 جس کے فہم سے ہمارے عقول عاجز ہیں جیسا کہ خود آیت شریفہ تشابہات سے ہے
 متشابہات پر عمل کرنا والے کی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے منہ ایام
 حکمات من ام الکتاب واخر متشابہات فاما الذین فی قلوبہم
 زیغ فلیتبعون ما تشاہ بہ منہ ابتغاء الفتنہ (انجزل سورہ ال عمران) یعنی
 اس میں بعض آیتیں رکھی گئی ہیں کہ وہی اصل کتاب ہیں اور بعض دوسری بہم
 پس جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ قرآن کی انہیں بہم آیتوں کی پیروی کرتے ہیں
 تاکہ فساد پیدا کریں۔ اور معلوم ہے کہ خلق خدا کو گمراہ کرنے سے بڑھکر کوئی فساد نہیں
 تیسری یہ کہ روایت مذکورہ میں نور علم کی تفسیر نبوت کے ساتھ شاذ ہے کیونکہ دوسری
 حدیثیں اسی مضمون کی جو امام محمد باقر سے مروی ہیں وہ اس تفسیر سے خالی ہیں چوتھے
 یہ کہ علی التذلل وتسلیم صحت حدیث وتسلیم تفسیر نور علم یہ نبوت بہم کہتے ہیں کہ اسکا

مطلب صحیح ہے۔ اور اس سے کسی طرح امیر المومنین کی نبوت ثابت نہیں ہو سکتی! سوائے
 کہ چونکہ یہ نورِ علم ہوا واسطہ بشر۔ خاص خدا سے تعالیٰ کے طرف سے آنحضرت کے سینہ
 مبارک میں آیا تھا اس لئے اسکی تعبیر نبوت سے کی گئی۔ اور چونکہ وہ علم آنحضرت کے
 ذریعہ سے حضرت امیر کو پھونچا تو وہ یقیناً امامت سے مقبر ہو گا۔ اور اس امر کی دلیل
 کہ آنحضرت کے ذریعہ اور اپنی تعلیم سے وہ علم حضرت امیر کو ملا۔ احادیث متواترہ کے
 علاوہ جو بحار الانوار میں تفصیل اور حیوۃ القلوب میں باجمال مرقوم ہیں خاص اسی آیت کی
 تفسیر میں موجود ہے چنانچہ جلد سوم حیوۃ القلوب (کے صفحہ مطبوعہ نو لکھنؤ) میں لکھا ہے
 ایضاً ہر توحید از حضرت باقر روایت کردہ است کہ شکوۃ یفقد مصباح یعنی نور
 علم در سینہ پیغمبر است۔ المصباح فی نہ جاجہ نہ جاجہ سینہ علی است کہ علم پیغمبر سینہ
 علی آمد حضرت رسول محمد را تعلیم او کرد۔

پانچویں یہ کہ جلد سوم حیوۃ القلوب (کے صفحہ ۸) اور تفسیر صافی میں امام جعفر
 صادق و امام محمد باقر علیہما السلام سے اس آیت کی تاویل اسطرح مرقوم ہے کہ شکوۃ
 باطن مومن اور قبذیل اسکا دل ہے اور مصباح وہ نور ہے جو خدا نے ہر مومن کے
 دل میں قرار دیا ہے پس اس حدیث میں نہ آنحضرت کا ذکر ہے نہ خاص ائمہ کا نہ جناب سیدہ
 کا نہ علم نبوۃ کا نہ امامت کا۔

قال آیت ششم اقلتا جانکم رسول ہما لا تمہوی انفسکم استلک بزم ففریبتا
 کذبتم و فریبتا تقتلون (آیا پس وقتیکہ بیا یہ بنو سے شمار رسول با پنجیکہ خواہش نہی
 کند نفس ہائے شما استکبار کروید پس جماعتی را کذب کردید و جماعتی را قتل خواہید کرد کہ
 دو فریق از رسول یک فریق از انہا در ماضی کذب شاہن کردید و فریق دیگر از انہا در زمان
 مستقبل خواہید کشت و در سابق بجا در باب جوامع تاویل ما تزل فیہم امام محمد باقر و تفسیر
 فرمودہ اند کہ فریقاً من ال محمد تقتلون (جماعتی را از آل محمد قتل خواہید کرد یعنی جماعتی

رسولان را کہ ازالہ محمدانہ قتل خواہید کرو) و معلوم است کہ در زمان مستقبل انبیاء مقتول
غیر از انہ اشنا عشر نیستند۔

اقول یہ آیت شریفہ جو پارہ اولی سورہ بقرہ میں ہے (چسکا با محاورہ اور صاف ترجمہ
وہ کیا تم ایسے (شوخی) ہو گئے کہ جب تمہارے پاس کوئی رسول تمہارے خواہشوں
کے خلاف کوئی حکم لیکر آیا تو تم اگر بیٹھے پھر بعض کو تم نے جھٹلایا اور بعض کو لگے قتل کرنے
انبیاء گذشتہ کی شان میں نازل ہوا ہے یعنی مکذبین اور مقتولین وہی پیغمبر ہیں جو
آنحضرت سے پہلے گذرے۔ اور ہر چند اس آیت میں کذبہم سے آنحضرت کے زمانہ کو
یہود کی طرف خطاب ہے مگر فی الحقیقت ان سے مراد ان کے اسلاف میں کسی وجہ سے
اول یہ کہ اس آیت شریفہ سے پہلے خدا نے تعالیٰ نے فرمایا ولقد اٰتینا موسیٰ
الکتاب وقضینا من بعدہ بالراسل و اٰتینا عیسیٰ بن مریم البیان و
ایدناہ برس وحر القدس یعنی اور البتہ ہم نے موسیٰ کو کتاب عنایت فرمائی اور انہ
بعد پے درپے اور رسول بھیجے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کھلے کھلے معجزے عطا فرمائے
اور روح القدس کے ذریعہ سے انکی تائید کی۔ پھر ساتھ ہی ارشاد فرمایا افکلما جا
رسول الا یہ پس نظم آیات اور ان کے الفاظ وال ہیں کہ انبیاء مقتولین وہی ہیں جنکا
نوکر پھیلی آیت میں ہوئے ہے اور افکلما میں فاسے ہے جو جو ہے جو بیان سابق
میں ہے و دوسری یہ کہ جا کہم رسول میں جا صیفہ ماضی ہے جو زمانہ گذشتہ
پر دلالت کرتا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ مکذّب و مقتول وہی گذشتہ پیغمبر
ہیں۔ اور ہر چند قتلون صیغہ مضارع ہے مگر بقرینہ جا کہم رسول اسکو زمانہ ماضی سے
متعلق کرنا لازم ہے چنانچہ تفسیر صافی میں ہے: "فمعنی قتلون قتلتم یعنی قتلون کے
معنی (بیان) قتلتم کے ہیں تیسری یہ کہ اس آیت میں یہود کی طرف خطاب ہوا متفق
علیہ اور یقینی ہے چنانچہ تفسیر صافی میں افکلما جا کہم کے بعد لکھا ہے ایہا الیہود

اس سے ثابت ہے کہ مقتولین وہی انبیاء گذشتہ ہیں کیونکہ یہود نے انبیاء گذشتہ ہی کو قتل کیا تھا اور وہ کسی امام کے قاتل نہیں۔ چوتھی یہ کہ تفسیر صافی میں فرقیاً قتلون کے بعد لکھا ہے قتل اسلام فکم ذکر یا ویحیی یعنی تمہارے بزرگوں نے ذکر یا او یحیی کو قتل کیا پس آنحضرت کے زمانے کے یہود کی طرف خطاب کرنا اور ان سے مراد اُنکے اسلاف کو لینا بسبب اُنکے ہے کہ وہ اپنے اسلاف کے افعال پر راضی تھے۔ اور اس طرح کے خطابات قرآن شریف بکثرت ہیں پس ان وجوہ وجہ سے صاف ظاہر ہے کہ اس آیت شریفہ کے الفاظ کو ائمہ علیہم السلام سے کچھ تعلق نہیں۔

اب رہی حدیث امام محمد باقرؑ کی اسکی نسبت کئی وجوہ سے بحث کی جاتی ہے اولیٰ کہ ضعیف کیونکہ سابع سجاد کے باب مذکور میں اس روایت کی سند اسطرح مرقوم ہے احمد بن اور لیس بن محمد بن حسان بن محمد بن علی بن ہمارہ بن مروان بن منخل بن جابر عن ابی جعفرؑ پس محمد بن حسان کو علامہ نے خلاصۃ الاقوال کی قسم ضعیف میں ذکر کر کے لکھا ہے کہ یہ شخص اکثر فاسق سے روایت کرتا ہے اور ابن غضائری کہتے ہیں وہ ضعیف یعنی فاسق ہے اسطرح علامہ مجلسی نے کتاب رجال میں اسکو ضعیف لکھا ہے اور ایک راوی اس حدیث کا منخل ہے جسکو مجلسی نے ضعیف لکھا ہے اور علامہ نے خلاصۃ الاقوال میں اسکی نسبت لکھا ہے کان کوئی ضعیفاً دنی مدہبہ غلو یعنی یہ شخص کوئی اور فاسق ہے اور اسکے مذہب میں غلو ہے پس ایسی حدیث جسکا ایک راوی فاسق اور ایک اوی فاسق و غالی ہو ہرگز لائق اعتبار نہیں دوسری یہ کہ ان مولوی صاحب نے اس حدیث کے تتمہ کو اولیٰ ہے اور وہ تتمہ یہ ہے قال فذلک تفسیر ہافی الباطن یعنی امام نے فرمایا کہ اس آیت شریفہ کی یہ تفسیر باطنی ہے جب تفسیر باطنی ہوئی تو ضرور ہے کہ ہر لفظ کی تفسیر باطنی ہوئے بُرہانیر گاہ میں لفظ رسول اپنے ظاہری معنی پر باقی رہ گیا اور نہ یہود و نہ کدیم کا زنا تفسیری یہ کہ علامہ مجلسی نے سابع سجاد کے ص ۱۵۵ میں جہان میں حدیث کی شرح لکھی ہے اسکے معنی

کئی احتمال بیان کئے ہیں منجملہ انکے فرمایا ہے کہ درمختل ہے کہ خطاب یہودی کی طرف ہوا
 جیسا کہ ظاہر آیت اسپر وال ہے اور ہر گاہ یہ امر ثابت ہے کہ جو پیسے امتہائے گزشتہ
 میں واقع ہوئی ہیں اس امت میں بھی واقع ہوں ہیں قتل کا تحقق اس امت میں اہل بیت
 کے قتل سے ہوا ہے کیونکہ انہیں بزرگواروں سے منقواں ہے کہ فرمایا تحقیق کہ خدا سے تم
 نے ہمارے پیغمبر سے قتل و انڈاکو وقع فرمایا اور ان پیسے کو ہم پر وارد کیا۔ ایضاً مجلسی نے
 اس سے پہلے ایک دوسرے احتمال میں بیان کیا ہے او با احتمال القتل مجاز اذان
 قتل اہلیتہ بمنزلہ قتلہ یعنی یا قتل مجازی ہے نہ حقیقی کیونکہ اہل بیت کا قتل
 آنحضرت کے قتل کے مقام پر ہے پس حدیث میں باوجود ضعف ایسے محال صحیحہ
 موجود ہوں وہ کیونکر ان مولوی صاحب کے دعوے باطل کی دلیل ہو سکتی ہے۔

قال آیت ہنتم ویقول الذین کفروالسمت مرسلات کفی باللہ شہیداً بینی
 و بینکم ومن عندہ علم الکتاب (و میگونید کسانیکہ کافر شہد کہ تو رسول نبی
 گو کافی است خدا گواہ در میان من و در میان شما و گونید کہ نزاد است علم کل قرآن بآ
 تقریب کہ گواہ باید کہ عالم مشہود بہ بودہ باشد پس ہر گواہ کہ عالم تمام مشہود بہ بودہ باشد
 گواہی بصدق نمی تواند بدہد۔ و ہر خبر از مشہود بہ را ندانند تا ویہ گواہی محال است پس شاہ
 در صفت یا کمال مساوی یا افضل بودہ باشد و اما در شہادت بر فعل کسے مسافات یا
 افضلیت لازم نیست پس مشہود بہ رسالت رسول است کہ صفت آنحضرت است
 و مشہود علیہ آنحضرت اندو شاہ حضرت علی است باتفاق فرقہ امامیہ و قوا تراحادیث شیعہ
 بلکہ باتفاق اکثر روایات محققین اہل سنتہ پس معلوم است کہ شاہ مساوی باشد یا افضل
 باشد و اینجا و گواہ است یکے خدا کہ مصداق افضل است و یکے حضرت علی کہ مصداق
 مساوی است معلوم شد کہ حضرت علی رسول است و رسول بے نبوت نیست پس
 ہر رسول نبی است پس حضرت علی رسول است و نبی است و ہمچنین ہر امام تا امام

ہوا زوہم شہود و علیہ است پس ہر امام رسول دینی است و مادی المرتبہ ہستند۔
اقول واللہ موفق والہدین اس آیتہ شریفہ سے امیر المومنین کی رسالت پر
 استدلال ایسا ہے جسکو شکر ایک ایسے جوان بھی مستدل کے تجویز الخواس ہونے میں شک
 نہیں کر سکتا یہ استدلال اگر صحیح ہو تو یہ بات لازم آئے گی کہ کل انبیاء سب ائمہ تمام ملائکہ علیہ
 صا جان علم بلکہ سب سلمان خدا ہو جائیں انھی اذ باللہ قبل ایک کہ میں اسکی تفصیل
 بیان کروں اسقدر بیان صا جان فہم پر ظاہر کر دیتا ہوں کہ یہ مولوی صاحب الفاظ کے
 استعمال سے بھی بالہ میں چنانچہ آپ نے کہا ہے وہ شہود علیہ شخصرت اندک حالانکہ
 مشہود علیہ اس شخص کو کہتے ہیں جسکے بظاہر میں یا جسکے ضرر کے واسطے گواہی دیجائیے اور
 جسکے فائدہ کے واسطے صدق کی گواہی دیجائیے اسکو مشہود کہتے ہیں جانتا چاہئے کہ
 لفظ شہادت کے کئی معنی ہیں ایک شہادۃ اگر ہی۔ دوسرے حضور می قیامت کے واسطے گواہی
 کمانی الصراح اور ہر ایک معنی میں شہادت کا استعمال علیہ طور پر ہوتا ہے پہلے کے دونوں
 معنی مانع فیہ سے خارج ہیں اب یہ ہے سنا کہ اداسے گواہی۔ پس اس صورت میں لفظ
 شہادت اس کے مشتقات اگر علیہ کیا تو مستعمل ہوں تو اس کے معنی خلاف کی گواہی کے
 ہونگے اور فائدہ کے لئے یہ الفاظ لام کیا تو مستعمل ہوتے ہیں چنانچہ مجمع البحرین میں ہے تو
 نسائی انا ارسلناک شاہدا ای علی امتک فیما یفعلون ذہمقی کا قولہ
 عند اللہ یومہ و علیہم۔ اور شرائع الاسلام کی کتاب الشہادت میں مرقوم ہے
 الثالثة النسب وان قریب کا یہ معنی قبول الشہادت کا لا اب لولدہ و علیہ
 یعنی نسب اگر قریب کا ہو قبول شہادت کا مانع نہیں جیسے باپ کی گواہی بیٹے کے
 فائدہ کے لئے اور اسکے خلاف میں لولدہ کے حاشیہ میں منفعتہ لکھا ہے اور
 علیہ کے حاشیہ میں نصیرۃ مرقوم ہے اسبطح کتاب الشہادت کے مقام کثیرہ
 میں مشہود علیہ اور مشہود لہ کا استعمال موافق تحریر فقیر موجود ہے اور جملہ کتب فقہیہ و احادیث

میں ایسی طرح یہ الفاظ مستعمل ہیں پس بنا بر تخریر مولوی صاحب صوف ثابت ہوا ہے کہ
 خدا سے تعالیٰ اور امیر المومنین نے آنحضرت کے خلاف میں گواہی دی یعنی پناہ خدا
 آپ کی تکذیب کی ایسی طرح ہر امام دوسرے امام کا کذب ہے معاذ اللہ اب اصل مطلب
 کی نسبت گواہی ہے کہ بیشک احادیث کثیرہ معتبرہ اس امر پر وال ہیں کہ وہ من عند
 علم الکتاب سے مراد امیر المومنین ہیں اور آیہ شریفہ سے ثابت ہے کہ آپ آنحضرت
 کی رسالت کی حقیقت کے گواہ ہیں اور ایسے شاہد کے لئے ضرور ہے کہ وہ امر مشہور و بہ کی
 ماہیت جانتا ہو اور اسکی حقیقت کا یقین رکھتا ہو اور یہ ہرگز ضرور نہیں کہ وہ مشہور و بہ سے
 افضل یا مساوی ہو پس حضرت امیر کو آنحضرت کی رسالت کا علم و یقین حاصل تھا اس لئے
 آپ کی شہادت صحیح و درست ہے اور اس میں شک نہیں کہ اس آیت سے آپ کی دوا
 فضیلتین ثابت ہوتی ہیں جنکا بیان کتب امامیہ میں موجود ہے مگر اس سے یہ بات لازم
 نہیں آتی کہ آپ آنحضرت سے افضل یا مطلقاً مساوی ہیں اگر بفرض محال شاہد کا شہود
 کے مساوی ہونا ضروری سمجھا جائے تو کسی عظیم قباحین لازم ہوگی اول یہ کہ اس صوت
 میں لازم ہوگا کہ تمام ملائکہ اور جملہ صاحبان علم معاذ اللہ خدا سے تعالیٰ کے مساوی بلکہ
 خدا بنجائیں کیونکہ قرآن شریف میں ہے **شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ**
قُلْ مَا يَلْفُظُ سَطْرًا (پارہ ۳ سورہ ال عمران) یعنی خود اللہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اسکے
 کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور علم والے بھی وہی گواہی دیتے ہیں۔ اور نیز یہ کہ اللہ عدل
 کیساتھ کارخانہ عالم کو سنبھالے ہوئے ہے یہاں شہود بہ خدا کی الوہیت اور وحدانیت
 ہے اور مشہور و بہ خدا سے تعالیٰ اور شاہد ملائکہ اور صاحبان علم۔ پس اگر ان مولوی صاحب
 کی دلیل جو حقیقہ بڑی عقلمندی کی دلیل ہے صحیح ہو تو اس سے بڑھ کر کوئی کفر اور شرک نہیں
 ہو سکتا اعاذنا اللہ من هذا ووسری یہ کہ جب کسی صفت یا کمال کی شہادت
 کیلئے شاہد کا شہود کے مساوی ہونا ضرور ہو تو انبیاء و اوصیاء و مومنین کا خدا سے

کی الوہیت اور اسکی وحدانیت کی گواہی دینا لغو ہوگا۔ اور نیز خدا و رسول کا عامہ خلاق کو شہادت
کی دعوت دینا فضول۔ بلکہ خدا سے تعالیٰ کا انبیاء و مرسلین کو مبعوث بہ نبوت و رسالت
فرمانا ہی عبث ہوگا کیونکہ یہ انبیاء و اوصیاء خدا کے مساوی ہو سکتے ہیں اور نہ عام
انسان انبیاء و اوصیاء کے مساوی تیسری یہ کہ مومنین کا اقرار شہادتین خدا و رسول
کے نزدیک مقبول ہے یا نہیں اگر مقبول ہے تو ضرور ہوگا کہ کل مومنین خدا و رسول کے
مساوی ہوں اور اگر مقبول نہیں تو ضرور ہوگا کہ سب کافروں معاذ اللہ

قال ایہ شہم وکل مہ رسول فاذا جاء رسول من قبضی بینہم بالقسط و ہم
لا یظلمون (ازبرائے ہر امت رسول است پس چون ہاید رسول ایشان حکم کردہ شود
و ایشان انھا بعدل و ایشان ظلم کردہ نخواہند شد) مراد در این آیت از رسولہم ائمہ ہستند
و محمل تو یا مراد از رسولی امام دوازدهم باشد کہ در شانہ وادواست علامہ کلاذنی قسطا
و عدل کا یکسانیت ظاہر و جوہرا کہ دلالت بر قضا بینہم بالقسط و ہم لا یظلمون
میکند و در کتاب سلج و بار باب جوامع تاویل ما نزل فیہم علیہم السلام تفسیر
صافی از عیاشی نقل شدہ کہ گفت تفسیر این آیت در باطن تحقیق کہ ازبرائے ہر زمانی ازین امت
رسول است ازال محکہ کہ ہر دن می آید ہوے قرآن کہ آن ہوے ایشان رسول است و
ایشان اندا و لیا و ایشان اندر سولان۔

اقول کہی وجہ سے منقوض ہے اول یہ کہ صافی میں اس آیت شریفہ کی تفسیر اس طرح
مرفوع ہے کہ ہر امت کے لئے ایک پیغمبر مقرر کیا گیا تھا پس جب پیغمبر معجزات کیساتھ
آیا تو قوم کے لئے مشدداً (یا) واجب وہ پیغمبر روز قیامت ایگاتا اپنی قوم کی مخالفت کی
گواہی دے) تو ان میں عدلی کہ با حق حکم کیا گیا پس اس پیغمبر کو نجات دے گی اور اسکے مکذبین
معدی ہوئے جتنے محض وہ اس سے معلوم ہوا کہ یہ آیت انبیاء سے سلفہ کے بارے میں نازل
ہوئی ہے اور دیکھو ائمہ سے کچھ تعلق نہیں ہے اب انہما قرآن سے ثابت ہے اور قضا بینہم

یا تو دار دنیا سے متعلق ہے وعلیہ اکثر کما فی سابع البحار! اسکا تعلق دار عقبیٰ سے ہے
 کما فی الصافی ووصریٰ یہ کہ معلوم ہے کہ ہم محکمات کے ظاہر الفاظ پر عمل کرنے مامور
 ہیں اور آیہ موصوفہ کے ظاہر الفاظ کو ان مولوی صاحب کے دعوے سے کچھ تعلق نہیں
 خود وہ حدیث جو اس آیت کی تاویل میں پیش کی گئی ہے شاید حال ہے کیونکہ ابتدا اس حدیث
 کی ان الفاظ سے ہے و تفسیرہا بالباطن یعنی اس آیت کی یہ تفسیر باطنی ہے پس
 جب حدیث ماہ الاستدلال ٹھہری تو ضرورتاً کہ پہلے اسکا تو اثر ثابت کیا جاتا پھر اس
 حجتہ لائی جاتی کیونکہ مسئلہ نبوة معتقدات سے ہے جس میں دلیل قطعی کی ضرورت ہے
 حالانکہ اسکی صحت بھی معرض ثبوت میں نہ لائی گئی تو اتر تو ایک امر عظیم ہے تیسری
 یہ کہ روایت پیش کردہ مولوی صاحب موصوفہ جو سابع بحار اور تفسیر صافی میں منقول ہے
 باوجود اسکے کہ قطعاً احاد سے ہے بالکل غیر معتبر ہے کیونکہ اسے علامہ مجلسی نے حیوة
 القلوب کی جلد سوم میں نقل نہیں کیا۔ حالانکہ جنتی آیتیں تاویلاً ائمہ کی شان میں بنا
 مقبرہ مروی ہیں وہ اس جلد میں موجود ہیں اور نیز مجلسی نے حیوۃ القلوب کی پہلی
 جلد میں لکھا ہے: "بنا برین اختصار می نماید بر ترجمہ انچه از احادیث اوثق و اقویٰ بود
 ایضاً وہ روایت در اصل عیاشی کی ہے اور وہ اسکی روایت میں مستفرد ہیں صاحب
 بحار اور صاحب صافی نے بھی اس کو تفسیر عیاشی ہی سے نقل کیا ہے ملاحظہ ہو بحار
 و صافی۔ اور عیاشی ہر خید خود موثق ہیں مگر اکثر وہ ضعیف سے روایت کرتے ہیں چنانچہ
 علامہ نے خلاصۃ الاقوال میں لکھا ہے محمد بن مسعود بن محمد عیاشی السبیعی السمری
 قندی ابو النصر المعروف بالعیاشی ثقة (الی ان قال) دکان یدوی عن
 الضعفاء کثیر الخ لمخصاً یعنی محمد بن مسعود جو عیاشی کے نام سے مشہور ہیں ثقہ
 ہیں اور وہ بکثرت ضعیف سے روایت کرتے ہیں۔ مثل اسکے رجال نجاشی میں بھی
 مرقوم ہے۔ اور معلوم ہے کہ اصطلاح حدیث میں ضعیف فاسق اور کاذب کو

کہتے ہیں پس جب عیاشی کے اکثر روادے فاسق اور کاذب ہیں تو پھر کیونکر انکی حدیث
 لائق اعتبار ہو سکتی ہے ایضاً صالح بخاری میں جو حدیث منقول ہے اس میں فقط آ
 راوی کا نام درج ہے اس طرح سے شیخ جابر بن عبد اللہ جعفی اور جابر بن جبر
 راوی کا نام کتب رجال شیعہ میں مرقوم ہے وہ تین شخص ہیں اول جابر بن عبد اللہ
 انصاری اور وہ اس حدیث کے راوی نہیں کیونکہ حضرت ابو جعفر یعنی امام محمد باقر
 علیہ السلام کی طفولیت میں انہوں نے انتقال کیا اور آپ سے کوئی حدیث روایت
 نہیں کی۔ دوسرے جابر بن مکفوف اور وہ بھی اسکے راوی نہیں کیونکہ وہ امام جعفر
 صادق کے زمانے میں تھے تیسرے جابر بن زید جعفی اور یہی اس حدیث کے راوی
 ہیں کیونکہ انہیں نے امام محمد باقر سے حدیث روایت کی ہیں ملاحظہ ہو کتب رجال و
 اور جابر جعفی کے بارہ میں ہر چند اختلاف ہے کہ اکثر کے نزدیک وہ مدوح اور بعض کے
 نزدیک مذموم ہیں مگر ہم انکے ثقہ ہونیکو تسلیم کر کے کہتے ہیں کہ ان سے جن لوگوں نے
 روایت کی ہے وہ اکثر ضعیف اور فاسق ہیں چنانچہ کتاب الرجال نجاشی میں مرقوم ہے
 جابر بن زید جعفی نے امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام سے ملاقات کی ہے
 ۱۲۱۱ ہجری میں اسکا انتقال ہوا ایک ایسی جماعت نے ان سے روایت کی ہے جن کا
 غیب ظاہر کیا گیا ہے اور وہ سب ضعیف ہیں انکے منجملہ عمر بن شمر۔ مفضل بن صالح
 شمل بن جمیل اور یوسف بن یعقوب ہیں اور خود جابر جعفی مختلط تھے یا محضاً اور علما
 نے خلاصۃ الاقوال میں بعض احادیث انکی نسبت نقل کر کے کہتے ہیں: "ابن غضائری
 نے کہا کہ جابر جعفی کوئی نہایت خود ثقہ ہیں مگر انیسویں روایت کی ہے انہیں اکثر ضعیف ہیں اور
 سب سے بڑھکر عمر بن شمر جعفی و مفضل بن صالح سکونی اور شمل بن جمیل اسدی نے ان سے
 روایت کی ہے اور میرے نزدیک جو ان لوگوں نے جابر سے روایت کی ہے وہ
 قابل ترک ہے علامہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک بھی اقویٰ یہ ہے کہ ان کی روایتوں

پر عمل نہ کیا جائے۔ انتہی لمخضاً۔

چونکہ یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو کہا "مراد دین آیت از رسولہم ائمہ ہند و متحمل
 قویا مراد از رسولہم امام دوازہم باشد پس کئی وجوہ سے باطل ہے اول یہ کہ یہ دلیل حدیث
 پیش کردہ مولوی صاحب موصوف کے خلاف ہے پس تفسیر بالراے ہوئی دوسری
 یہ کہ یہ تفسیر آیت مذکور کے الفاظ کے بھی خلاف ہے کیونکہ آیت سے ظاہر ہے کہ رسول اور
 اسکی امت میں حکم بحق کر دیا گیا ہے یا بقول بعض قیامت میں کیا جائیگا پس صاحب
 الاثر سے اس آیت کے الفاظ کو کوئی تعلق نہیں پس تفسیر مذکور عین تحریف ہے تیسری
 یہ کہ لفظ رسولہم سے امام دوازہم کا مراد ہونا احتمال قوی سے بیان کیا گیا ہے حالانکہ
 احتمالات اگرچہ قوی ہوں مثبت مقتضات نہیں ہو سکتے اور آپ احتمال سے امام
 دوازہم کی رسالت ثابت کر رہے ہیں چونکہ یہ کہ اس احتمال کی تقویت میں جو آپ
 فرماتے ہیں کہ در شانہ وارواست یملاء الارض قسطا وعدلا الحدیث کہ دلائل
 بر تقضی بینہم بالقسط وہم لا یظلمون مئی کند کہ خلاف قرآن ہے کیونکہ آیت شریفہ
 سے ظاہر ہے کہ خود پیغمبر اور اسکی امت میں حکم کیا گیا ہے۔ اور حدیث کہتی ہے کہ امام
 دنیا کو عدل سے معزور ہیں گے ایضاً آیت سے معزور یہ دنیا بعدل ثابت نہیں بخلاف حدیث
 کہ اس سے معزوریت دنیا بعدل ثابت ہے ایضاً آیت میں قاضی و حاکم خدا سے تعالیٰ
 ہے اور حدیث میں امام محمدی علیہ السلام کیونکہ آیت میں قضی صیفہ ماضی مجہول ہے اگر اسکا
 فاعل۔ رسولہم ہوتا تو خدا سے تعالیٰ قضی بینہم بصیفہ معروف فرماتا کیونکہ اسکا فاعل (رسول)
 قضی سے متصل موجود تھا پس جب صیفہ معروف مستعمل ہوا بلکہ صیفہ مجہول (قضی) استعمال
 کیا گیا تو صاف ظاہر ہوا کہ رسولہم ہرگز اسکا فاعل نہیں بلکہ خدا سے تعالیٰ اسکا فاعل ہے
 لہذا معلوم ہوا کہ اس آیت کو اس حدیث سے کچھ علاقہ نہیں ہے پانچویں یہ کہ علی الترتیب
 وتسلیم صحت حدیث عیاشی اسکے معنی وہی ہیں جنکو علامہ مجلسی نے سابقہ جہار کے باب

مذکورہ صف میں بیان فرمایا ہے کہ یہ اس مقام پر رسول سے مراد ملے منے نبوی ہیں (یعنی ہر جا ہوا اور جتنے بندے ہیں سب فرستادہ خدا ہیں) پس یہ لفظ امام کو بھی شامل ہو یا یہ معنی ہیں کہ امتہا گزشتہ میں جو مرتبہ انبیاء کا تھا اسی طرح اس امت میں ائمہ کا مرتبہ ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ آنحضرت نے فرمایا میری امت کے علماء مثل پیغمبر بنی اسرائیل ہیں اور اس حدیث میں علماء کی تفسیر گزشتہ میں کی گئی ہے۔
قال ایہ محمد بن حجاج من بعد ما جاءك من العلم فقل تعالوا ندع
 ابنائنا وابنائکم ونسائنا ونسائکم والفسنا والفسنکم ثم نبخل فبجعل لعنة الله على
 الکاذبین ثابت است کہ مراد از پسران امام حسن و امام حسین اندواز زمان قاسم
 اندواز نفسہا ہے خود ہمارا پیغمبر و علیست زیرا کہ شیعہ و سنی اتفاق کر رہا اند کہ روز سبائے
 این چہار بزرگوار با پیغمبر بودند و غیر ازینہا کسی دیگر نبود پس موافق این آیت شریفہ
 علی نفس پیغمبر و خود اوست

اقول واللہ الموفق والمعين حضرت امیر کا نفس پیغمبر ہونا صحیح ہے اور آپ کا
 خود پیغمبر ہونا غلطہ کیونکہ نفس پیغمبر ہونا جو باتفاق علماء محمول علی المجاز ہے اور بات
 اور خود پیغمبر ہونا اور بات پکلی بات عقلا جائز ہے اور دوسری محال اور اسکی تفصیل
 عنقریب آتی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

قال در بعضے از روایات است کہ پیغمبر فرمود علی بمنزلہ سر من است از بدن و
 در روایت دیگر کہ پیغمبر فرمود علی بمنزلہ روح من است از بدن۔ و نیز مرویست کہ پیغمبر
 بگروہی فرمود نماز بکنید و زکوٰۃ بدہید و گرنہ می فرستم بتوے شام و دیر کہ نفس من است و
 نیز مرویست کہ پیغمبر علی فرمود کہ یا علی نفسک نفسی و دماک دمی و لحمک لحمی
اقول یہ سب حدیثیں محمول علی المجاز ہیں اور یہ امر شایع ہے کہ جب کسی شخص
 کو کسی عزیز سے بہت خصوصیت اور زیادہ محبت ہوتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ فلان شخص
 میرا سر ہے میری روح ہے میری جان ہے اس کا خون میرا خون ہے اور اسکا گوشت

میرگوشت ہے یعنی جس طرح سر بدن کو اور روح جسم کو غیر زہ ہے اسی طرح وہ مجہک وغیرہ ہے
 ان مجازات و تشبیہات کو سمجھنے کے لئے زیادہ علم کی بھی ضرورت نہیں ایک معمولی عقل
 والا بھی یہ امور بخوبی سمجھتا ہے ایضاً چونکہ احادیث معتبرہ میں وارد ہے کہ حضرت امیر
 کا نور آنحضرت کے نور سے مخلوق ہوا ہے لہذا کہہ سکتے ہیں کہ حضرت امیر کا نفس اور
 خون اور گوشت مثل آنحضرت کے نفس اور خون اور گوشت کے ہے۔ یا آنحضرت کے
 نفس اور خون اور گوشت سے ہے خصوصاً ان الفاظ حدیث کی بنا پر جو اس طرح وارد ہیں
 (وہاء من روحی و طینتک من طینتی اور دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں
 لحمہ من لحمی و دمه من دمی ملاحظہ ہو بحار مجلد نہم۔

قل و ازین قبیل احادیث بسیار است چنانچہ در جلد نہم بحار باب قولہ و ہوالذی
 خلق من الماء لبشر فجعلہ نسباً از ص ۶۹ کتاب تفسیر فرات بن
 ابراہیم درین قول خدا کہ ہوالذی خلق من الماء لبشر او جعلہ نسباً
 و ص ۷۱ از ابن عباس روایت کردہ کہ گفت خلق کرد خدا لطفہ بیضا و مکنونہ را پس
 قرار داد اور اور صلب آدم باز نقل کردہ اور از صلب آدم بعد صلب شیت از صلب شیت
 صلب اوش و از اوش صلب قینان حتی میراث یافتند اور از صلب ہاسے بزرگ دارحام مطہرات
 تا اینکه قرار داد اور از صلب عبدالمطلب پس تقسیم کرد اور از خدا بدو نصف پس اندا
 نصف اور ابوہ صلب عبد اللہ و نصف اور ابوہ ابی طالب پس آن سلالہ است
 پس پیدا شد از عبد اللہ محمد و از ابی طالب علی پس انیت قول خدا و ہوالذی
 الایۃ و تزویج کرد فاطمہ بنت محمد را پس علی از محمد است و محمد از علیست و حسن و حسین
 و فاطمہ نسب اند و علی صہر اند۔

اقول یہ حدیث نہیں بلکہ قول ابن عباس ہے جسے اشرک کہتے ہیں اور یہ اثر و امثال
 ذلک من احادیث النور غایتہ اختصا ص آنحضرت و عترہ اطہار پر وال ہیں اور

احادیث نور اور اسکے اختلافات کا بیان سابق میں گزرا فارجم الیہ۔

قال پس موافق آیت شریفہ خداے تعالیٰ علیٰ النفس پیغمبرنا امیدہ است و واضح است کہ علی بحسب ظاہر خود محمد نیست و محمد نیز بظاہر خود علی نیست و محال است کہ دو نفر یک نفس ^{شود}

اقول بے شک خداے تعالیٰ نے حضرت امیر کو نفر پیغمبر فرمایا اور وہ حضرت تبارک کی اخصیہ و امامت کی دلیل ہر گز ان مولوی صاحب نے جو کہا کہ علی بحسب ظاہر محمد ہے اس کا اس سے پایا جاتا ہے کہ علی علیہ السلام بحسب باطن محمد صلعم ہیں حالانکہ یہ قول بھی لغو اور باطل ہے اور اسکے بطلان کی دلیل وہی ہے جو کہا ہے و محال است کہ دو نفر ایک نفس ^{شود} پس جس طرح بظاہر دو ذاتوں کا ایک ہونا محال ہے اسی طرح باطناً بھی دو ذاتوں کا ایک ہونا محال ہے یعنی وحدت نفسین کے محال ہونے میں کوئی فرق ظاہر باطن کا نہیں۔

قال پس چون معنی حقیقی مستند راست باید حمل بر معنی مجازی نمود۔ و در صورتیکہ مجازی مستند باشد بقاعدہ کہ در اصول فقہ مستند است باید حمل نمود لفظاً بمعنی مجازی کہ اقرب آن لفظ و اقرب معنی مجازی لفظ نفس و اینجا کہ علی نفس پیغمبر است مساوی بودن علیست یا محمد۔ و ہمہ امور و شریک بودن با او است و ہمہ کمالات و شرایط و صفات پس مراد آنست کہ علی مثل محمد است و ہمہ امور و صفات و کمالات۔ و محمد ہم مثل علیست پس چہ پیغمبر و ارو علی ہم وار و بدون تفاوت حتی نبوت و رسالت و الامساوات معنی ندارد۔

اقول واللہ الموفق والمعين استدلال مذکور کسی وجوہ قطعہ سے باطل ہے اول

یہ کہ یہ تصریح و مسلم ہے کہ جب کسی لفظ کے معنی حقیقی مستعمل ہونے سے کوئی قباحت لازم آتی ہو تو واجب ہے کہ اس لفظ کے معنی مجازی استعمال کئے جائیں مگر یہ جو کہا کہ دو در صورتیکہ معنی مجازی مستند باشد غلط ہے کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ کلام خدا میں ایک لفظ

ہو جس کے معنی حقیقی و مجازی دونوں مستند الاستعمال ہوں اور جب بصورت تغذ استعمال
 معنی حقیقی معنی مجازی مراد لینا مستعین ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ وہ
 معنی مجازی استعمال کئے جائیں جو شائع ہوں و دوسرے یہ کہ وہ معنی مجازی مراد
 ہوں جو اقرب بحقیقت ہوں۔ اور صورت اولیٰ یعنی جب ایک لفظ کے ایسی معنی
 مجازی موجود ہیں کہ ہر چند وہ اقرب بحقیقت نہیں مگر کلام عرب میں شائع اور مشہور
 ہیں تو وہی معنی مشہور و معروف مراد لینا لازم ہے اور نفس کے معنی مجازی جو کلام عرب
 بلکہ ہر زبان میں دائر و سائر ہیں۔ احب الخلاق و اغرا الناس کے ہیں یعنی جس شخص سے
 کسی کو سب سے زیادہ محبت ہوتی ہے تو کہتا ہے کہ وہ میرا نفس اور میری جان ہے پس
 خلاق عالم نے جو حضرت امیر کو نفس پیغمبر فرمایا تو معلوم ہوا کہ حضرت امیر آنحضرت کے
 نزدیک احب الخلاق اور عزیز ترین مردم ہیں۔ اور جو آنحضرت کے نزدیک احب الخلاق
 ہو وہ افضل الخلاق ہے اور جو افضل ہے وہ امام ہے چنانچہ علامہ مجلسی نے حق الیقین کے
 صفحہ ۳۴ میں لکھا ہے۔ اگر گویند حمل بر اقرب مجازات وقتی متعین است کہ معنی دیگر شایع
 نباشد و این معلوم است کہ این معنی یعنی نفس را در مقام اطہار نہایت محبتہ و اختصاص
 بسیار استعمال می نمایند۔ جواب گوئیم ہر چند آن احادیث کہ سابقاً بان اشارہ کردیم
 اکثر ولات می کنند بر اینکه محض یہی معنی مراد نیست اما بار ا مناقشہ و زمین ضرورت نیست
 و از برائے اثبات امامت و احق بودن بخلافت کہ مطلب اصلی امامت درین مقام
 حصول این معنی کافی است بتقریر یکہ مذکور شد۔ ایضاً علامہ مجلسی نے بحار کی جلد نہم
 میں فرمایا و لو تنزلنا عن ذلک فالعجز ان الشایع الذالعی فی استعمال هذا اللفظ
 کون الرجل عزیزاً علی غیرہ و احب الخلق الیہ لنفسہ فیدل ایضاً علی افضلیۃ و
 امامتہ ہامتر من التقریر۔ یعنی اگر ہم اس سے تنزل کریں تو کہیں گے کہ لفظ نفس
 کے استعمال میں جو مجاز شائع و ذائع ہے وہ کسی شخص کے نزدیک کسی کا عزیز ترین مردم اور

احب الخلاق ہوتا ہے جیسے اسکی جان ہے اور یہ امر بھی حضرت امیر کی افضلیت اور
 امامت پر دلالت کرتا ہے جس طرح سے کہ پہلے بیان ہوا انتہے پس اس صورت میں دعویٰ
 مولوی صاحب موصوف از سر تا پا باطل ہے اور صورت ثانیہ یعنی جب نفس کے معنی
 حقیقی مستعمل نہیں ہو سکتے تو ضرور ہے کہ ایسے معنی مجازی مراد ہوں جو اقرب بحقیقت
 ہوں۔ اور وہ اشتراک جملہ صفات و کمالات میں ہے مگر اس صورت میں یہ بھی ضرور ہو گا
 کہ جس صفت و کمال کو کوئی دلیل خارج کرے اسکا استثناء کیا جائے۔ اور مانحن فیہ میں جس
 چیز کو دلیل نے خارج کیا ہے وہ نبوت و رسالت ہے پس ثابت ہوا کہ حضرت امیر
 بغیر نبوت اور رسالت ابراہیم کے اختصاصات کے اور جملہ صفات و کمالات میں حضرت
 کے شریک اور مثل ہیں چنانچہ مجلسی نے ناسخ بجا رکے باب آیہ مباہلہ میں فرمایا ہے ذکر
 النبوة بالدلیل اور اسکے قریب حق یقین صفحہ ۱۲۱ میں فخر الدین رازی کے کلام سے منقول
 جسکا عنوان یہ ہے ۲۲ شیعہ انانیت آیہ استدلال می کنند کہ (لے ان قال) مگر انچہ دلیل
 بدرود انچہ باجماع بیرون رفتہ است پیغمبری است کہ علی با و دوران شریک نیست پس در
 دیگر شریک باشد و از جملہ کمالات حضرت رسول آنت کہ او افضل است از سائر پیغمبران
 و از جمیع صحابہ پس حضرت امیر نیز باید کہ افضل انھا باشد الخ اسطرح یہ العلماء آقا سید حسین نے
 حدیقہ سلطانیہ کے باب چہارم میں لکھا ہے و و سرے یہ کہ ان مولوی صاحب نے
 جو کہا کہ ۲۲ پس ہر چہ پیغمبر وار و علی ہم وارد بدون تفاوت حقے نبوت و رسالت کے پس اسکے علا
 کہ یہ دعویٰ دلیل قطعی سے باطل ہے خود ان مولوی صاحب کی تصریحات کے بھی خلاف ہے
 کیونکہ شروع کتاب میں کہا ہے ۲۲ و از نبوت و رسالت ائمہ تعبیری کند بوصایت و حفظ شریعت
 عزار و ائمہ را بنی تازہ و رسول تازہ نمی داند کہ اس سے ظاہر ہے کہ ان مولوی صاحب کے
 نزدیک حضرت امیر ایسی نبوت رکھتے ہیں جسکے معنی وصیت اور حفظ شریعت کے ہیں
 آپ بنی تازہ نہیں جس سے ضرور ہے کہ آپ صاحب شریعت تازہ کے تابع ہوں۔ اور

معلوم ہے کہ آنحضرت کی نبوت ایسی نہیں جو وصیت اور حفظ شریعت سے تعبیر کیجائے بلکہ خود آپ نبی اولوالعزم ناسخ شرائع سابقہ اور موجب شریعت تازہ حکم خدا ہیں۔ پس ایک طفل ابھی خوان بھی سمجھ سکتا ہے کہ ان دونوں نبوتوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے اور قطعاً آنحضرت اور حضرت امیر کے مراتب میں تفاوت بین موجود ہے پس ان مولوی صاحب کا وہ کلام جو مقام ہدایہ میں مذکور ہے صحیح غلط اور کلام اول سے بالکل معارض ہے واذنا اعتراضات ناقصا۔

قال واگر مقصود خدا از گفتن الفنا کہ نفس یکدیگر بودن محمد و علی است شرک بودن علی در جمیع صفات و شرائط غیر از نبوت بود۔ اشتنامی نمود و موافق و مطابق مراد خود لفظی گفت خدا علی را نفس محمد گوید و جمیع فضائل محمدی را از برائے علی ثابت کند و اشتنا از نبوت کند و شرآن را حجتہ خود قرار بدہد در بین خود و بندگان خود و بندگان خود را عذاب کند کہ من اشتنا از نبوت نکردم شایعہ را نہ دید این محال است۔

اقول واللہ الملعین یہ کلام مورد ملام و دو جہوں سے باطل ہے۔ اول یہ کہ اگر مقصود خدا لفظ الفسنا سے وہ معنی ہیں جو عرب کی زبان پر شایع ہیں تو اس اعتراف کی مطلق گنجائش نہیں۔ چونکہ حضرت امیر آنحضرت کے نزدیک احب المخلوق و اعز الناس تھے اس لئے خدا تعالیٰ نے آپ کو نفس رسول فرمایا۔ اور اگر مراد خدا اس لفظ سے وہ معنی مجازی ہیں جو اقرب بحقیقت ہیں تو اس صحت میں بھی یہ اعتراف باطل ہے کیونکہ خلاق عالم نے عاقلوں کے لئے قرآن نازل فرمایا ہے۔ نہ دیوانوں کے لئے پس حق تعالیٰ نے جس طرح سے کہ الفسنا کے ساتھ مجازی قید نہیں لگائی اور یہ نہیں فرمایا الفسنا بالمعنی المجازی اس لئے کہ وہ جانتا کہ چونکہ نفس کے معنی حقیقی مراد ہونے میں دلیل عقلی مانع ہے۔ عقلا ضرور اسکے معنی مجازی استعمال کریں گے نہ حقیقی۔ اس طرح حق تعالیٰ نے نبوت کا اشتنا نہیں فرمایا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ میرے محمد مصطفیٰ پر نبوت ختم کر دی ہے اور میرے پیغمبر نے یہ امر اپنی است کو پہونچا دیا ہے پس

اگر مساوات میں نبوت بھی شریک کیجائے تو تکذیب خدا و رسول لازم آئیگی۔ لہذا اہل دین نبوت کا استثناء کر کے شرکت فی الصفات الاخریٰ مراد لین گے۔ پس اس وجہ سے خداے تعالیٰ کو نہ مجاز کی قید لگانے کی ضرورت ہوئی نہ نبوت کو استثناء کرنے کی وہذا من البینات والبدیہیات و سہری یہ کہ بفرض محال اگر مقصود خدا لفظ الفسنا فرمانے سے یہ ہوتا کہ امیر المومنین آنحضرت کیساتھ جمیع صفات میں بلا استثناء صفتی شریک ہیں تو ایک بڑی قباحۃ لازم ہوتی وہ یہ کہ خود آنحضرت پر نبوت ختم فرمائے اور چند ایسے خصائص سے آنحضرت کو مختص کرے جن میں قطعاً حضرت ائمہ شریک نہیں جیسے حاکم مطلق ہونا کسی شریک کا تابع نہ ہونا پیغمبر اولو الغرم ہونا نہی شریعت کا لانا نسخ او یان سابق ہونا جملہ نبی آدم پر جنہیں حضرت ائمہ بھی شریک ہیں مبعوث برسالت ہونا وغیرہ جو براہین قطعیہ سے ثابت ہیں۔ پھر خود حضرت امیر کو آنحضرت کے تمام کمالات میں بلا استثناء صفتی شریک کر کے آپ کو بھی ایسا ہی نبی قرار دے جو محالات سے ہے اور اس سے تعارض لازم آتا ہے واللہ اعلم بالملزوم کذا اللہ۔

قال آیه و ہم انفسہم من آیۃ او نفسہا مات بخیر منها او مثلاً (مہر گاہ نسخہ) میکنم آیتہ را یا انما میکنم اور امی اربع بہتر از آن آیتہ یا مثل او) و معلوم است کہ محمد مصطفیٰ آتی است از آیات و علی ہم آتی است از آیات خدا۔ آیتہ بودن حضرت علی ثابت است از آیتہ و لقد رای من آیات ربہ الکریمی (مہر آیینہ دیدہ است از آیات رب خود کہ بزرگتر است) و شخص بنیندہ در شب معراج حضرت محمد است و آیتہ کبرای پروردگار شحضرة علی است چنانچہ خود پیغمبری فرماید و اللہ آیتہ الکریم من علی و خود حضرت علی میفرماید و اللہ آیتہ الکریم منی چنان کہ در جلد سابع بحار باب انہم آیات اللہ و بیاناتہ و کتابہ صفحہ (۴۴) شی از عمر بن زید گفت سوال کردم ابو عبد اللہ از قول خدا انفسہم من آیتہ او نفسہا مات بخیر منها۔ پس فرمود دروغ گفتند نیست ہمچنین گفت خدا گفت ہمچون

گفت فرمود نیست الف نہ واو فرمود ما ننسخ من آية او ننسها مات بخير منها مثلهما
می فرماید ہر گاہ میرسیم امامی را یا متروک کنیم ذکر او را بیا رحیم بھتر از او از صلب او مثل او
اقول اس آیت شریفہ کے صاف اور سیدھے معنی یہ ہیں کہ جب ہم کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں
یا اسے بہلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس کے برابر دوسری آیت نازل فرماتے ہیں۔ اس میں
کسی کی نبوت کا ذکر ہے نہ امامت کا فقط آیات قرآنی کا بیان ہے چنانچہ تفسیر صافی میں ہے
(جزء) ما ننسخ من آية بان نرفع حکمها۔ یعنی جس آیت کو منسوخ کرتے ہیں باین طور کہ اس کا
حکم اوٹھا لیتے ہیں (یعنی اس کی قرأت باقی رہتی ہے فقط حکم منسوخ ہوتا ہے) او ننسها
بان نرفع رسمها ونسئ عن القلوب حفظها وعن قلوبک یا عھد۔ یا ہم اس کو بہلا
دیتے ہیں باین طور کہ اس کے الفاظ بھی اٹھا لیتے ہیں اور آپ غیر لوگوں کے قلوب اور تمہارے قلوب سے
اس کا حفظ بھی دور کر دیتے ہیں۔ ات بخیر منها بما هو اعظم لثوابکم واجل لاملا حکم
دوسری آیت اس سے بہتر نازل کرنے میں جس سے تمہارا ثواب زیادہ اور تمہاری اصلاح
بڑھ کر ہو۔ او مثلهما من الصلاح یا وہ آیت ثانیہ جو اصلاح میں آیت اولیٰ کے برابر ہو نازل
کرتے ہیں۔ اتہے پس اس سے ظاہر ہے کہ اس آیت شریفہ کے الفاظ کو کسی طرح کی دلالت
مولوی صاحب کے دعوے باطل پر نہیں ہے اور آیت ولقد مرای من آیات ربہ الکبریٰ
(سورہ نجم) کی تفسیر میں مولف صافی نے کئی حدیثیں نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ
آنحضرت نے جبریل کو انہی اصلی صورت میں دیکھا **اب** رہا یہ امر کہ بعض احادیث میں
وارد ہوا ہے کہ آیت کبرئ سے مراد حضرت اسیٰ ہیں ہر چند وہ بجائے خود درست ہے
مگر خاص آیت ما ننسخ من آية میں آیت سے مراد ائمہ اطہار کا ہونا غیر صحیح ہے آیت کے
معنی لغتہ نشانی کے ہیں اور اس کا اطلاق کبھی معجزات و خرق عادات پر کبھی جملات
قرآنیہ پر کبھی نشانہاے عظمت و قدرة خدا پر اور کبھی حضرات معصومین علیہم السلام
پر ہوتا ہے چنانچہ قرآن شریف میں ہے اقربت الساعة والفقرا لقم ولان یوم

آية يعرفوا وليقولوا السحر مستر (سورة القمر) قیامت پاس آگئی اور (پیغمبر کے معجزے سے)
 چاند شق ہو گیا اور یہ لوگ اگر کوئی معجزہ دیکھیں تو منہ پھیر لیں اور کہیں کہ یہ بھی ایک قسم کا جادو
 ہے جو ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ یہاں آیت سے مراد باتفاق اہل اسلام آنحضرت کا معجزہ ہے اس طرح
 قرآن شریف میں مقامات کثیرہ پر آیت یا آیات کے الفاظ بمعانی مختلفہ وارد ہیں جن میں سے بعض
 مقامات میں بعض احادیث کی بنیاد پر ائمہ مراد ہیں مگر یہ غلط ہے کہ جہاں آیت کی لفظ وارد
 ہو وہاں ائمہ علیہم السلام مراد ہوں اب بنائے استدلال اس روایت پر رہی جسے ابن
 مویس صاحب نے سابع بخاری سے نقل کیا ہے اور وہ بھی کئی وجوہ سے غلط ہے اول
 یہ کہ یہ روایت احاد سے ہونے کے علاوہ غیر صحیح ہے کیونکہ سابع بخاری صفحہ (۴۲) میں غیر
 عیاشی سے بلا سند منقول ہے۔ اور عیاشی کی نسبت علمائے رجال نے لکھا ہے یروی
 عن الضعفاء کثیرا یعنی وہ فساق سے بکثرت روایت کرتے ہیں ملاحظہ ہو خلاصۃ الآثار
 للعلامہ۔ و کتاب الرجال للبخاری۔ پس یہ روایت مرسل۔ غریب اور ضعیف ہے جو ہرگز
 استدلال کے لائق نہیں۔ دوسری یہ کہ متنا بھی یہ روایت لائق اعتبار نہیں کیونکہ
 اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں ناسخ بخیر منہا کے بعد حرف او طرہایا گیا
 ہے حالانکہ اہل اسلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ قرآن موجودہ پورا منزل من اللہ ہے اس میں
 کوئی حرف کسی آدمی کا زیادہ کیا ہوا نہیں ہے ہاں قریش میں بعض احادیث کمی کے بارے
 میں وارد ہیں حالانکہ بعض محققین شیعہ نے تصریح کی ہے کہ قرآن میں کمی بھی واقع نہیں ہوئی
 چنانچہ دیباچہ تفسیر صافی کے مقدمہ سادہ میں مرقوم ہے کہ یہ علامہ طبرسی نے مجمع البیان
 میں لکھا ہے کہ قرآن شریف میں زیادتی کے بطلان پر امت کا اتفاق ہے ہاں کمی
 کے بارے میں ہمارے اصحاب کی ایک جماعت اور حشویہ اہل سنت کے ایک گروہ
 نے روایت کی ہے مگر ہمارے اصحاب کا مذہب صحیح یہ ہے کہ قرآن میں کمی بھی
 واقع نہیں ہوئی کا محصلہ قریب اسکے ابن بابویہ سید مرتضیٰ علم الہند سے اور شیخ ابو جعفر طوسی

اعلیٰ اللہ مقامہم نے بھی لکھا ہے پس اس سے ثابت ہے کہ وہ روایت جو قرآن میں زیادتی
کی صرح ہے ہرگز لائق اعتبار نہیں تفسیر میں یہ کہ قرآن شریف متواتر ہے جس میں
نات بخیر منہا کے بعد آو موجود ہے اور روایت مذکور میں قبیل احادیث وہ
متواتر کے تعارض کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اور نہ اس پر عمل جائز ہے جو کبھی یہ کہ
در صورت تسلیم صحت روایت مذکورہ قرآن کے معنی بگڑ جائیں گے کیونکہ اگر تفسیر کے
معنی تاویلاً موت کے بعد تفسیر کے معنی نہیں ہو سکتے اور اگر تفسیر کو تفسیر غلط ہو تو یہ مذاق منقول
یہ کہ روایت مذکورہ کی بنا پر نات بخیر منہا مثلاً یاں مثلاً بخیر کی صفت ہوگی
حالانکہ خیر تہ اور افضلیت مثل ہے بڑا کر ہے اور مماثلۃ افضلیت سے گھٹ کر پس بخیر
کی صفت مثلاً لانا لغو ہو گا چھٹی یہ کہ تسلیم صحت روایت مذکورہ لازم ہو گا کہ خطہ
امیر سے امام حسن افضل ہوں اور امام حسن سے امام حسین افضل ہوں اور امام حسین سے
امام زین العابدین افضل ہوں واللہ لازم باطل فالملذوم کذلک ساتویں یہ کہ علی
تسلیم کیا کہ روایت مذکورہ صحیح ہے اور اس سے کوئی قباحتہ لازم نہیں آتی مگر اس روایت
کو بھی ان مولوی صاحب کے دعوے سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ آیہ موصوفہ کے جو معنی
امام سے نقل کئے ہیں یہ ہیں می فراید ہر گاہ میر انیم امامی را یا متروک می کنیم ذکر اور بیاہیم
بہتر از وار صلب او مثل او کا پس ایک جاہل سا جاہل بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہاں نبوہ کا
کوئی ذکر نہیں ہے نہ اس آیت کو بنی سے کوئی تعلق ہے یہاں فقط ائمہ کا بیان ہے لا غیر
مگر ضد کا کیا علاج۔

قال وورہین کتاب وورہین باب وورہین صفحہ از تفسیر صافی نوشتہ در تفسیر والذین
من ایات غافلون کہ امیر المومنین وائمہ است و دلیل بر این قول امیر المومنین کہ نیست
از برائے خدا آیتی بزرگی از من پس محد و علی ہر دو آیت اللہ بزرگتر ہستند زیرا کہ وقتی کہ قضا
شد کہ حضرت علی آیت بزرگتر خدا است ثابت شد کہ حضرت محمد نیز آیت بزرگتر خدا است

تفسیر فی سبیل اللہ
است غلط ہے تفسیر صافی

نیز کہ قول بساواة محمد و علی لازم دارد کہ حضرت علی افضل نباشد از پیغمبر خدا و ہم نفس
یکدیگر بودن محمد و علی لازم دارد کہ افضل نباشند و این بالذات است۔

اقول مسئلہ نبوة و رسالت و افضلیت اصول عقاید سے ہے جس کے لئے برہان قطعی
چاہئے اور وہ بغیر دلیل عقل یا انصوص قرآن یا حدیث متواتر کے ممکن نہیں جس کا بیان بارہا
ہو چکا ہے اور قول حضرت امیر مالا اللہ اية الکبر منی باوجود احاد و مخصوص ہے اس سے مراد یہ ہے
کہ آنحضرت کے بعد کوئی آیت خدا حضرت امیر سے بزرگتر نہیں کیونکہ باتفاق اہل قبلہ
بتواتر ثابت ہے کہ آنحضرت افضل المخلوقات ہیں پس ضرور ہوا کہ قول حضرت امیر مقید اور
مخصوص ہو مان عام الا و قد خص اور ثبوت افضلیت مطلقہ آنحضرت بتفصیل گزر
چکا پس آنحضرت کا تمام آیات خدا سے بزرگتر ہونا مطلق ہے اور حضرت امیر کا اکبرایات
ہونا مقید اور مخصوص۔ اور قول بساواة مطلقہ آنحضرت و حضرت امیر مہمل اور خلاف عقل
و نقل اور مخالف اجماع است ہے۔ علامہ مجلسی نے حق الیقین کے ص ۱۸ مطبوعہ جعفری
میں لکھا ہے۔ و افضلیت آنحضرت بر سائر خلق ضروری دین اسلام است۔

قال اما باعتبار زمان بحسب مصلحت یکے از دیگر می بہتر می توان شد زیرا کہ ثابت است
کہ آیہ اول حضرت محمد است و آیہ دوم حضرت علی است یا آیہ اول حضرت علیست و آیہ دوم
حضرت حسن است یا عین اسے اخر الامر پس آیہ بعد بہتر باشد از آیہ اول نہ بحسب ذات
بلکہ بحسب مصلحت و باعتبار زمان۔

اقول کہی وجوہ سے باطل ہے اول یہ کہ اس آیہ شریفہ میں آیہ اول سے مراد آنحضرت
ہونا اور آیہ دوم سے حضرت امیر سے غلط ہے کیونکہ الفاظ آیت کو تو نہ رسالت سے تعلق ہے
نہ امامت سے اور روایت میں نقطہ ائمہ کا ذکر ہے نہ انبیاء کا پس اس آیت کے تحت میں آنحضرت
کو شریک کرنا محض تفسیر بالراسخ ہے و دوسرے یہ کہ محض اولویت زمانی ہرگز کوئی ایسی
فضیلت نہیں جس کے سبب مفضول ذاتی و صفاتی افضل ذاتی و صفاتی سے افضل سمجھا جائے

اور عرف و شرع میں ہرگز ایسی اصطلاح نہیں ہے پس ممکن نہیں کہ حضرت سابع حضرت نوح
 سے اور حضرت اسمعیل حضرت ابراہیم سے اور یوشع حضرت موسیٰ سے اور حضرت شمعون
 حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے کسی زمانہ میں افضل ہو سکیں اس طرح محال ہے کہ حضرت امیر
 آنحضرتؐ سے اور امام حسنؑ حضرت امیر سے افضل ہوں مگر یہ کہ اولویت زمانی ہر ایک
 کے لئے حاصل ہے یعنی امام اول بزمان اول ولی ہو اور امام ثانی بزمان ثانی پھر ایک بلا وجہ آخر دوسرے
 پر ترجیح دینا ترجیح بلا مرجح ہے جو عقلاً قبیح ہے چو کہ یہ کہ شرع میں اور عرف میں جہاں
 لفظ افضلیت و افضل مستعمل ہوتا ہے وہاں افضلیت ذاتی و صفاتی مراد ہوتی ہے اور
 افضل ذاتی و صفاتی سمجھا جاتا ہے نہ مصلحتی و زمانی پس حضرت امیر کو آنحضرتؐ سے افضل
 سمجھنا اور کہنا کفر ہے چنانچہ علامہ مجلسی نے حق الیقین ص ۱ میں لکھا ہے و انچه بعضی از
 غلات میگویند کہ حضرت امیر المومنین علی افضل از آنحضرتؐ بود کفر است۔

قال چنانچہ حدیث مروی جلد ہفت سم سجار باب انه جرى لهم من الفضل والطاعة
 ماجرى لرسول الله وانهم في الفضل سواء ص ۳ روایت کر و شیخ حسن بن سلیمان
 در کتاب مختصر از کتاب سید حسن بن کبش با سناد خود بوسے مفید کہ مرفوع کردہ است اور
 بسوسے ابوبصیر از صادق ع از پدرانش علیہم السلام کہ گفت گفت رسول خدا بہ تحقیق کہ خدا
 برگزیدہ از ایام یوم جمعہ را و از ماہ ماہ رمضان را و از شہا شب قدر را و برگزیدہ از مرگ
 انبیاء و رسل را و برگزیدہ مرا از انبیاء و رسل را و برگزیدہ من علی را و برگزیدہ از علی حسن و حسین را و برگزیدہ
 از حسین را و بسیار را کہ منع می کنند از تنزیل تحریف ضالین را و احتمال سبطین را و اولیٰ علیہ السلام
 را انہم ایشان باطن ایشان ظاہر ایشان قائم ایشان و آن افضل ایشان است و این
 حدیث ہم محمول بر بہین مطلب است کہ افضلیت درین حدیث بحسب مصلحت یا
 باعتبار زمان است و این واضح است کہ حضرت محمد داراے مراتب اربع نبوت و ولایت
 و ولایت و امامت بود و حضرت علی تا وقتیکہ داراے مراتب مذکورہ نباشد باعتبار زمان ہم افضل

انحضرت محمدؐ میشود والا اینکه قائل بشوند در حضرت علیؑ مراتب اربعہ را ہچنان کہ خواہد آمد۔

اقول واللہ الموفق والمعين یہ مولوی صاحب اس حدیث کے اصلائے معنی نہیں سمجھے اور بغیر فہم استدلال کیا اس کے صحیح معنی سے ہرگز حضرت امیرؑ کی مساواة آنحضرتؐ کیسا کہ ثابت نہیں ہوتی اقلیت تو ایک امر عظیم ہے اور اسکا بیان اسطرح پر ہے کہ کسی شے کا کسی شے سے اختیار کرنا اس امر کا مستلزم ہے کہ مختار منہ متعدد ہوں اور شے مختار ان متعدد میں داخل ہو ورنہ شے مختار منہ سے شے مختار کا اختیار کرنا لغو ہوگا اور یہ بھی ضرور ہے کہ شے مختار اشیاء مختار نہایت حقیقتہً افضل ہو ورنہ اختیار کرنا قبیح ہوگا۔ کہ اس سے ترجیح بلامرجح لانہم آتی ہے چنانچہ اسی حدیث میں ہے کہ خداے تعالیٰ نے ایام سبوعہ سے جمعہ کو اختیار کیا اور ظاہر ہے کہ ایام سبوعہ متعدد ہیں اور جمعہ انہیں داخل ہے۔ اور تمام ایام سے ذالاً افضل ہے اسطرح معینے متعدد ہیں اور ماہ رمضان انہیں داخل ہے اور ان سے افضل ہے اسطرح راتیں متعدد ہیں اور شب قدر ان میں داخل اور ان سے افضل ہے اور اسطرح آدمی متعدد ہیں اور انبیاء انہیں داخل اور ان سے افضل ہیں اور انبیاء و مرسلین متعدد ہیں اور آنحضرتؐ انہیں داخل اور ان سے افضل ہیں۔ پس آنحضرتؐ نے جو فرمایا کہ خدا نے مجھ سے علیؑ کو اختیار فرمایا محمول علیٰ المجاز ہے اسکے معنی یہ ہیں کہ میرے اہل بیت سے علیؑ کو اختیار کیا کیونکہ محمدؐ متعدد نہیں اور نہ ان متعدد میں علیؑ داخل ہیں اور نہ آنحضرتؐ سے آپ افضل ہیں پھر یہ کلام اگر محمول علیٰ الحقیقت ہو تو کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کہے کہ خدا نے جمعہ سے شنبہ کو اختیار کیا اور رمضان سے شوال کو اختیار کیا اور بیشک یہ کلام بے معنی ہے اور کلام بے معنی کی نسبت آنحضرتؐ کی طرف ناجائز ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ آنحضرتؐ کا مطلب یہ ہے کہ میرے اہل بیت سے علیؑ علیہ السلام کو اختیار کیا اسطرح علیؑ کی اولاد سے حسن اور حسینؑ کو اختیار فرمایا اور حسینؑ کی ذریت سے ائمہ تسعہ کو اختیار کیا۔ اور حدیث مذکور کی خاکسار نے جس طرح شرح کی ہے۔ وہ خود حدیث سے

ماخوذ ہے۔ چنانچہ سابع سجاد باب تفضیلہم علی الانبیاء ص ۳۹ میں حضرت امیر سے مروی ہے کہ آنحضرت
 نے فرمایا یا علی ان الله غر و جل اشرف على الدنيا فاختارني منها على رجال العالمين ثم
 اطعم الثانية فاختارني على رجال العالمين بعدى ثم اطعم الثالثة فاختارني
 الاثمة من ولدك على رجال العالمين بعدك الحديث۔ اس حدیث کا محصلہ یہ ہے
 کہ خلاق عالم نے سب سے پہلے اہل دنیا میں سے آنحضرت کو اختیار فرمایا (اس سے معلوم ہوا
 کہ سب سے افضل آنحضرت ہیں) پھر آپ کے بعد حضرت امیر کو اختار فرمایا (اس سے معلوم ہوا کہ
 آنحضرت کے بعد سب سے افضل حضرت امیر ہیں) پھر حضرت امیر کی اولاد سے آنحضرت
 علیہم السلام کو اختیار فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر کے بعد سب سے افضل اس
 ہیں۔ اور دوسری احادیث کثیرہ میں مروی ہے کہ سب سے پہلے زمین پر سے آنحضرت کو اختیار
 فرمایا اور زمین سے اختیار کرنا بھی مجاز ہے۔ اسکے معنی یہ ہیں۔ سب سے پہلے اہل زمین
 سے آنحضرت کو اختیار فرمایا چنانچہ تاسع سجاد باب نصوص الرسول میں اس طرح
 مرقوم ہے کہ آنحضرت نے ایک حدیث طولانی میں فرمایا نظر الله الى اهل الارض نظرة و
 اختارني منهم يعني خدائے تعالیٰ نے اہل زمین پر نظر فرمائی اور ان میں سے مجھے اختیار
 فرمایا۔ اور اسی حدیث کا ایک فقرہ یہ ہے ثم ان الله نظر نظرة ثالثة فاختارني
 اهل بيتي بعدى و هم خيار امتي احد عشر اصحابا بعد اخي یعنی پھر خدائے تعالیٰ
 نے نظر سوم اہل زمین پر فرمائی اور میرے اہل بیت میں سے میرے بھائی (علی) کے بعد گیارہ
 اماموں کو اختیار فرمایا پس اس حدیث میں بھی جسے ابن گننام مولوی صاحب نے پیش کیا ہے
 اختار مني سے مراد اختار من اہل بيتي ہے والحديث يفسر الحديث۔ فافهم ولا
 تكن من الجاهلين اور وہ جو حدیث پیش کردہ مولوی صاحب موصوف میں مذکور
 ہے کہ امام مہدی علیہ السلام ان اوصیاء سے افضل ہیں جو امام حسین کی اولاد میں ہیں پس یہ
 افضلیت بھی ذاتی ہے جو بعض خصوصیات سے صاحب الامر علیہ السلام کو حاصل ہے۔ جس کا

ذکر ہنے سابق میں کر دیا ہے مخفی نہ رہے کہ ان مولوی صاحب نے اس سے پہلے جہان شہید
ثانی کے کلام کا ذکر کیا ہے وہ ان ایسی عبارت لکھی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بنی ماطو کو امام
تابع پر بیعت امام اول کو امام ثانی پر فضیلت زمانی حاصل ہے اور یہاں یہ امر ثابت کرنا چاہا ہے
کہ امام ثانی کو امام اول پر فضیلت زمانی حاصل ہے اور یہ عین تعارض ہے۔

قال آیه یا زعم انما یرید الله لیسذہب عنکم الرجس اهل البیت و یطہرکم
تطہیرا و این آیه مجیدہ دلالت بر این می کند کہ جمیع ارجاس را خدا از اہل بیت دور کردہ
زیر کہ این ارادہ امارۃ کو بنی است و ارادہ تکلیفی نیست زیرا کہ انما انحصار می کند این حکم
را در افراد خاصہ کہ اہل بیت ہستند و اگر ارادہ تکلیفی بود عام بود و جمیع مکلفین مثل ارادہ کہ در آیه
مجیدہ یرید الله بکم الیسر و مثل آیه مجیدہ یرید الله ان یخفف عنکم کہ ارادہ تکلیفی است
کہ بر سائر مکلفین عام است و ارادہ کو بنی متبع فعل است و ازین جهت است کہ معلوم شود
در کتاب مجمع البحرین اگر ارادۃ التخلیق پس معنی آیه این شد انما اذہب الله عنکم
الرجس و معلوم است کہ لفظ کم در لفظ عنکم ہمچنین کم در لفظ یطہر کم از برائے
جمع مذکر حاضر پس زوجات داخل نمی شوند بسبب مونث بودن زوجات آنحضرت۔ و اگر گفتہ
شود کہ فاطمہ ہم بسبب مونث بودنش داخل در فضائل این آیه تواند شد جواب گفتہ خواهد شد
کہ این بنا بر قاعدہ تغلیب است کہ رجال اکثر از مونث است زیرا کہ مخاطبین در این آیه
ہمچنین کہ از احادیث سواترہ فریقین ثابت است کہ انھا محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین ہستند
پس کثرت در ذکر است نہ در اثبات اگر زوجات را داخل در این آیه بکنیم و از مخاطبین درین آیه
شماریم بنا بر انچه مشہور است کہ زوجات آنحضرت بہرہ تا بودند و یکے فاطمہ کہ وہ باشند۔ و ذکر چہا
نایر قاعدہ تغلیب کہ علیہ از برائے اثبات است باید کہ صیغہ مخاطب درین آیه بلفظ
عنکم یجوز و یطہرکم بجائے یطہرکم باید مذکور شود و الا خلاف
قاعدہ نحو یہ می نہ

این بنا بر قاعدہ تغلیب است
کہ رجال اکثر از مونث است
زیرا کہ مخاطبین در این آیه
ہمچنین کہ از احادیث سواترہ
فریقین ثابت است کہ انھا
محمد و علی و فاطمہ و حسن
و حسین ہستند پس کثرت
در ذکر است نہ در اثبات
اگر زوجات را داخل در این
آیه بکنیم و از مخاطبین
درین آیه شماریم بنا بر
انچه مشہور است کہ زوجات
آنحضرت بہرہ تا بودند
و یکے فاطمہ کہ وہ باشند۔
و ذکر چہا نایر قاعدہ
تغلیب کہ علیہ از برائے
اثبات است باید کہ صیغہ
مخاطب درین آیه بلفظ
عنکم یجوز و یطہرکم
بجائے یطہرکم باید
مذکور شود و الا خلاف
قاعدہ نحو یہ می نہ

اقول ضمیر جمع مذکر ہے استدلال بمقابلہ اہل سنت اس قول کی بنا پر صحیح ہے۔ جو کہا جاتا ہے کہ آیہ تطہیر خاص آنحضرت کی زوجات کی شان میں نازل ہوا ہے اور دوسرے قول کی بنا پر جو کہا گیا ہے کہ اس آیت کے خطاب میں زوجات نبی اور علی و فاطمہ و حسن و حسین سب شریک ہیں غیر صحیح ہے کیونکہ اس صورت میں اہل سنت نے کہل ہے کہ خطاب ضمیر جمع مذکر سبب تغلیب مراتب کے ہے چونکہ حقیقتہً عورتوں سے مردوں کا مرتبہ بڑھ کر ہے اس لئے باوجود قلت تعداد و ذکر و کثرت اہانت بلحاظ مرتبہ ضمیر جمع مذکر مخاطب سے خطاب کیا گیا ہے اور ایسے خطابات عرب میں شایع و رایج ہیں۔ اور اسکا جواب علماء شیعہ نے دوسرے طریقوں سے دیا ہے۔ نہ اس طریق سے جیسا کہ ان مولوی صاحب نے لکھا ہے اور اس کا بیان کتب شیعہ میں تفصیل موجود ہے۔

قال واما مخاطب بودن این بزرگواران مذکورین کہ در شان ایشان آیه مجیدہ نازل شدہ بنا بر آنکہ در کتاب تفسیر علی بن ابراہیم نمونہ نوشتہ ہین بزرگوارانند و عین عبارت این است بعد ذکر آیه مذکور قال (محمد باقر) نزلت هذه الآية في رسول الله و علي بن ابي طالب و الحسن و الحسين عليهم السلام كما هو المروي في المجلد انتاسم من البخار ص ۳۸۔

اقول اس حدیث میں جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کا نام مبارک بھی موجود ہے مگر ان مولوی صاحب نے حدیث میں تحریف کر کے آپکا نام اس سے خارج کیا ہے۔ **قال** و در کتاب الامالی شیخ از ابو سعید خدری و در ہان کتاب کہ کتاب شیخ است از امام سلمہ و در کتاب الامالی صدوق و در کتاب خصال و در کتاب فرات ابن ابراہیم و در کتاب طرائف ابن ابوسعید خدری و شیخ الطائفہ و ربیان از ابو سعید خدری و انس بن مالک و عائشہ و ام سلمہ و واشلہ بن الاسقع و شیخ جلیل ابو علی الطبرسی و مجمع البیان از ابو سعید خدری و ابن بطریق و شدرک از ابو سعید و واراستہ عبارات مختلفہ کہ این آیت نازل شد مگر در شان محمد و علی و

و اما این بزرگواران مذکورین کہ در شان ایشان آیه مجیدہ نازل شدہ بنا بر آنکہ در کتاب تفسیر علی بن ابراہیم نمونہ نوشتہ ہین بزرگوارانند و عین عبارت این است بعد ذکر آیه مذکور قال (محمد باقر) نزلت هذه الآية في رسول الله و علي بن ابي طالب و الحسن و الحسين عليهم السلام كما هو المروي في المجلد انتاسم من البخار ص ۳۸۔

و اما این بزرگواران مذکورین کہ در شان ایشان آیه مجیدہ نازل شدہ بنا بر آنکہ در کتاب تفسیر علی بن ابراہیم نمونہ نوشتہ ہین بزرگوارانند و عین عبارت این است بعد ذکر آیه مذکور قال (محمد باقر) نزلت هذه الآية في رسول الله و علي بن ابي طالب و الحسن و الحسين عليهم السلام كما هو المروي في المجلد انتاسم من البخار ص ۳۸۔

حسن و حسین علیہم السلام و در بعض اخبار جبریل و میکائیل ہم داخل اند کما هو المنقول من
المجلد التاسع من البحار از صفحہ (۳۹ تا ۴۴)۔

اقول واللہ الموفق والمعين۔ جاننا چاہیے کہ احادیث کثیرہ صحیحہ میں یہ امر وارد ہے
کہ آیہ تطہیر کے نزول سے پہلے یا بعد آنحضرت نے ان بزرگواروں کی نسبت فرمایا اللہم
ہکلاء اہل بیتی یعنی اسے پروردگار یہی میرے اہل بیت ہیں پس اس سے ظاہر ہے کہ
اہل البیت سے مراد حضرت امیر و سیدہ حسن و حسین علیہم السلام ہیں علامہ مجلسی مجلد نہم
بحار باب آیہ تطہیر میں فرماتے ہیں ان الا مۃ التفت علی ان المراد باہل البیت
اہل بیت بنی صلی اللہ علیہ والہ پھر توشی عبارت کے بعد کہاہے کہ ہمارے
جلہ علما اور اکثر اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیہ شریفہ خاص علی وفاطمہ و حسن و حسین
علیہم السلام کی شان میں نازل ہوا ہے اب زہد شمول آنحضرت تحت فضیلت آیہ تطہیر
عما ورد فی اکثر الاحادیث تو اسکی تفصیل یہ ہے کہ دو حال سے خالی نہیں کہ آیہ
تطہیر میں بیت کے معنی حقیقی مراد ہوں گے یا مجازی۔ پھلی صورت میں کہ بیت کے
معنی حقیقی خانہ اور گھر کے ہیں پس یہاں وہ خاص مقام مراد ہے جس مقام پر اور جس حادہ
کے نیچے پختن پاک جمع تھے اور جس مقام میں داخل ہونے سے حضرت ام سلمہ باوجود
خواہش ممنوع ہوئیں اس صورت میں آنحضرت کا شمول علی المحقیقت ہوگا مگر اس صورت
میں آنحضرت کا ترت فی اہل بیتی فرمانا یا علما کا اس پر اتفاق کرنا کہ یہ آیہ حفرة امیر اور
سیدہ اور حسین علیہم السلام کی شان میں نازل ہوا ہے یہ نشانہ نہیں رکھتا کہ آنحضرت اس سے
علیہ ہیں بلکہ اس سے غرض یہ ہے کہ اہل بیت نبی سے مراد سوائے ان بزرگواروں کے
اور کوئی غیر نہیں اور دوسری صورت میں کہ بیت کے ایسے معنی مجازی مراد ہوں جو عرب
میں بکثرت مستعمل ہیں یعنی خاندان و قبیلہ تو اہل البیت کے معنی اہل خاندان رسول ہوئے
وہو الاصح چنانچہ کتاب مفاتیح المطالب فی خلاۃ علی ابن ابی طالب کے ص ۱۴۱ میں

مردوم ہے۔ دینیجا اصح معنی مجازی است چنانکہ بحاورہ عرب لفظ بیت و نسب تحت لفظ قبیلہ شایع است انچہ در دیگر محاورات ترجمہ آن خاندان می شود اور آنحضرت نے فرمایا ہے ان الله خلق الخلق فجعلني في خيرهم فارأيتكم بيتا سراوا لا السيد على الهدى في موداة القربى یعنی خدا سے تعالیٰ نے مخلوقات کو خلق فرمایا پس مجھے بہترین خلق میں قرار دیا پس میں خاندان کی طرف سے بھی تم سب سے بہتر ہوں۔ پس اس صورتہ میں شمول اہل المومنین و فاطمہ زہرا و حسن و حسین علیہم السلام تحت لفظ اہل البيت بطریق حقیقتہ ہو گا۔ شمول آنحضرت بطریق اولویتہ و اعلیٰ کیونکہ اگر آنحضرت شریک نہ ہوں تو ترجیح بلا مرجح لازم ہوگی اور وہ عقلاً قبیح ہے ایک اعلیٰ فضیلت میں اہل بیت کے ساتھ افضل اہل بیت کی شرکت لازمی ہے چنانچہ کتاب سفلیح المطالب کے صفحہ ۱۴۴ میں بیت کے معنی مجازی ثابت کر کے لکھا ہے و این موافق قولہ صلعم ہوا اہل بیتی است کہ آنحضرت چہارتن را از اہل بیت خود خواند و شمول آنحضرت بوجہ اولویتہ و اعلیٰ گریدہ۔ اس بیان سے ابن مولوی صاحب کی وہ تمام تحریر جو معنی اہل بیت کی نسبت آنے والی ہے از تہا باطل ہو گئی۔

قال پس ایشان اہل کلام بیت اند بغیر اہل بیت سکونتہ اند یا اہل بیت نبوتہ و معلوم است کہ اہل بیت سکونت نیستند زیرا کہ اکثر از احادیث کہ ذکرش موجب تطویل است از طرق شیعہ و سنی ام سلمہ را از دخول در کسا آنحضرت منع فرمودند پس اہل بیت نبوت شد چنانکہ از ابن ابراہیم از امام جعفر صادق روایت کردہ در جلد نہم بحار کہ فرمود وقتیکہ بنا را یہ المید بہ فاطمہ شد تا چہل صباح اول حج آنحضرت بدر فاطمہ می آمد و وق الباب میکرد بازمی نشست و السلام علیکم یا اہل بیت النبوة و معدن الرسالۃ و مختلف الملائکۃ الصلوٰۃ رحکم اللہ انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اہل البيت و یطہرکم تطہیرا و در کتاب منتخب شیخ فخر الدین طبرسی بعد ذکر نزول این آیہ مجیدہ در ذکر حدیث

کسانی فرماید کہ جبریل بعد از دخول در کسامی گوید ان الله قد اوحى اليكم ونبئت مخاطب اند
 و قبل از دخول در کسا خدا سے عزوجل جبریل گفت کہ اصحاب کسا اہل بیت نبوت و معدن رسالت
 ہستند پس ثابت شد کہ بیت نبوت نبوت بود پس معنی اہل بیت این شد کہ کسانیکہ اہل
 ہستند بخانہ نبوت پس ہر فردے از افراد خمسہ و لو بالانصاف اممہ تسعہ باین بزرگواران خمسہ
 بلیل اجماع مرکب قابل و اہل خانہ نبوت ہستند۔ و بہر معنی کہ حضرت محمد را بنی می گویند بہمان
 معنی این بزرگواران را بنی می توایم گفت۔

اقول واللہ الملعون اس بیان میں کمی خطائیں اور غلطیاں ہیں جو بالتفصیل مفسرین
 تحریر میں آتی ہیں۔ اور کئی وجوہ سے انکی تردید کی جاتی ہے **اول** یہ کہ سابق میں ہم نے بیت
 کے معنی تو بیان کر رکھے ہیں۔ اور اہل بیت کا استعمال شرعیں کئی طریقوں سے ہوا ہے
الف یہ کہ اہل مضاف اور بیت مضاف الیہ و معرف باللام ہو یعنی اہل البیت اس کے
 معنی بھی سابق میں بیان ہوئے (ب) یہ کہ بیت بھی مضاف ہو اور آنحضرت کی ذات
 مبارک مضاف الیہ جیسے اہل بیت النبی و اہل بیت الرسول یا جیسے آنحضرت
 نے فرمایا اہل ہتی امد اس صورت میں اس لفظ کے معنی بغیر اقربائے آنحضرت دوسرے
 نہیں ہو سکتے اور چونکہ یہ الفاظ احادیث میں متواتر ہیں۔ اس لحاظ سے اہل البیت کے معنی
 بھی اقربائے آنحضرت کے ہونا ضروری ہوگا (ج) یہ کہ بیت مضاف ہو اور نبوت و رسالت
 مضاف الیہ جیسے اہل بیت النبوت یا اہل بیت الرسالت اور چونکہ یہ الفاظ بھی بعض خطا
 میں وارد ہوئے ہیں لہذا محل اشتباہ بعض جہاں ہیں اور حقیقت اس سے بھی ہرگز نبوت
 ثابہ ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ نبوت و رسالت کا اطلاق بنی و رسول پر سبباً لغت جائز ہے جیسا
 کہ حدیث میں ہے یا عدل یا حکیم یعنی عادل اس طرح کلام عرب میں سبب سے صفت
 متبہ و اسم فاعل کثرت مصادر مستعمل ہیں پس اہل بیت النبوت کے معنی بھی اہل بیت
 النبی کے ہو سکتے اور ان مولوی صاحب نے جو روایت فرات بن ابراہیم عینی کی ہے وہ

محامل صحیحہ رکھتی ہے کیونکہ اس میں دو لفظ ہیں جو ان مولوی صاحب کے محل اشتباہ
 ہیں۔ اول لفظ اہل بیت النبوت اور اس کے معنی ابھی بیان ہوئے۔ دوسرا لفظ معدن
 الرسالت پس ترکیب صحیحی محتمل ہے کہ یہ معطوف ہو اور بیت النبوت معطوف علیہ اور
 معطوف اور معطوف علیہ ملکہ مضاف الیہ ہوں۔ اہل کے جو مضاف و مضاف الیہ ہے
 یا اہل بیت النبوت و اہل معدن الرسالت پس جو معنی ہم نے اہل بیت النبوت کے
 بیان کئے وہی معنی اہل معدن الرسالت کے ہیں اور علی التشریل تسلیم کیا کہ معدن الرسالت
 کا عطف اہل پر ہے اس صورت میں بھی اسکے معنی خاندان رسول کے ہیں کیونکہ رسالہ مبارک
 بمعنی رسول ہے اور جس قبیلہ و خاندان میں رسول ہو اس قبیلہ و خاندان کو معدن کہہ سکتے ہیں
 اور علی التشریل تسلیم کیا کہ رسالہ بمعنی رسول نہیں بلکہ وہ اپنی معنی مصدسی پر باقی ہے مگر
 اس صورت میں رسالہ سے مراد بیشک علم رسالت ہے چنانچہ سابع بحار کے باب جوہر
 مناقبہم و فضائلہم ص ۳۳ میں مرقوم ہے موضع الرسالت اے علوم الرسالت اب
 رہی روایت منتخب فخری پس وہ ہرگز لایق توجہ نہیں کیونکہ فاضل محقق الحاج میر حسین
 نوری نور اللہ مرقدہ نے کتاب لود لو و مرجان ص ۱۴۵ میں لکھا ہے دوم در منتخب شیخ
 طریحی کہ مشتمل است بر موہون اور معلوم ہے کہ اخبار موہونہ کا درجہ اخبار ضعاف سے
 بھی بدتر ہے پس جس کتاب میں اخبار موہونہ مندرج ہوں اسکی روایت سے مقدمات
 پر استدلال کرنا انہیں مولوی صاحب کا کام ہے اور علی التشریل اس روایت کی صحت
 فرض کر کے کہتے ہیں کہ اس میں محل اشتباہ فقرہ اللہ قد ارحم اے لیکم ہے حالانکہ قرآن
 شریف میں وحی کا اطلاق مقامات کثیرہ میں الھام پر ہوا ہے چنانچہ سورہ مائدہ میں ہے
 واذ اوحیت الی الحواریین ان امنوا بی و برسولی یعنی ہم نے حواریین کی طرف
 وحی کی کہ مجھ پر اور میرے پیغمبر پر ایمان لاؤ (انجز ۷) اور سورہ طہ میں ہے افراوحینا
 الی املک ما یوحی یعنی (اے موسیٰ) ہم نے تمہاری ماں کی طرف جو وحی کرنی تھی کی

(انجزل ۱۶) اور سورہ نحل میں ہے و اوحیٰ ربنا الی الفعل یعنی تیری پروردگار نے تہد کی
 گھنوں کی طرف وحی کی (انجزل ۱۴) پس کیا حضرت عیسیٰ کے تمام حواری حضرت موسیٰ کی والدہ
 اور شہد کی گھنیاں یہ سب انبیاء ہیں ہرگز نہیں یہاں قطعاً وحی سے مراد الہام ہے اسی
 طرح اس روایت میں بھی وحی سے مراد الہام ہے و دوسرے کے یہ کہ ان مولوی صاحب نے
 جو کہا کہ بیت نبوت بود پس معنی اہل بیت اس شد کہ کسانیکہ اہل ہتذ بنانہ نبوۃ
 پس اس عبارت میں کوئی تشریف بیت کی نہ ہوئی بلکہ اس کے ساتھ ایک لفظ نبوت کو بیجا کر بیت
 کو مبہم چھوڑ دیا۔ حقیر چاہتا ہے کہ پھر یہاں کسی قدر تفصیل سے بحث کرے جائیگا۔
 کہ بیت النبوت میں جو اضافہ ہے وہ دو حال سے خالی نہیں یا بتقدیر لامہ یا بتقدیر من صوق اولی
 میں ضروری کہ مضاف مضاف الیہ میں مغایرۃ ہو جیسے غلام زید اور ظاہر ہے کہ غلام اور ہے اور زید اور ہے اس طرح
 یہاں بھی ضروری کہ بیت ہو اور نبوۃ اور نبوۃ کی تشریف معلوم ہو بیت کے معنی حقیقی گھر کہہ کر بیت کے ہنیکام مقام پر بیت النبوت
 سے معنی یہ ہوے نبوۃ کے رہنے کا مقام اور وہ قطعاً ذات آنحضرت معلوم ہے اس صورت
 میں اہل کے معنی آل کے ہیں پس اہل بیت النبوت کے معنی صاف طور پر آل بنی کے ہوے
 جو مطابق حدیث صحیح اللہم ہو لا یراہل بیتی ہیں۔ یا انکہ بیت کے معنی جس طرح
 سے کہ سابق میں ثابت کر دیا گیا خاندان کے ہیں۔ اور نبوت سے مراد بنی اس صورت میں
 اہل بیت البنی کے معنی اہل خاندان پیغمبر کے ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں مقصود ایک ہے
 اور یہی ثابت و تحقق ہے کیونکہ حدیث صحیح ہو لا یراہل بیتی اسی کے موافق ہے۔ اور اگر بیت
 النبوت کی اضافہ بتقدیر من فرض کیجائے تو اس میں ضرور ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ
 مغایرت نہ ہو یہ بھی دو صورتوں سے خالی نہیں اول یہ کہ مضاف ذات مضاف الیہ ہو جیسے خانہ
 قضیہ حالانکہ ذہن میں یا خارج میں کوئی ایسا مکان موجود نہیں ہے جسکو نبوۃ کہیں یا وہ نبوت
 سے بنایا گیا ہو اور نبوت بھی کوئی ایسی شے نہیں جو خارج میں موجود ہو پس یہ صورت باطل
 ہوئی دوسری صورت یہ کہ یہاں تشبیہ ہو کہ مراد ہو۔ اور تشبیہ ہو کہ یہ ہر کہ مشبہ بہ کو پیشہ کی طرف

مضاف کریں جیسے فلک لامست و بحر الکرامت اور ما نحن فیہ میں بیت مضاف ہے پس
 ضرور ہے کہ وہ مشبہ بہ ہو اور نبوت مشبہ حالانکہ بیت اور نبوت میں کوئی وجہ تشبیہ نہیں پس
 یہ صورت بھی باطل ہوئی اس سے ظاہر ہوا کہ بیت النبوت کی اضافہ بہ تقدیر لازم ہے نہ تقدیر
 من۔ اور علی التشرک تسلیم کیا کہ بیت و نبوة ہیں کوئی وجہ تشبیہ موجود ہے اور یہاں تشبیہ
 ہو کہ مراد ہے۔ اس صورت میں بھی ہم کہیں گے کہ بیت النبوت سے مراد ذات سرور کا ہونا ہے
 علیہ وآلہ التحیات ہے اور اہل سے مراد آل ہیں اہل بیت النبوت کے معنی آل پیغمبر ہوسے
 پیغمبر کے یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو کہا ہے و بھرت معنی کہ حضرت محمد رابی می گویند
 بہان معنی این بزرگواران رابی می توانیم گفت کہ پس کئی وجوہ سے مراد ہے۔ اول
 یہ کہ جب ہم نے اسکی وجہ استدلال باطل کر دی تو یہ دعوے خود بخود باطل ہو گیا و دوسری
 وجہ یہ کہ یہ کلام خود ان مولوی صاحب کے کلام سابق سے معارض ہے کیونکہ آپ نے شروع
 کتاب میں لکھا ہے کہ وہ و از نبوت و رسالت ائمہ تعبیر می کند بوصایت و حفظ شریعت عزرا
 الی یوم القیامت و ائمہ رابی تازہ و رسول تازہ نمی داند و تبلیغ این نبوت و رسالت را بواسطہ
 محمد مصطفیٰ قائل است یکا پس جب ائمہ کی نبوت و رسالت و وصایت سے تعبیر کی ہوئی ہے تو آنحضرت
 کی نبوت و رسالت سے مخالف ہوئی کیونکہ آنحضرت کی رسالت و وصایت سے تعبیر کی ہوئی
 نہیں ہے۔ اور جب ائمہ نبی تازہ نہ ہوں تو انکی نبوت آنحضرت کی نبوت و کوشل نہوی کیونکہ آنحضرت نبی تازہ
 یعنی شریعت تازہ لائے تھے اور جب نبوة ائمہ کی تبلیغ آنحضرت کے ذریعہ سے ہوئی تو آنحضرت
 کی نبوت سے کم درجہ ہوئی کیونکہ آنحضرت کی نبوت کی تبلیغ بوحی خداوند عالم تھی اس سے
 ظاہر ہے کہ ان مولوی صاحب نے مقام ہدای میں پورے طور پر اپنے عقیدہ سابقہ کے خلاف
 کا دعویٰ کیا ہے اور دروغ گوارا حانظہ نباشد کے مصداق بن گئے۔ **پیسری** وجہ یہ کہ اس
 صورت میں ضرور ہے کہ ائمہ اثنا عشر انبیاء اولوالعزم ہوں یعنی وہ شریعت تازہ لائے
 اور آنحضرت کی شریعت کی منسوخ و بریم کی ہو اور یہ بات نہیں کہتا مگر وہ شیخ حق بن سبطانی بخون پہنچتے ہیں کہ یہ صورت

میں ضرور ہوگا کہ حضرت امیر انحضرت کی شریعت کی تسبیح و ترسیم کریں اور امام حسن حضرت امیر
 کی شریعت کی تسبیح کریں و ہلم جرا و ہذا اما تفضل علیہ الثکلی چوتھے یہ کہ
 ان مولوی صاحب کے استدلال کی بنا پر لازم آئیگا کہ جناب سیدہ بھی نبی و رسول ہوں بلکہ
 پیغمبر ذات الغرہ ہوں اور انحضرت کی شریعت کو منسوخ کیا ہوا اور شریعت تازہ لائی ہوں اور
 تمام مراتب میں انحضرت کی مساوی ہوں و ہذا من اقوال المجاہلین۔

قال وانگہی واضح است کہ لفظ الرحمن کہ معروف بالف و لام است از برای عہد است
 یا از برای مہل یا از برای استغراق اما عہد پس بھر و قسمش کہ نہی و خارجیت اینجا امکان
 ندارد پس یا جمیع افراد جس را خدا از ایشان دور نمود یا جس جس را بدون اعتبار افرادش
 از ایشان دور نمود و بنا بر استغراق جمیع ارجاس از ایشان دور است چہ جس عقلی باشد یا شرعی
 یا عرفی و چہ جس طہنی باشد یا روحی یا عقلی یا ذہنی یا قلبی یا طبعی یا جسمی یا نفسی یا خلقی یا خلقی یا
 یا قولی جمیع این ارجاس را خدا از ذوات مقدسہ ایشان کہ انوار خداے تعالی اند و در فرود
 و این از لفظ لیدھب عنکم الرحمن ثابت شدہ و از لفظ لیطہرکم خدا جمیع کمالات
 و صفات ذات در مقابل آن ارجاس مذکورہ کہ عقلی و شرعی و عرفی و غیرہ ملک است ذوات
 ایشان را تصف نمودہ چنانچہ فخر الہی بالصفات غیر اعتقادات متکلم شدہ و گفتہ در قول خداے
 تعالی لیدھب عنکم الرحمن یعنی زائل می کند از شما ذنوب را و لیطہرکم یعنی می
 پوشاند شما را خلقہاے کرامت را انتہی قریب باین مضمون ذکر نمودہ۔ اما قریب استدلال
 از این آیہ مجیدہ در مطلب اثبات نبوت و رسالت از برای خاتم الاولیاء والا ولی
 باین است کہ چہل و عجز کہ از اقسام جس است از ایشان حق تعالی دور نمودہ و علم و قدرت
 و اقسام ہمارت است بایشان داورہ و چہل و عجز و قسمش کہ چہل مطلق و چہل مضبوط و ایشان
 نیست پس در ذوات مقدسہ ایشان نادانستگاری یا نادانستن چیزی بہر حین یا پختہ نبوت و رسالت
 بودہ باشد فطرۃ و تکوینا و تخلیقاً نیست پس ایشان دارے علم نبوت ہم ہستند و علاوہ بر آن

تفضیلت از جانب حبس و تطہیر کہ اعطای کرامت است برائے محمد و آل محمد کیساں است
والین است دلیل مساوات بنابر نظامہ کہ مستلزم مراتب اربعہ ولایت و نبوت و رسالت
و امامت است۔

اقول واللہ الموفق والہدے۔ مقام ہدای میں ان مولوی صاحب نے بڑی لفاظی اور
سخن آرائی کی ہے اور جو اسکے آپ کا دعویٰ باطل ثابت ہو سکا اور آپ کا یہ کلام لا طائل کئی جہوں
سے منقوض و باطل ہے اول یہ کہ الرحیم میں لام عہد کا متعذر ہونا کسی دلیل سے
ثابت نہیں کیا و دوسرے یہ کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ الرحیم میں لام حبس یا لام
استغراق ہے مگر ان دونوں صورتوں میں ضرور ہے کہ وہی معنی مراد ہوں جو کلام عرب میں
مستعمل ہیں نہ لغت میں الرحیم کے معنی نجاست و عقوبت و خشم کے ہیں اور قرآن شریف
میں اسکا استعمال چند معنی میں ہوا ہے اول بمعنی محرمات و گناہ جیسا کہ سورہ مائدہ پارہ (۷)
میں ہے انما الخمر والمیسر والاکانصاب والاکاذام رحیم عن عمل الشیطان یعنی
شراب اور چوہا اور بت اور پاستے حرام (اور گناہ) شیطان کا کام ہے ہیں انصیا سورہ انفام
پارہ (۸) میں خداے تعالیٰ نے میتہ اور خون مسفوح اور گوشت حوک کو رحیم فرمایا ہے دوم
بمعنی عذاب چنانچہ اسی سورہ میں ہے کذلک یجعل اللہ الرحیم علی الذین
لا یؤمنون یعنی جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان پر اس طرح خداے تعالیٰ عذاب نازل فرماتا ہے
ایضا سورہ اعراف میں ہے قد وقع علیکم من ربکم رحیم و غضب علیہم (کوئی ہم
میں) تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر عذاب اور غضب واقع ہوا سو ہم بمعنی کفر و نفاق و کج
یا کافر و منافق و نجس جیسے سورہ توہ میں منافقین کے ذکر میں فرمایا ہے فاعرضوا عنہم فانہم
رحیم یعنی تم ان کو منہ نہ لگانا کیونکہ وہ گندے ہیں ایضا ارشاد فرمایا ہے فاجتنبوا
الرحیم عن الاوثان سورہ حج پارہ (۷) یعنی بتوں کی پرستش کی گندگی سے بچو اور
بعض احادیث معتبرہ میں مخصوص آیہ تطہیر کی تفسیر میں وارد ہوئی ہیں معصوم نے فرمایا

میلاد المجاہد علیہ فیہ خداے تعالیٰ نے اہل بیت کو میلاد جاہلیت سے پاک فرمایا ہے۔
 (تفسیر صافی سورہ احزاب) اور اسی تفسیر میں مرقوم ہے کہ حضرت صاوق نے فرمایا ہے
 جس بے شک ہے خدا کی قسم ہم خداے تعالیٰ کی ذات میں کبھی شک نہیں کرتے بلکہ پس
 ذات جس کو جو بے شک است و گناہ و کفر و نفاق و شک ہے یا ان کے تمام افراد کو خلاق
 عالم نے اہل بیت پیغمبر سے دور کیا اور ان کو ان تمام ارجاس سے پاک بنایا۔ اور یہ جتنی خیر
 مذکور ہویں ان سے بچنے کو عصمت کہتے ہیں اور بچنے والے کو معصوم پس اس آیت شریفہ
 سے اہل بیت علیہم السلام کی عصمت و طہارت ثابت ہے نہ بنوۃ و رسالۃ تفسیر سے
 یہ کہ جس کا اطلاق پہلے پیغمبر مسلم ہے پس ضرور تھا کہ یہ مولوی صاحب قول عرب سے اسکو
 ثابت کرتے۔ اور معلوم اگرچہ کہ بعض بالاحیان و عن بعض الامور ہرگز نہ جس میں اسطرح
 بحر کو جس جاننا ایسا ہے جیسا کہ بشریت اور عبودیت کو جس سمجھا جائے بشر کا حدوث
 جسکی اصل عدم ہے اسکی خلقت اسکی نشوونما اسکا محتاج ہونا اسکا بول و براۓ اسکا مزاج و لوازم
 بشریت ہیں اگرچہ ہوں تو کوئی انسان اس سے بری نہیں ہو سکتا۔ اسطرح علم و قدرت
 مطلقہ کو طہارۃ جاننا ایسا ہے جیسا کہ الوہیت کو طہارت سمجھا جائے جس سے کوئی مخلوق
 متصف نہیں ہو سکتا۔ چوتھی یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو کھا دیے پس ردوات مقدسہ
 ایشان نادانستگی یا نادانستن چیز سے ہر چند ان چیز بنوۃ و رسالۃ باشد فطرۃ کو سادہ تخلیقاً
 نیست کہ بالکل غلط ہے اور دو بحثوں میں اسکا ابطال کیا جاتا ہے۔ بحث اول یہ کہ بیشک
 بعض چیزیں ایسی ہیں جنکا علم بغیر ذات الہی کسی اور کو نہیں تمام انبیاء و اوصیاء اور کل فرشتے اس
 سے بے خبر ہیں چنانچہ خداے تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے لیسئلک الناس عن الساعة
 قل انما علمها عند الله سورۃ الاحزاب النجۃ ۲۲۔ یعنی اے پیغمبر لوگ تم سے قیامت
 کا حال دریافت کرتے ہیں تم ان کے کہو کہ بغیر خدا کے اس کا علم کسی کو نہیں۔ صافی میں
 اسکی تفسیر اسطرح مرقوم ہے لہذا یطلع علیہ ملکاً ولا ینبیا یعنی خدا نے اس سے نہ کسی

فرشتے کو اطلاع دی نہ کسی پیغمبر کو پس کیا اس بے علمی کو جس کہتے ہیں اگر یہ جس ہو تو معلوم ہو گا کہ اہل بیت اس سے پاک نہیں اور معاذ اللہ کلام خدا غلط ہے اگر یہ جس نہیں تو ان ہو یوں صاحب کا دعوے سے اس میں باطل ہوا ایضاً خدا سے تعالیٰ نے فرمایا ہے ومن اهل المدينة موذی علی النفاق لا تعلمہم نحن نعلمہم (پارہ ۱۱ سورہ توبہ) اور مدینہ کے رہنے والوں میں سے جو نفاق پڑے بیٹھے ہیں (اسے پیغمبر) تم انہیں نہیں جانتے ہم انہیں پہچانتے ہیں صافی میں اسکی تفسیر اس طرح مرقوم ہے کہ تفسیر ہما اعلیٰ انہم یعنی ان منافقوں کی ذاتوں کو تم نہیں پہچانتے۔ ہر چند یہ ممکن ہے کہ خدا سے تعالیٰ نے پھر آنحضرت کو ان منافقین کے ناموں سے اطلاع دی ہو مگر ایک زمانے میں تو آنحضرت نبی صریح تھے ان کو نہیں پہچانتے تھے۔ ایضاً خدا سے تعالیٰ نے فرمایا ہے نحن نقص علیک احسن القصص ہما وحین الیک ہذا القرآن وان کنت من قبلہ لمن الغافلین (سورہ یوسف) اسے پیغمبر ہم تمہارے طرف وحی کے ذریعے یہ سورہ بھیج کر تم کو ایک بہتر سناتے ہیں اور تم اس کے پھلے ان باتوں سے بیشک بے خبر تھے صافی میں من الغافلین کی تفسیر اس طرح مرقوم ہے جن ہذا القصصہ لم یخطر بالبالی ولم یفرع سمعہا یعنی اس قصہ نے نہ تمہارے دل میں خطور کیا نہ تمہارے کانوں نے اسے سنا تھا۔ ان امور کے علاوہ قرآن شریف ایسے بکثرت واقعات سے بھرا ہوا ہے بہت چیزیں ایسی ہیں کہ ایک زمانے میں آنحضرت کو اس سے اطلاع نہ تھی پھر خدا نے آپ کو خبر دی اگر ان کی تفصیل لکھی جائے تو خاص اسی میں ایک کتاب طیار ہو۔ جو شخص قرآن شریف کو پڑھتا اور اسے سمجھتا ہے اس پر پوری طرح یہ باتیں واضح و لائح ہیں قرآن تہدیب نازل ہوا گیا۔ اور بوقت احتیاج احکام اترتے گئے تاکہ آخر میں اسکی تکمیل ہو سی اور امام کو یہ تعلیم پیغمبر کل علوم حاصل ہو سکے بغیر علم قیامت وغیرہ جو خاص ذات خدا کے لئے ہیں۔ دوسری بحث یہ کہ نبوت و رسالت اور شے ہے اور نبوت اور رسالت کو جانتا اور شے نبوت و رسالت کو جاننے سے

یہ بات لازم نہیں آتی کہ جیسے والا خود نبی و رسول ہو جائے۔ نبوت و رسالت کو تو ہم بھی جانتے ہیں۔ اور جلد سامعین انہم جانتے ہیں تو کیا معاذ اللہ سب پیغمبر گزشتہ ہیں **ایضاً** علوم پیغمبر و انبیاء پیغمبر کسی کو پہنچیں تو وہ ہرگز پیغمبر نہیں ہو سکتا بلکہ وہ وضعی امام ہے بلکہ بعض نبی سے ایسے بھی ہیں کہ اگر علوم پیغمبر سے آگاہی ہوئی مگر وہ پیغمبر نہیں نہ امام ہیں سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جبکہ علم کا حال سابق میں بیان ہوا ہے چھوٹی ہے یہ کہ ان مولوی صاحب کے حشران سے یہ بات ثابت ہو کہ اگر تعلیم کی نفسیات میں حضرت جبریل و میکائیل علیہما السلام بھی داخل ہیں اور یہ بلکہ استدلال مولوی صاحب موصوف ثابت ہوتا ہے کہ جبریل و میکائیل تمام مراتب میں آنحضرت کے مساوی ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے اور آنحضرت کا اگر حضرت چہارہ معصومین کا مرتبہ جبریل و میکائیل سے بلکہ ملائکہ سے افضل ہو گا ضروری ہے اسباب یہ کہ ضروری دین اسلام ہے۔

تھے یہ کہ جب جبریل و میکائیل علم و مراتب میں آنحضرت کے مساوی ہوتے تو ضرور ہوا کہ آنحضرت کا علم و مرتبہ حضرت آدم سے کم نہ ہو کہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ حضرت آدم کل رشتوں سے اعلم تھے چنانچہ جب علام الغیوب نے ملائکہ سے امتحان لیا تو انہوں نے عرض کیا سبحانک کہ علم لانا اگر ما علمت ایسے تو پاک ذات ہے جو تو نے بتا دیا ہے اس کے سوا ہم کو کچھ معلوم نہیں۔ اور حضرت آدم اس امتحان میں پورے اثر سے اس صاف ظاہر ہوا کہ آیہ تطہیر کو جبریل کذا فی اور علم مطلق سے کوئی تعلق نہیں ہے **سائیں** یہ کہ عید کے لئے عجز لازم ہے الا ماشاء اللہ اور وہ پیغمبر گزشتہ ہیں داخل نہیں اور نہ طہارہ سے مراد قدرت ہے کیونکہ وہ حال سے خالی نہیں بلکہ قدرت سے مراد قدرت مطلقہ ہے یا قدرت علی بعض الامور۔ صورت اس کے خواہر مقامات قادر مطلق سے ہے ان اللہ علی کل شیء قدیر ایسی قدرت نہ کسی فرشتہ کو حاصل ہے نہ پیغمبر کو صورت ثانیہ میں عجز میں بعض الامور لازم ہے تو کیا وہ جس میں داخل ہو گا ہرگز نہیں۔ قرآن شریف ان بیانات

سے بھرا ہوا ہے کہ خداے تعالیٰ قادر مطلق ہے اور سب بندے عاجز۔ دیکھئے خلاق عالم نے
 آنحضرت کو طرف خطاب کر کے فرمایا ہے قل لا املك نفسي نقصا ولا ضرا الا ما تشاء الله
 وكنيت اعلام الغيب لا تستكثرت من الخير وما نفسي المستوي رايه و سورة اعراف
 یعنی اسے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ میرا ذاتی نفع و نقصان بھی میرے اختیار میں نہیں ہے مگر جس
 قدر کہ خدا چاہے اور اگر میں علم غیب جانتا ہوتا تو اپنا بہت سا فائدہ کر لیتا اور جو کچھ کسی طرح
 کا گزند بھی نہ پہنچتا پس یہ آیت شریفہ آنحضرت کے عجز اور عدم علم غیب پر نص ہے ایضا
 خداے تعالیٰ نے فرمایا ہے ولا تقولن لشي اني فاعل ذلك عدا الا ان يستاء الله
 (پارہ ۱۵ سورہ کہف) یعنی اور کسی چیز کی نسبت یہ نہ کہا کرو کہ میں اس کام کو کھل کر دیکھا کرتا ہوں
 یوں کہا کرو (خدا چاہے تو) (کرونگا) صافی میں امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ
 آنحضرت کی خدمت میں چند یہود حاضر ہوئے اور چند سوالات کئے حضرت نے فرمایا میں
 کل ان کے جوابات دوں گا اور آپ نے انشاء اللہ فرمایا پس چالیس دن تک جبریل نازل
 ہوئے اسکے بعد نازل ہوئے اور یہ یہ لائے کہ لا تقولن لشي الا ان يستاء الله
 فرمایا ہے انك لا تعلمي من حيث وكن الله يهدي من يشاء پارہ ۲۰
 سورة القصص یعنی اسے پیغمبر تم جس کو چاہو ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت
 کرتا ہے اور یہاں ہدایت کے معنی ایصال الی المطالب کے ہیں یہ آیت شریفہ ہی آنحضرت کے
 عدم قدرت مطلقہ پر نص ہے۔

اکھویں یہ کہ متواتر ہے کہ آنحضرت نے بوقت اخیر حضرت امیر کو ہزار باب علم تعلیم فرمائے
 جو ہر باب سے ہزار ابواب خود بخود آپ پر کھل گئے ان احادیث کی تفصیل تاسع مجاری میں آسٹ
 ان کے منجملہ یہ حدیث ہے کہ امیر المومنین نے فرمایا لقد علمنی رسول الله الف باب کل
 باب یفتح الف باب علامہ مجلسی تاسع مجاری میں کہتے ہیں کہ ابن بابویہ نے خصال میں چوبیس
 سندوں سے یہ حدیث روایت کی ہے اور سعد بن عبد اللہ قمی نے چوبیس سندوں سے ایضا

حضرت امیر نے فرمایا کہ میں اس میرے سنیہ میں بہت سا علم جمع ہوا ہے جس کو رسول اللہ ﷺ
 نے تعلیم فرمایا ہے کیا ایسی حدیثیں اس کثرت سے وارد ہیں جنکا احصاء اس کتاب میں دشوار
 ہے اس سے ثابت ہے کہ حضرت امیر ایک خاص زمانے میں ان علوم سے بے خبر تھے اور
 تعلیم آنحضرت وہ علوم آپ کو حاصل ہوئے کیونکہ تعلیم معلوم لغو ہے پس کیا معاذ اللہ
 کہتے ہیں کہ ایک زمانے میں حضرت امیر صاحب جس تھے ہرگز نہیں۔ اسکے علاوہ جلد
 دوم حیات القلوب کے باب ۴۸ میں مرقوم ہے طبری بسند معتبر از حضرت امیر المومنینؑ
 روایت کردہ است کہ چون حضرت رسول مراد میں فرتا دحضرت عرض کردم کہ مرا می فرستی
 کہ حکم کنم در میان ایشان ومن در حدیث منم ونمی دانم کہ چگونہ حکم باید کرد حضرت دست مبارک
 خود را بسینہ من زد و فرمود خداوند ادا دل اور اہدایت کن و زبان اور اثبات گردان پس بحق آن خدا
 یاد جا کہ بدست قدرت اوست کہ بعد از ان ہرگز شک نہ کریم در حکمی کہ میان دو کس کردم خویش یہ کہ
 جناب سیدہ علیہا السلام قطعاً آیہ تطہیر کی فضیلت میں داخل ہیں جو اسکا منکر ہو وہ شیعہ
 نہیں بلکہ مسلمان نہیں اور یہ ہی یقینی امر ہے کہ آپ امام و خلیفہ نہیں اور حضرت امیر قطعاً
 آپ سے اعلم اور افضل ہیں اور جب اذہاب جس و تطہیر سے مساواة مطلقہ جناب سیدہ کی حضرت
 امیر سے ثابت نہیں ہوتی تو امامت کہاں اور جب امامتہ نہیں تو نبوت کہاں۔
 و سوچیں یہ کہ جب آیہ تطہیر سے آنحضرت اور آپ کے اہل بیت کی مساواة مطلقہ اور ان سب کی
 نبوت و رسالت ثابت ہو تو لازم ہوگا کہ جناب سیدہ بھی نبی و امام اور آنحضرت کے مساوی
 ہوں حالانکہ یہ امر ضروری دین اسلام اور ضروری مذہب شیعہ کے خلاف ہے اگر ایسا ہو تو سب کے
 ائمہ اثنا عشر ائمہ ثلث عشر کھنا ضرور ہوگا اور اس سے تکذیب سید المرسلین و ائمہ معصومین لائم
 ہوگی جو عین کفر ہے کیا دھوئیں یہ کہ مذہب شیعہ کے اصول عقاید سے ہے کہ جملہ انبیاء
 تمام گناہوں سے معصوم اور کل ارجاس سے پاک تھے چنانچہ حق یقین مطبوعہ جعفری کے
 ص ۱۱ میں مرقوم ہے و باجماع شیعہ و نصوص متواترہ جمیع انبیاء از اول عمر تا آخر عمر معصوم اند

از گناہان کبیرہ و خفیہ عذرًا سہوا۔ اور اسی کتاب کے ص ۱۱ میں ہے باید کہ پیغمبر افضل
 جمیع امت خود باشد و اعلم از ہمہ کس باشد زیرا کہ تفضیل مفضول عقلاً قبیح است و باید کہ عالم
 باشد جمیع علوم کی کہ است بان محتاج اند و باید کہ بصفاات کمال موصوف باشد مانند کمال عقل
 (اے ان قال) و منزه باشد از صفات ذمیمہ مانند کینہ و بخل و حسد و حرص و محبتہ دنیا و حب
 مال و چاہ و کج خلقی و جبن بالخی پس معلوم ہوا کہ تمام پیغمبر تمام ارجاس سے پاک اور تمام صفات
 کمال سے متصف تھے ایضاً خلاق عالم نے حضرت ابراہیم و اسحق و یعقوب علیہم السلام
 کو اولوالایدی والا بصار فرمایا ہے یعنی صاحبان قوت و مینائی اور نیز ان کی شان میں ارشاد
 کیا و افہم عندنا لمن المصطفین الاخیار (پارہ ۱۲ سورہ ص) پس اولوالایدی والا
 بصار کفے سے انہی قدرت اور علم ثابت ہے اور المصطفین سے تمام صفات کمال سے متصف
 ہونا اور الاخیار سے معلوم ہوا کہ تمام ارجاس سے پاک تھے کیونکہ صاحبان جس اختیار نہیں ہو سکتے
 تو کیا کہہ سکتے ہیں کہ یہ انبیاء اور جملہ پیغمبر آنحضرت کے مساوی تھے اور سب کا علم آنحضرت کے
 برابر تھا اور سب داراے نبوت و رسالت و امامت و ولایت تھے اور سب آپس میں مساوی
 المرتبہ تھے ہرگز نہیں ان میں کوئی اولوالغرم تھا کوئی انکا تابع کوئی افضل کوئی مفضول چنانچہ خود خلاق
 نے فرمایا ہے۔ تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض ایضاً خلدے تعالے
 نے حضرت مریم کی طرف اسطرح خطاب فرمایا ہے یا مریم ان الله اصطفاک وطہرک
 وادهک علی النساء العالمین (پارہ ۳ سورہ ال عمران) یعنی اے مریم تم کو خدا نے
 برگزیدہ بنایا اور پاک بنایا اور تمام دنیا کی عورتوں میں تم کو منتخب کیا پس جب آپ برگزیدہ ہویں
 تو تمام صفات کمال سے متصف تہیں اور جب پاک ہیں تو معلوم ہوا کہ کوئی جس آپ میں
 نہ تھا۔ پھر کیا کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مریم داراے نبوت و رسالت و امامت و ولایت تہیں
 اور آنحضرت کے مساوی تہیں ہرگز نہیں بھر حال یا تو کل انبیاء کو اور حضرت مریم کو آنحضرت
 کے مساوی قرار دینا ہو گا یا ان سب کو صاحبان جس کہنا ہو گا۔ حالانکہ کوئی مسلمان ان میں

سے کسی امر کا قائل نہیں۔

قال و بدون کمی یا عدم مرتبہ از مراتب مذکورہ و آل محمد قول بمساوات ایشان با حضرت محمد بے
مفسر است۔

اقول صاحبان فہم اس کلام میں غور فرمائیں کہ کیا اہل بیت جو مطلب ان مولوی صاحب کا
تہا رہ اس عبارت سے ادا نہ ہو سکا اس عبارت کا یہ مطلب نکلتا ہے کہ آنحضرت اور اہل بیت
کے مساوات کا قول مراتب مذکورہ سے بغیر کسی مرتبہ کی کمی اور عدم کے بے مفسر ہے۔ یعنی مراتب
مذکورہ سے کوئی مرتبہ اہل بیت میں کم یا معدوم ہو تو اس وقت قول بمساواة آنحضرت و آل پاک
مفسر ہمارے ہر گاہ برین عقل و دانش سیاد گریست یہاں اس طرح لکھنا چاہئے تھا کہ باوجود کمی و
از مراتب مذکورہ قول بمساواة این بزرگواران بے مفسر است یا

قال و هیچ کس از متدینین عقلا بعدم مرتبہ از مراتب اربعہ مذکورہ بمساواة محمد و آل محمد قائل نہی توانا
شد و مفسر است۔

اقول ابھی آپ ائمہ علیہم السلام کا دارائے نبوت و رسالت ہونا آیہ تطہیر سے ثابت کرتے تھے
ابھی قول عقلا کی طرف جھک پڑے جب کلام خدا سے کچھ کام نہ چلا تو قول متدینین سے ثبوت
کا اور عاجز رہا ہے حالانکہ اس کا جواب شروع کتاب میں ادا کر دیا گیا ہے فارجع الیہ۔

قال و علامہ علی در کتاب باب حاوی عشر گفتہ اند (یعنی علیا) مساوی لنبی و مقصود آن
بزرگوار از مساوات در مراتب اربعہ است و ازین است کہ در تعریف امامت کہ در کتاب
شرح المعشر شریف لفظ نیابت عن النبی مکتفہ و فاضل مقدار و شرح ہمین کتاب در ہمیں تعریف
در ایراد ثالث گفتہ کہ ان التعریف یطبق بالنبوت یعنی این تعریف امامت منطبق می گردد
بر نبوت۔ و در جوابش گفتہ کہ نبوت تیر امامت است بسبب قولہ تعالیٰ انی جاعلک للناس
اماماً و انصح است کہ از لفظ امامت مرآیہ مذکورہ نبوت گرفته و شالی است این امامت کہ نبوت
است بجمع و ریت ابراہیم کہ ظالم نباشد پس جناب امیر از فرمودہ ابراہیم اند و ظالم نیست

و معصوم اند پس نبی ہستند۔

اقول

واللہ الموفق والمعين۔ ہم نے اس اشتباہ کا جواب جو قول علامہ (انہ مساو
لبنی) سے مترشح ہوتا ہے سابق میں تفصیل دیدیا ہے۔ اب یہاں دوسرے شبہ کا جواب
دیتے ہیں کہ علامہ نے نہج المسترشدین میں تعریف امامت میں جو نبائیہ عن النبی کی قید نہیں لگائی
پس وہ تعریف امامت مطلقہ کی ہے اور معلوم ہے کہ لفظ امامت میں معنی میں متحمل ہے چنانچہ
سید العلماء و مولانا مولوی السید حسین صاحب اعلیٰ الشرف مقام نے کتاب مستطاب حدیثہ سلطان
کے باب سوم میں اسکو تفصیل لکھا ہے۔ افادہ مومنین کے لئے اسکا محصل ترجمہ یہاں فرمیں
کیا جاتا ہے وہو هذا امام مقام نزل (یعنی سجت امامت) میں وہ شخص ہے جو امور
دنیا و دین میں بہ نیابت پیغمبر خدا امت کا مقتدا ہونے پر بسبیل اشتغال ہے۔ اور کبھی امامت
کا اطلاق ریاست دین و دنیا پر باطلاق ہوتا ہے یعنی اس میں نیابت کی قید نہیں لگائی
جاتی جیسا کہ خلاق عالم نے حضرت ابراہیم سے فرمایا انی جاعلک للناس اماما
یعنی میں نے تمہیں آدمیوں کا پیشوا بنایا ہے۔ اور مجمع البحرین میں ہے اکامامۃ ہی الذی
سماۃ العامة علی جمیع الناس فاذا اخذت کالبشر طاشی تجامع النبوت
والرسالة فاذا اخذت لبشر طاشی کا تجامعہا یعنی امامت ایک ریاست
عامہ ہے تمام انسانوں پر پس اگر اسکا استعمال طے الاطلاق ہو تو نبوت و رسالت کیساتھ
جمع ہو سکیگی اور اگر اس میں (نیابت کی) قید لگائیں تو نبوت و رسالت سے مجتمع نہوگی۔ اور
کبھی امامت بمعنی مطلق پیشوائی متحمل ہوتی ہے (یعنی بمعنی بغوی) خواہ اہل حق کی پیشوائی
ہو یا اہل باطل کی جیسا کہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے وجعلنا منہم ائمة یدعون
الی النار یعنی بعض ان میں سے ہم نے ایسے امام بنائے ہیں جو اپنے مریدین کو
آتش جہنم کی طرف بلائیں گے انتہی محصلاً حدیثی۔ ایضاً حدیث سلطانیہ کے باب
کی سجت عصمت میں بذیل تفسیر آیہ انی جاعلک للناس اماماً مرقوم ہے وزیر

مقام ہمارے عام است پس این امامت از نبوت اعمرونی وجہ خواہد بود زیرا کہ
 این معنی تصریح واقع شدہ در کلام علماء اعلام و اکابر نقلہ فی صدر المباحث عن مجمع
 البحرین۔ حسن بن عبد الزراق در شمع الیقین گفتہ کہ اہل سنتہ گاہی می گویند مراد از عہد دین
 آیہ نبوت است نہ امامت۔ گوئیم لفظ آیہ صریح است در امامت بمعنی ریاست و پیشوائی
 خاص کہ اعم است از نبوت و تخصیص محتاج است بدلیل استہے پس اگرچہ شرح نہج المتشدین
 جو فاضل مقداد کی طرف منسوب ہے دستیاب نہیں ہوئی لکن بضرر صحتہ قول مذکور ان کی مراد
 بھی ہی عمومی ہے۔

قَالَ آيَةُ دَوَاوُدَ هُمْ اَنَا وَلِيكَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا الَّذِينَ يَقُومُونَ الصَّلَاةَ
 وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ پس ازین آیہ مجیدہ ثابت است کہ حضرت علی ولایت
 زیدکہ بتواتر ثابت است کہ والذین امنوا درین آیہ حضرت علی ہستند و معنی ولی در لغتہ
 محب و صدیق و نصیر و موئے و اولی بالتصرف است و معنی محب و صدیق و نصیر اینجا
 امکان دارد زیرا کہ لفظ انما کہ ولایت را منحصر در خدا و رسول و حضرت علی کہ بتواتر ثابت
 است می کند و حالانکہ در مقام دیگر خدا میفرماید المؤمنون والمومنات بعضهم اولیاء بعض کہ
 مؤمنین و مومنات بعض ایشان اولیاء بعض ہستند اینجا معنی محب بلکہ صدیق نیز می شود
 و انحصار محبت و صدیقیت مخصوص خدا و رسول و علی نیست پس معنی محب و صدیق در لفظ و لیکم
 نمی آید و اگر مقصود از آیہ اثبات محب بودن خدا و رسول و امام بود اولی بالتصرف بودن مقصود
 نبود لفظ انما کہ مفید انحصار است و اگر کردن خلاف مقصود خداے بود پس معلوم شد کہ
 مقصود انحصار است و محب بودن مقصود نیست بلکہ مقتضای اولی بالتصرف است زیرا کہ
 در مقام دیگر بآیہ المؤمنون والمومنات اثبات تعمیم محبت مؤمنین نموده پس ولی در و لیکم
 اللہ معنی اولی بالتصرف است و غیر او نیست و و آیہ المؤمنون والمومنات الخ معنی آن
 محبت است و پس لا غیر۔

اقول یہ آیہ شریفہ جس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ تمہارا حاکم کوئی نہیں مگر خدا اور اس کا رسول۔ وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں ایسے ایمان لانے والے جو نماز پڑھتے ہیں اور حالت رکوع میں صدقہ دیتے ہیں۔ حضرت امیر علیہ السلام کی امامت پر دال ہے اور علمائے اعلام امامیہ نے کتب عدیدہ میں اسکی تفصیل بیان فرمائی ہے اور اسکو کسی طرح کا تعلق حضرت امیر کی نبوت سے نہیں ہے اور ان مولوی صاحب کے اس بیان میں کہی لفظی اور معنوی غلطیاں ہیں جنہیں سے بعض معترضین میں آتی ہیں۔ اول یہ کہ آپ نے جو کہا کہ ولی کے معنی لغت میں محب و صدیق و نصیر و جوئے و اولے بالتصرف کے ہیں یہاں نقطہ مولے بے جا ہے۔ کیونکہ اگر مولے کے معنی اولے بالتصرف کے ہیں تو وہ اس عبارت میں موجود ہے اگر اسکے معنی محب و ناصر کے ہیں تو وہ بھی موجود ہیں۔ دوسرے یہ کہ ولی کے مانع معنی بیان کئے ہیں جن میں سے محب و صدیق کی نفی پر دلیل پیش کی اور کھائی و انحصار محبت و صدیقیت مخصوص خدا و رسول و علی نیست بلکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس آیت میں ولی کی معنی نصیر کے بھی ہو سکتے ہیں حالانکہ یہ بھی غلط ہے بلکہ اس آیت میں ولی کے معنی فقط اولے بالتصرف یعنی حاکم کے ہیں اور وہی مخصوص خدا و رسول و امام ہیں۔ تیسرے یہ کہ انحصار و مخصوص کہ دونوں کا حال ایک ہے ایک کلام میں نہیں آسکتے اسکی ایسی مثال ہے جیسے کوئی کہے۔ یہ لیلۃ القدر کی رات ہے یہاں اس طرح کھنا چاہئے و انحصار محبت و خدا و رسول و علی نیست بلکہ یا اس طرح کہ محبت مخصوص خدا و رسول و علی نیست۔

maablib.com

قال و چون اولے بالتصرف معنی ولی شد در آیہ البنی ادلی بالمومنین من الفسہم لفظ اولے کہ افضل التفصیل از ولی است این صفت را خدا مخصوص بنی فرمودہ است ہمان صفت را از برائے علی ذکر فرمودہ پس فرقی در میان نبی و علی و رین حقیقتہ نیست۔

اقول بنص البنی اولے بالمومنین من الفسہم آنحضرت جس طرح تمام مومنین کے حاکم یعنی اولے بالتصرف ہیں اس طرح امیر المومنین کے بھی اولے بالتصرف ہیں اور بنص البنی

انما ولیکم اللہ آنحضرت کے بعد حضرت ائمہ تمام مومنین کے اولے بالتصرف ہیں آیہ النبی
 اولے بالمومنین بن الفہم نے ان مولوی صاحب کے دعوے مساواة کو باطل کر دیا ہے
 اور آپ نے جو کھائیہ این صفت را خدا مخصوص بنی فرمودہ است کا کئی وجوہ سے غلط ہے
 اول یہ کہ اس آیہ شریفہ کا کوئی لفظ تخصیص پر دلالت نہیں کرتا دوسرے یہ کہ اگر یہ صفت
 مخصوص آنحضرت ہے تو امیر المومنین کی شرکت کیسی اور اگر امیر المومنین اس میں شریک ہیں تو
 تخصیص کہاں رہی تیسرے یہ کہ آیہ انما ولیکم اللہ خود تخصیص کو باطل کرتا ہے۔ کیونکہ
 خلاق عالم نے اپنے کو بھی ولی فرمایا ہے اور آنحضرت اور امیر المومنین کو بھی اس صفت سے
 متصف کیا ہے اور آپ نے جو کھائیہ پس فرقی در میان بنی و علی و بنی صفت نیست کا اولاً
 تسلیم کیا کہ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ در میان خدا و نبی بھی اس صفت میں کوئی فرق نہ ہو
 کہ اس آیت میں خدا کے تعالیٰ نے جو لفظ اپنی صفت میں بیان کیا وہی لفظ آنحضرت کی صفت
 میں بیان کیا اور وہی لفظ حضرت امیر کی صفت میں ذکر فرمایا حالانکہ فرق بین موجود ہے کیونکہ
 خلاق عالم تمام بند و نکاح مالک اصل اور حاکم حقیقی ہے اور آنحضرت خدا کے تعالیٰ کے حکم سے مستقلاً
 حاکم ہوئے اور حضرت امیر اسی کے حکم سے۔ نیابت آنحضرت حاکم بنا سکے ثانیاً ہمنے
 تسلیم کیا مگر اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ حضرت امیر بھی نبی ہوں کیونکہ نبی اور اولے بالتصرف
 ہونے میں ملازمت نہیں اور نہ ان میں تساوی کی نسبت ہے پس جسطرح نبی اور امام مجتہب
 شیعہ عصمت و طہارت میں کوئی فرق نہیں رکھتے اسی طرح اولے بالتصرف ہوتے ہیں بھی کوئی
 فرق نہیں رکھتے۔

قال و این صفت اولے بالتصرف کہ بالاترین صفات است و مخصوص بنی پس علی
 ہم نبی است۔

اقول غلط محض ہے کیونکہ اولے بالتصرف ہوتے کو ہرگز نبوت لازم نہیں ہوتا اور نہ اولے
 بالتصرف کے معنوں میں نبوت داخل ہے اور نہ ان میں تساوی کی نسبت ہے۔ بلکہ نبوت اور اولے

بالتصرف ہونے میں یا عام خاص مطلق کی نسبت ہے یعنی جتنے بنی ہیں وہ اولے بالتصرف ہیں اور جتنے اولے بالتصرف ہیں وہ بنی نہیں بلکہ بعض بنی ہیں اور بعض امام و نائب بنی۔ یا ان میں عام خاص میں وجہ کی نسبت ہے کیونکہ بعض احادیث معتبرہ میں ہے کہ بعض انبیاء خاص اپنی ذات کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ اور ایک دوسرا پیغمبر انکا اولے بالتصرف تھا۔ اس صورت میں دونوں کے افتراق کے موجود ہیں۔ یعنی بعض اولے بالتصرف ہیں مگر بنی نہیں جیسے حضرت امیر اور بعض بنی ہیں مگر اولے بالتصرف نہیں جیسے وہ بعض پیغمبر اور ایک تا وہ اجتماع کا ہے کہ آنحضرت بنی بھی تھے اور اولے بالتصرف بھی تھے پس ان مولوی صاحب کے جو کہا کہ وہ کہ علی ہم بنی است کا بالکل غلط اور عین کفر ہے۔

قال زیر اگر اولے بالتصرف غیر از خدا سے مطلق بنی تو اندیشہ این صفت اولے بالتصرفی مخصوص خدائیت و بحکیم و محال و خلقت درین صفت نیست مگر کسی کہ از جانب او فرستادہ شدہ باشد بجهت رسانیدن فیض از فیاض مطلق بہ ممکنات قبل از تعلق وجود خارجی و بعد از ان کہ عبارت از ان تربیت مخلوقات است از جانب او باذن او و مشیت او و بواسطہ بودن در میان او و خلق او و علم بودن در میان او و خلق او و همین است منظر صفات کمالیہ الہیہ بودن محمد و آل محمد علیہم السلام۔

اقول ان مولوی صاحب نے یہاں جو کچھ لکھا ہے اس کے حاصل مطلب سے اعتقاد نفی ثابت ہوتا ہے جو عین شرک ہے اور وہ کئی وجوہ سے باطل ہے اول یہ کہ ابھی چند سطر پہلے آپ نے دعویٰ کیا کہ اولے بالتصرف ہوتا مخصوص پیغمبر ہے اور اب کہتے ہیں کہ یہ صفت مخصوص خدا ہے پس یہ دونوں اقوال آپس میں ضد ہیں دوسرے یہ کہ جب یہ صفت مخصوص خدا ہوئی تو پھر اس میں دوسری شرکت غلط جب شخص فرستادہ خدا اس میں شریک ہو سکتا ہے تو اس صفت کا مخصوص خدا ہونا باطل۔ یہ بات بعینہ اس طرح پر ہے کہ کوئی کہے کہ صفت الوہیت مخصوص خدا ہے کوئی شخص اس میں داخل نہیں ہو سکتا مگر وہ جو فرستادہ خدا اور منظر صفات کمالیہ

الہیہ ہو۔ معاذ اللہ۔ تیسرے یہ کہ اولے بالتصرف ہونی کی صفت میں بغیر شخص فرستادہ
 خدا یعنی پیغمبر اور کسی کا داخل نہ ہونا غلط اور محض دعویٰ بے دلیل ہے۔ بلکہ یہ صفت وہ ہے
 جس سے بحکم خدا بنی و وحی دونوں مستصف ہو سکتے ہیں خلاق عالم مالک حقیقی اور حاکم مطلق
 جسکو چاہے اپنی مصلحت سے ہمارا حاکم بنا دے۔ اسکو اختیار ہے خود او سے فرمانا یا ہی
 اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ غور کا مقام ہے کہ اگر اولے الامر وہی
 رسول ہوتے تو لفظ الرسول کے بعد لفظ اولے الامر کا ذکر کرنا بے جا ہوتا بلکہ خدا سے تعالیٰ
 اس طرح فرماتا (اطیعوا اللہ و اطیعوا المرسلین) الرسول کے بعد اولے الامر کے ذکر
 کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اولے الامر پیغمبر نہیں بلکہ امام اور نائب پیغمبر ہیں۔ پس جیسے پیغمبر
 اولے بالتصرف ہیں اسی طرح اولوا الامر یعنی نائب پیغمبر اولے بالتصرف ہیں یہ بات مثل افتاب
 نصف النہار ہویدا و آشکار ہے چوتھے یہ کہ آیہ البنی اولے بالمومنین میں مومنین کی تصریح
 ہے اور آیہ انما ولیکم اللہ میں وہی مومنین مخاطب ہیں جو از قسم انسان ہیں اور ممکن ہے
 کہ ان میں جن بھی شریک ہوں بہر حال ان آیتوں میں نہ جملہ ممکنات کا ذکر ہے اور نہ اولے
 بالتصرف ہونے سے یہ غرض ہے کہ ممکنات کی طرف قبل از وجود خارجی فیض فیاض مطلق پہنچا
 جائے یعنی انہیں لباس وجود پہنایا جائے اور بعد از خلق تربیت کی جائے۔ بلکہ خدائے تعالیٰ
 نے ان بزرگواروں کو اولے بالتصرف اس لئے مقرر فرمایا ہے کہ امر ہدایت پورے طور پر جاری
 اور انتظام امور دنیوی و دینی بوجہ اکمل قائم ہو۔ پانچویں یہ کہ ان مولوی صاحب کا یہ کلام کہ وہ
 بجمہت رسانیدن فیض فیاض مطلق یہ ممکنات قبل از تعلق وجود خارجی و بعد از ان کہ عبارت
 از ان تربیت مخلوقات است یکا بعینہ اعتقاد تفویض ہے کہ عین شرک ہے کیونکہ ممکنات
 کی طرف ان کے وجود خارجی سے پہلے فیض فیاض مطلق پہنچا نا ان کو خلق کرنا ہے اور بعد
 خلق ان کو تربیت کرنا ان کو لذق دینا اور زندہ رکھنا ہے۔ یہ دونوں صفتیں خاص خلاق
 عالم کی ہیں جن میں مثل مفوضہ ان مولوی صاحب نے بنی و آل نبی علیہم السلام کو شریک کیا ہے

اور علامہ مجلسی نے حق الیقین بیان صفات سلبیہ میں لکھا ہے سو ہم انکے صانع عالم مثل
 نثار و چنانکہ فرمودہ است لیس کمثالہ شئی و شبیہ و نظیر ندارد کہ در حقیقت ذات و کسب
 صفات با او شریک باشد و ضدی ندارد کہ با او معارضہ تواند کرد و در آفریدن اشیا و معینی و یا و
 مذات و اعتقادی کہ بعضی از علامہ دارند کہ حق تعالی رسول خدا و ائمہ ہدے صلوات
 اللہ علیہم را آفرید و خلق عالم را بایشان گزاشت کفر است الخ ص ۱ مطبوعہ جعفری
 ایضاً سابع بجار کہ باب نفی الفلو سے سابق میں تفصیلاً نقل کیا گیا ہے جس کا بقدر ضرورت
 خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص معصومین علیہم السلام کو خالقیت یا رزقیت میں خدا کا شریک ٹھہرے
 یا ائمہ علیہم السلام کو نبی کہے غالی ہے اور ایسا شخص ملحد کافر اور خارج از دین اسلام ہے مخصوصاً
 اور امام رضا علیہم السلام نے فرمایا ہے کہ غالی کافر ہیں اور مفوضہ مشرک ہیں ملاحظہ
 ہو حدیقہ سلطانیہ باب اول ص ۱۔

قال پس اولے بالتصرف بالذات خدا است و بالتبع رسول است لا غیر و اگر علی ہم فرستاد
 خدا است و واسطہ در میان خدا و خلق است و علم در میان خدا و خلق است بالتبع اولے
 بالتصرف است بعد زمان رسول۔

اقول واللہ المعبود۔ خلاق عالم کا بالذات اولے بالتصرف ہونا قطعی ہے اور
 آنحضرت کا خدا کے حکم سے اولے بالتصرف ہونا یقینی۔ مگر لا غیر غلط۔ امیر المؤمنین علیہ السلام
 بھی آنحضرت کے بعد حکم خدا یقیناً اولے بالتصرف ہیں اور سرگز آپ رسول بننے احمد ملاحی
 شرعی نہیں۔ اولی بالتصرف ہونے کے لئے بنی و رسول ہونا ضرور نہیں کیونکہ اسپر کوئی
 دلیل عقلی یا نقلی قائم نہیں۔ اسکے علاوہ آنحضرت کے بعد کسی پیغمبر کا نہ ہونا قطعی و ضروری
 دین اسلام ہے اور حضرت امیر علیہ السلام کا اولے بالتصرف ہونا بھی یقینی اور قرآن اور تواتر
 سے ثابت ہے اس سے معلوم ہوا کہ آپ پیغمبر نہ تھے اور اولے بالتصرف اور امام تھے مگر
 ان مولوی صاحب نے جو کہا کہ رو اگر علی رسول خدا ہیں تو اولے بالتصرف ہیں کیا اور

معلوم ہے کہ حضرت مابین رسول نہیں ہیں تو ثابت ہوا کہ ان مولوی صاحب کے نزدیک آپ
اوسے بالتصرف نہیں ہیں۔ اذافات الشرط فاست المشر وط حالانکہ باعقدا و مشیعیہ آپ نام
اول اور اوسے بالتصرف ہیں اور باعقدا و اہل سنت آپ خلیفہ چہارم اور اوسے بالتصرف ہیں
تیس معلوم ہوا کہ یہ مولوی صاحب شیعہ ہیں نہ سنی۔

قال چنانچہ در تاسع سجا ص ۲۸۸ از کتاب المالی شیخ با سنا و خود از امام جعفر صادق از پدانش
علیہ السلام کہ گفت رسول خدا بہ تحقیق کہ خدا سے عزوجل علی را علم نصب کرده است و در میان او
و خلق او پس کسیکہ اورا شناخت مومن است و کسیکہ اورا شناخت کافر است و کسیکہ نہ اند
کافر است۔

اقول اس حدیث میں باوجود اسکے کہ وہ احاد سے ہے کوئی حریف ایسا نہیں ہے کہ خفہ
امیر کی نبوت پر دلالت کرے۔

قال و از جانب خدا و باذن خدا و مشیت خدا اوسے بالتصرف است پس او ہم موال است
اقول خدا سے تعالیٰ کے حکم سے حضرت امیر کا اوسے بالتصرف اہل بیت درست مگر
آپ کا پیغمبر ہونا بالکل غلط یہ مولوی صاحب الٹ پلٹ کر کے ایک ہی مضمون کا بار بار اعادہ
کرتے ہیں مگر کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتے اہل عقل جانتے ہیں کہ دیوانہ جب کوئی بے سرو پا
بات کہتا ہے تو بار بار اسی کو دہراتا ہے پس ان مولوی صاحب کے ان مہملات اور دیوانہ
کے بڑے ہیں کیا فرق ہے۔

قال و معلوم است کہ رسول بہترین بشر است زیرا کہ رسول افضل زمان خود ہوون در دنیا
شرط است ازین است کہ آنحضرت فرمود علی خیر البشر من ابی فقل کہہ علی بہترین
بشر است ہر کس انکار کند کافر است و در ہر زمانی اوسے بالتصرف و در مخلوقات الہی کی می شود
و دیگر اوسے بالتصرف نمی شود پس نبی اوسے است و زمان خود و علی اوسے است و زمان
خود چنانچہ در تفسیر آیت النبی اولی بالمومنین من النفس ہم فذلک کو خواہد شد

اقول واللہ الموفق والہدای۔ اہل فہم غور فرمائیں کہ یہ مولوی صاحب اپنے ادعا

کے اثبات میں کیسے کیسے رنگ بدل رہے ہیں مگر نتیجہ کچھ نہیں آتا آتہ شریف کی تحریف میں

بہت ہاتھ پاؤں مارے جب اس کے کچھ کام نچلا تو پھر قیاسی تاک جوڑ کر مسئلہ تفویض

کی طرف جھکے جب اس سے بھی مطلب پورا نہ ہوا تو حدیث امالی پیش کی جب وہ بھی بکا آدم

نہوئی تو اب حدیث علی خیر البشر سے متمسک ہوئے ہیں۔ حالانکہ اس حدیث کو بھی ان کے

دعویٰ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور اس حدیث شریف کی نسبت دو بحثیں ہیں۔ اول یہ

کہ یہ حدیث کتب فریقین میں متواتر بالمعنی ہے اور اکثر حدیثوں میں من بعدی کا لفظ

آنحضرت سے مروی ہے اور بعض احادیث کے یہ الفاظ وارد ہیں خیر من ہمیشی من

بعدی علی ابن ابی طالب اور بعض احادیث کے اور کچھ الفاظ ہیں مگر مضمون واحد ہے

جس سے قطعاً ثابت ہے کہ آنحضرت کے بعد حضرت امیر بہترین بشر ہیں مگر آنحضرت کا خیر البشر

ہو یا مطلق ہے یعنی کسی زمانہ اور کسی بشر کا اس میں استثناء نہیں۔ دوسری بحث یہ کہ آنحضرت

کے بعد خیر البشر ہونے کو نبوہ لازم نہیں۔ پیغمبر بھی خیر البشر ہوتا ہے اور امام بھی۔ کیونکہ باتفاق

شیعہ بلکہ باتفاق اہل عقل امام کو بھی لازم ہے کہ وہ بعد پیغمبر افضل البشر ہو پس علی مرتضیٰ بعد

رسول خدا علیہ السلام بالتجیہ واثنا خیر البشر تھے مگر نبی نہ تھے۔

قال و تقدم لفظ رسول بر الذین امنوا تقدم زمانی است و تقدم مکانی نیست ہر چند بعض افراد

مردم را با اشتباہ می وارد کردہ ہیں یہ مقدم بالذکر خدا است و بعد از رسول است و بعد از و

والذین امنوا است و این را دلیل تقدم رسول بر الذین امنوا قرار دادہ گول شیطان خوردہ و

تحقیق فکر و آن نہ نمودہ زیرا کہ غیر از خدا سے تعالیٰ کسی اولے بالتصرف نیست و واسطہ در میان

خدا و خلق بالتبع اولے بالتصرف است و او غیر از یک کس دیگر سے را در ان مجال نیست ان

رسول است و چون آن رسول انتقال کند بجائے او ہر کس کہ واسطہ در میان خدا و خلق

میشود همان اولے بالتصرف است و همان رسول است و در ہر زمانی اولے بالتصرف بالتبع

تا قیام قیامت کسی ازین افراد منتخبہ الہی کہ منظر صفات کمالیہ او اندر پورہ باشد۔

اقول واللہ الملعین آنحضرت کا اولے بالتصرف ہونے میں والذین امنوا پر مقدم ہونا مطلق ہے یعنی رتبہ و زماناً دونوں طرح سے آپ کو تقدم حاصل ہے پس جو شخص محض تفہم زمانی کا قائل ہو۔ وہ شیطان کا دھوکا کھا گیا ہے اور آنحضرت کا حضرت امیر پر اور کل بشر پر مقدم ہونا یعنی افضل ہونا قطعی اور یقینی ہے جس کا ثبوت گزرا اور یہ امر بسبب آپ کی نبوت اور ختمیت کے ہے پس جب تک آپ کی نبوت باقی اور شریعت جاری ہے اس وقت تک آپ سب کے حاکم اور سب سے مقدم ہیں اور معلوم ہے کہ آپ کی نبوت و شریعت تا قیام قیامت باقی ہے پس ثابت ہوا کہ آنحضرت کو ذاتاً و زماناً دونوں طرح کا تقدم حاصل ہے اور تشریہ ولایت مطلقہ ہے پس آنحضرت کا تقدم بھی مطلق ہوا۔ خلاق عالم کا بالذات اولے بالتصرف ہونا قطعی ہے۔ اور وہ اپنے خاص بند و نہیں سے ہدایت خلاق کے لئے جسکو اولے بالتصرف بنائے وہ اولے بالتصرف ہے خواہ وہ پیغمبر ہو یا امام اور بے شک اولے بالتصرف ہر زمانے میں ایک ہوتا ہے۔ مگر وہ پیغمبر ہوتا ہے یا نائب پیغمبر یہ مولوی صاحب اس امر پر تا قیام قیامت ہرگز کوئی دلیل قائم نہیں کر سکتے کہ جو اولے بالتصرف ہے وہ پیغمبر ہے کیونکہ اولے بالتصرف ہونے کو نہ عقلاً نبوت لازم ہے نہ نقلاً حکام۔ یہاں تک ان ہی صاحب کے اقوال کی تردید تھی جن سے آپ نے آیہ مبارکہ انما ولیکم اللہ کی تفسیر بالبرائے تھی اب گذارش کرتا ہوں کہ یہ آیہ شریفہ باوجود اسکے کہ حضرت امیر کی امامت پر دلیل قطعی ہے۔ یہ امر بھی خود اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ بنی و رسول نہیں ہیں کیونکہ خلاق عالم کو جب منظور ہوا کہ اس آیت میں تین ذاتوں کا حاکم ہونا بیان فرمائے اول اپنی ذات اقدس کا جسکو اس نے ان الفاظ میں ارشاد فرمایا انما ولیکم اللہ اب اور دو شخص باقی رہے ایک آنحضرت دوسرے حضرت امیر پس اگر حضرت امیر ہی رسول ہوتے خواہ آنحضرت کے زمانہ میں یا آپ کے بعد تو خدا تعالیٰ اس طرح فرماتا انما ولیکم اللہ و رسول محمد و علی جب

خداے تعالیٰ نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ آنحضرت کا ذکر فقط رسولہ کیساتھ فرمایا پھر حضرت امیر کا ذکر اس طرح کیا والذین امنوا الذین الا یہ توصاف ظاہر ہوا کہ حضرت امیر رسول ہیں بلکہ آنحضرت کے تابع اور آنحضرت کے بعد آپ کی نیابت سے حاکم امت اور امام قرار دے گئے ہیں یہ بات اظہر من الشمس ہے جس میں شک کی گنجائش نہیں۔

قال آیه سیر و ہم البنی اولى بالمومنین من انفسهم و ازواجہ امہاتہم و اولوا الارحام بعضہم اولى بعض فی کتاب اللہ من المومنین و امہاتہم و بنین الا ان تفعلوا الی اولیاءکم معروفہ کات ذلک فی الکتاب مسطور و این آیه ولالت دار و بر این کہ حضرت محمد اویٰ مستند بالنسبہ بمومنین از نفسہاے ایشان و گذشت کہ بالذات و فی الحقیقتہ اویٰ بالتصرف غیر از خدا ہی کس نیست و اما بالتبع بسبب منظر صفات کمالیہ الہی بودن آنحضرت ہم اویٰ بالتصرف است پس این صفت مختصہ بنی است و در قرآن هیچ کس را خدا غیر از بنی اویٰ بالمومنین من انفسہم نگفتہ۔ پس این صفت مختصہ بنی شد۔ پس ہر کس این صفت مختصہ دار و انہم بنی است۔

اقول واللہ الموفق والمہین۔ اس آیه شریفہ کا ترجمہ یہ ہے پیغمبر مسلمانوں پر خود انکی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں اور پیغمبر کی بنی بیان مسلمانوں کی مائیں ہیں اور رشتہ دار کتاب خدا کے رو سے مسلمانوں اور مجاہدوں سے بڑھ کر ایک کے حق دار ایک ہیں مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہو (تو وہ اور بات ہے) جسکے کتاب (بوح محفوظ) میں لکھا ہے۔ پارہ ۲۱ سورہ احزاب۔ جاننا چاہئے کہ اس آیه شریفہ میں فقط امہاتکم تک کا مضمون آنحضرت سے متعلق ہے اور باقی آیت میراث سے تعلق رکھتی ہے چونکہ آنحضرت کا منصب یہ تھا کہ بندگان خدا کو راہ راست پر لائیں امیر المعروف اور نہی عن المنکر فرمائیں بالنعین ہدایت و کفار کو دفع کریں حدود جاری فرمائیں پس اسکے لئے ضرور تھا کہ آنحضرت کو خدا تعالیٰ کی طرف سے اسکے بند و نیر حکومت حاصل ہوتا

بتدگان خدا کے امور دنیا و دین کی اصلاح بطور اتمل ہو سکے اس لئے خدا نے تعالیٰ نے مقرر فرمایا
 البقی اولی بالمومنین من النفسہم اور چونکہ آنحضرت کی شریعت مکمل اور دین ہدایہ
 کامل ہو چکا احکام سابقہ کی ترمیم اور تفسیح عمل میں آچکی اور کسی حکم تازہ کے نزول اور شریعت جدیدہ
 کے تقریر کی ضرورت نہ رہی لہذا آنحضرت پر نبوت و رسالت ختم ہو گئی۔ ان اس شریعت
 کاملہ اور دین اسلام کی حفاظت اور اسکی ترویج کی ضرورت باقی ہے پس اوسے بالتصرف ہونے کی
 ضرورت بھی باقی ہے۔ یعنی ایک ایسا شخص ضرور ہے کہ سوائے نبوت و رسالت اور اس کے مختصاً
 کے اور تمام اوصاف کمال سے متصف ہو اور وہ بھی حکم خدا اوسے بالتصرف اور حاکم امت
 اس لئے خلاق عالم نے فرمایا انا ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین الایۃ
 جس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت کے بعد حضرت امیر اوسے بالتصرف اور امام ہیں اور پھر
 خدا نے تعالیٰ نے فرمایا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم پھر
 آنحضرت نے حکم خدا برقرار رکھا اور کیا اللہ اولیٰ بکم من النفسکم سب نے
 عرض کی ہے ساتھ ہی آپ نے فرمایا من کنت مولاً فقد نفلی مولاً اس سے کاشم
 فی نصف الزہار ظاہر و آشکار ہے کہ بے شک پیغمبر اور امام دونوں اوسے بالتصرف ہیں مگر
 اوسے بالتصرف ہونیکو رسالت لازم نہیں اور جو اوسے بالتصرف ہو ضرور نہیں کہ وہ رسول
 ہی ہو پس ان مولوی صاحب نے جو کھا کہ واما بالتبع بسبب منظر عفاست کمالیہ الہی چون
 آنحضرت ہم اوسے بالتصرف است پس این صفت مختصہ بنی است پس یہ توجیہ اور یہ
 تفسیص دونوں غلط ہیں کیونکہ ان پر نہ کوئی دلیل عقلی وال ہے نہ دلیل نقلی۔ اب اس آیہ شریفہ
 کی نسبت مفسرین کے اقوال بھی شاذ و غریب تفسیر صافی میں مرقوم ہے کہ پیغمبر مسلمانوں پر تمام
 جانوں سے زیادہ حق رکھتے ہیں اس لئے کہ آپ تمام مسلمانوں کو وہی حکم دیں گے اور ان کے
 اسی فعل سے راضی ہونگے جس میں ان کی بہلائی اور ستکاری ہو۔ بخلاف نفس کے۔ اسی لئے
 خلاق عالم نے اوسے بالمومنین من النفسہم میں کوئی قید نہیں لگائی اور مطلق ارشاد فرمایا

پس مسلمانوں پر واجب ہے کہ آنحضرت کے ساتھ اپنے نفوس سے زیادہ محنت رکھیں اور آپ کا حکم ان پر ان کے نفوس کے حکم سے زیادہ نافذ ہو۔ مجمع البیان میں مروی ہے کہ جب آنحضرت نے غزوہ تبوک کا ارادہ فرمایا اور مسلمانوں کو خروج کا حکم دیا تو ان میں سے ایک قوم نے کھا کہ ہم والدین سے اجازت سے لین تو چلیں اس وقت یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی انتہی مخصوصاً اس بیان سے دو امر ثابت ہوتے ہیں اول یہ کہ چونکہ ہر مسلمان کو اغراض نفسانی کی وجہ سے مہالک میں واقع ہونے کا خوف ہے اور آنحضرت اسکی اصلاح فرمانے ولے ہیں اسلئے ضرور ہے کہ آپ ہر مسلمان کے حاکم اور اسکے نفس سے اولے قرار دئے جائیں۔ دوسرے یہ کہ چونکہ ضرور ہے کہ آپ مخالفین سے جہاد اور انہیں ہدایت کا دفاع فرمائیں اسلئے واجب ہے کہ تمام مومنین کے مختار ٹھہرائے جائیں تا آپ کا حکم نافذ ہو اور یہ دونوں امور پیغمبر کے لئے بھی ثابت ہیں اور امام کے لئے بھی پس ضرور ہے کہ پیغمبر بھی اولے بالتصرف ہو اور اسکے بعد امام بھی ایضاً تفسیر صافی میں مرقوم ہے عن الباقر والصادق انہما قراءا واولیاءا واما قلم وہو اب الہدٰی یعنی امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام یہ آیہ شریفہ اس طرح پڑھتے تھے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ پیغمبر کی بی بیان مسلمانوں کی مائین ہیں اور پیغمبران کے باپ ایضاً اسی تفسیر میں ہے جس کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ جب خدا نے آنحضرت کو تمام مسلمانوں کا باپ قرار دیا تو ان کا شرح اور ان کے یتیموں کی تربیت آپ پر لازم کر دی پس اسوقت آنحضرت منبر پر تشریف لائے اور فرمایا ایتھا الناس جو شخص مال چھوڑ کر مرے وہ مال اسکے ورثہ کا حق ہے اور جو شخص قرض اور عیال چھوڑے اسکی ادائیگی اور ان کی پرورش میرے ذمہ ہے پس خدا سے تعالیٰ نے آنحضرت پر مسلمانوں کے وہ امور واجب فرمائے جو باپ پر واجب ہوتے ہیں اور مسلمانوں پر آپ کی اطاعت واجب کی جو بیٹے پر واجب ہوتی ہے اسی طرح آنحضرت کے بعد ابیر المومنین علیہ السلام کا مرتبہ ہے اور آپ کے بعد اور ائمہ علیہ السلام کا۔ ایضاً اسی تفسیر میں مرقوم ہے جسکا محصل ترجمہ یہ ہے امام مومنے کاظم علیہ السلام سے ایک شخص نے

پوچھا کہ آنحضرت کی کنیت ابو القاسم کیوں ہے فرمایا اس لئے کہ آپ کے ایک فرزند کا نام قاسم
 تھا راوی نے عرض کی کیا میں اس سے زیادہ کالایق نہیں امام نے فرمایا ہاں۔ کیا تو نہیں جانتا
 کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ میں اور علی دونوں اس امت کے باپ ہیں راوی نے عرض کی
 جانتا ہوں فرمایا کیا تو نہیں جانتا کہ آنحضرت اپنی تمام امت کے باپ ہیں۔ اور علی بھی اسی
 امت میں ہیں۔ راوی نے عرض کی یہ بھی جانتا ہوں امام نے فرمایا کیا تو نہیں جانتا کہ علی قاسم
 جنت و ماہیں عرض کی جانتا ہوں فرمایا پس اس لئے آنحضرت کی کنیت ابو القاسم ہوئی کیونکہ
 آپ قاسم جنت و ماہ کے باپ تھے راوی نے عرض کی یہاں باپ کے کیا معنی ہیں امام نے
 فرمایا کہ آنحضرت کی شفقت امت پر ایسی تھی جیسے باپ کی شفقت اولاد پر ہوتی ہے اور
 افضل امت امیر المومنین ہیں اور آنحضرت کے بعد امیر المومنین کی شفقت امت پر ایسی تھی
 جیسے آنحضرت کی شفقت کیونکہ امیر المومنین آنحضرت کے وصی اور خلیفہ اور آنحضرت کے
 بعد امام ہیں۔ یہ حدیث شریف اس امر پر نص ہے کہ حضرت امیر آنحضرت کی امت میں داخل
 ہیں اور افضل امت ہیں پس آنحضرت آپ کے بھی اولے بالتصرف اور حاکم ہیں اور آنحضرت کے
 بعد حضرت امیر تمام امت کے اولے بالتصرف اور حاکم ہیں یہ بیان و انوار واجبہ امہاتکم
 تک کی نسبت تھا اسکے بعد جو خلاق عالم نے و اولوا الارحام بعضہم اولی ببعض ارباب
 فرمایا وہ عام میراث کے شعلو ہے چنانچہ عنقریب اسکا ذکر تفصیلاً ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ
 قال چنانچہ در کتاب تاسع بجا باب نصوص الرسول صلی اللہ علیہ وسلم از کتاب کفایہ از اسمعیل
 بن عبد اللہ مرویست کہ گفت فرمود امام حسین وقتی کہ نازل کرو خدا کے تبارک و تعالیٰ
 این آیه را و اولوا الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ سوال کروم از رسول
 خدا از تاویل ان پس فرمود قسم بخدا ارادہ مکر وہ است خدا ازین غیر شمارا و شما و اولوا الارحام
 پس وقتیکہ بمیم پس پدر تو علی اولے است بمن و بکان میں پس وقتیکہ بگزید پدر تو پس برادر تو
 حسن اولے است با و پس وقتیکہ بگزید حسن پس تو اولے ہستی باز گفتیم یا رسول اللہ پس بعدین

اوسے بمن فرمود فرزند تو علی اوسے است بتو بعد از تو پس وقتیکہ گرز و او پس او محمد اوسے است
 با و بعد او پس وقتیکہ گرز و محمد پس پس او جعفر اوسے است با و بمکان او بعد از او پس وقتیکہ گرز و
 جعفر پس پس او موسیٰ اوسے است با و بعد از او پس وقتیکہ گرز و موسیٰ پس پس او علی اوسے
 است با و بعد از او پس وقتیکہ گرز و علی پس پس او محمد اوسے است با و بعد از او پس وقتیکہ گرز و
 محمد پس پس او علی اولیٰ است با و بعد از او پس وقتیکہ گرز و علی پس پس او حسن اوسے است با و
 بعد از او پس وقتیکہ گرز و حسن واقع می شود غیبت نہم از فرزندان تو پس این ائمہ تسعہ از صلب
 تست عطا کرده است ایشان را خدا علم و فہم من و طینت ایشان طینت من است چہ شدہ
 است این قوم را کہ اندامی دہند مراد حق ایشان نہ رساند خدا ایشان را شفاعت من و ازین
 حدیث واضح شد کہ حضرت علی از رسول خدا بعدیت مکانی ندارند بجهت آنکہ آنحضرت تبصر
 می فرمایند کہ وقتیکہ بمیرم پس پدر تو علی اوسے است بمن و بمکان من پس ہر مکان و مرتبہ کہ من
 دارم ہمان مکان و مرتبہ علی دارد۔

اقول واللہ الموفق والمہین ان مولوی صاحب نے جو کچھ یہاں لکھ رہے کئی وجوہ
 سے غلط ہے **اول** یہ کہ ہر چہ اصل مضمون اس حدیث کا یعنی ائمہ معصومین علیہم السلام
 کی امامت کا نبض رسول منصوص ہونا مستوات اور یقینی ہے مگر خاص یہ حدیث باین الفاظ ایہ صلوٰۃ
 کی تاویل میں ضعیف السند ہے کیونکہ مجلد تاسع سجاد کے باب ۵۵ (انصوص الرسول میں وہ
 اس سند سے منقول ہے محمد بن عبد اللہ بن المطلب الشیبانی عن محمد بن
 ہارون الدینوری عن محمد بن العباس المصری عن عبد اللہ بن ابراہیم
 غفاری عن ہریر بن عبد اللہ الحمزا عن اسمعیل بن عبد اللہ قال قال المحسن
 بن علی علیہ السلام الخ پس اسکے اخیر راوی کو علامہ علی نے خلاصۃ الاقوال فی معرفت
 الرجال کی قسم ضعف میں درج کر کے فرمایا ہے کہ محمد بن عبد اللہ بن المطلب شیبانی جبکی کنیت
 ابو الفضل ہے بہت روایتیں کرتا ہے۔ اور اسکا حفظ اچھا ہے مگر ہمارے علماء کی ایک جماعت

نے اسکی تصنیف کی ہے اور ابن العضا ئری کہتے ہیں کہ وہ بہت جھوٹی حدیثیں بنانے والا ہے
 اور اسکی روایتوں میں بکثرت منکرات موجود ہیں آخر میں علامہ لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک اس کے
 منقولات ترک کے لائق ہیں اور اس کے پہلے کاراوی محمد بن ہارون ہے جسکی نسبت علامہ مجلسی نے
 کتاب رجال میں لکھا ہے۔ محمد بن ہارون۔ یعنی یہ ضعیف ہے اور علامہ حلی نے خلافت
 الاقوال کی قسم ضعیف میں اسکو درج کر کے لکھا ہے۔ محمد بن ہارون ضعیف اور وہ راوی جس نے
 امام حسین علیہ السلام سے روایت کی ہے یعنی اسمعیل بن عبد اللہ مجہول ہے اور کسی کتاب رجال
 میں اس کا ذکر نہیں اور اصطلاح حدیث میں (ضعیف) فاسق کو کہتے ہیں پس جس حدیث کے
 روایت میں ایک شخص فاسق اور وضاع اور دوسرا فاسق و کاذب اور تیسرا مجہول ہو وہ حدیث
 کیونکر لائق استناد ہو سکتی ہے **دوسرے** یہ کہ یہ حدیث آیہ موصوفہ کی تاویل میں متنا
 بھی غیر معتبر ہے کیونکہ خدا سے تعالیٰ نے جو فرمایا واولوا الامر امام بعضہم اولیٰ بعض فی
 کتاب اللہ من المؤمنین المهاجرین الا ان تفضلوا الے اولیٰ انکم معروفہ۔ یعنی اور
 رشتہ دار کتاب خدا کے رو سے مسلمین اور مهاجرین سے بڑھ کر ایک دوسرے کے حقدار ہیں مگر یہ
 تم اپنے دوستوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہو (تو وہ اور بات ہے) یہ آیہ شریفہ باتفاق علماء عام لوگوں
 میراث کے بارے میں نازل ہوا ہے یعنی اگر کوئی شخص مر جائے تو اس کے اقربا ہی اس کے
 وارث ہونگے نہ اور لوگ مهاجرین اور مؤمنین سے۔ ہاں اگر شخص متوفی نے کسی اور کے لئے
 وصیت کی ہے تو حسب شرع وصیت کا امضا ہو گا چنانچہ تفسیر صافی میں تحت آیہ الا ان تفضلوا
 الی اولیٰ انکم معروفہ و فائدہ کور ہے یعنی بہ التوصیۃ یعنی اس سے مراد وصیت ہے پس اگر اس آیت
 شریفہ میں تاویل بعضہم اولیٰ بعض سے مراد ائمہ علیہم السلام ہوں تو یہ استثناء یعنی الا ان تفضلوا
 کا یہ باطل ہو گا اور یہ محال ہے **تیسرے** یہ کہ علی التذلل و تسلیم صحت حدیث اس کے
 الفاظ ان مولوی صاحب کے دعوے پر ہرگز دلالت نہیں کرتے کیونکہ اولے کے معنی لغتاً
 سزاوارتر کے ہیں پس اگر لفظ اولے کیساتھ من النفس ہم یا من النفس کم متعل ہو جائے **النبی**

اولے بالموسین من الفسہم تو اسکے معنی اولے بالتصرف کے ہونگے یعنی پیغمبر تمہاری نسبت
 تمہارے نفوس کے تصرف سے زیادہ سزاوار ہیں اور اسکے محصل معنی حاکم کے ہیں۔ اور اگر
 لفظ اولیٰ بغیر من متعل ہو تو من ضرور مقدم ہوگا کیونکہ اولے فعل التفضیل ہے اور فعل التفضیل کا
 استعمال بغیر من صورتوں کے جائز نہیں۔ صورت اولے الف و لام کیسا تھ جیسے زید
 الا فضل صورت ثانیہ اضافت کیسا تھ جیسے زید افضل القوم صورت ثالثہ من کیسا
 جیسے زید افضل من عمرو اور حدیث شریف میں اولیٰ فی وارثہ پس ضرور ہے کہ وہ
 من امتی یا من اہل بیتی مقدر ہو اور پھر اس صورت میں قرنیہ دیکھا جائیگا کہ یہ اولو متہ
 کس چیز میں مراد ہے اور اس قرنیہ کے موافق اس چیز میں اولویت مراد ہوگی۔ اور چونکہ حدیث
 شریف میں سیاق الفاظ اور نیز لفظ بمکانی اس امر پر قرنیہ ہے کہ یہاں خلافت اور جانشینی
 میں اولویت مراد ہو لہذا اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ علی میری خلافت اور جانشینی کیلئے
 میری امت سے زیادہ سزاوار ہیں اور خلافت و جانشینی کے لئے ہرگز یہ شرط نہیں کہ خلیفہ
 و جانشین پیغمبر بھی پیغمبر کا مساوی مطلق ہو حضرت نوح کے جانشین سام تھے اور حضرت
 ابراہیم کے جانشین حضرت اسمعیل۔ اور حضرت موسیٰ کے جانشین حضرت یوشع اور حضرت
 عیسیٰ کے جانشین شمعون۔ انبیاء کے جانشین انبیاء وغیرہ انبیاء و دونوں ہوتے ہیں مگر حضرت
 نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام پیغمبران اولوالعزم تھے اور ان کے اوصیاء بعض پیغمبر
 اور بعض غیر پیغمبر۔ اور جو اوصیاء پیغمبر ہیں باوجود پیغمبری وہ ان پیغمبران اولوالعزم سے قطعاً کم
 مرتبہ ہیں اور پیغمبران اولوالعزم اپنے اوصیاء سے یقیناً افضل۔ اور بعض مقام پر اولویت
 یا قرابت میں مراد ہوتی ہے اور وہاں خلافت یا مساوات سے کوئی تعلق نہیں ہوتا جیسے حضرت
 علی اکبر نے رجز میں ارشاد فرمایا تھا ۵ انی بن علی بن ابی طالب و بنی علی بن ابی طالب
 اولیٰ بالبنی ۶ کما فی البحار یعنی میں علی بن حسین بن علی ہوں۔ خانہ کعبہ کی قسم ہے کہ ہم لوگ انحضرت
 کیسا تھ بہت قریب کی قرابت رکھتے ہیں۔ کیا یہ مولوی صاحب اس بیت کے یہ معنی مراد ہیں

کہ حضرت علی اکبر بھی پیغمبر ہیں اور آنحضرت کے جانشین اور آپ کے مساوی ہیں معاذ اللہ
 بہر حال اس بیان سے بخوبی ثابت ہوا کہ حدیث مذکور کو بھی ان مولوی صاحب کے دعوے
 باطل سے کوئی نسبت نہیں ہے آپ کی دلیل ایسی ہے جیسے مارے گھٹنا پہوٹے انگڑے۔
 قال وانیچہ در اکثر احادیث و روایات فضائل حضرت علی مسطور است کہ بعد رسول اللہ علی
 این مرتبہ را دارد این بعدیت زمانی است کہ بعد زمان رسول اللہ علی ہمان مرتبہ را دارد کہ
 رسول اللہ داشت زیرا کہ خدای جل شانہ بہ پیغمبر با علم و قدرت و کمالات و صفات کریمہ
 و اوارسہ حال خالی نیست یا بحسب ضرورت و ادیان را مذکور ضرورت یا کم از ضرورت پس اگر کم
 از ضرورت وادفع حکیم نیست و خدا حکیم است و اگر زیادہ ضرورت واد خدا ان صفت را در
 پیغمبر اعبت خلق فرمود و خدا از عبث بریت کہ فرمود افحسبتم انما خلقناکم عبثا
 پس ضرورت شد کہ بحسب ضرورت پیغمبر را با کمالات مذکورہ خلق فرمود پس بعد از پیغمبر حضرت
 علی را ہم ہمان قدر صفات را سرفراز فرمود زیرا کہ بعد از زمان پیغمبر نہ خلق خدا کم شد نہ
 ملک خدا کم گرفت نہ عقل مردم کم کہ حضرت علی را از صفات مذکورہ در حضرت محمد کم کند
 بلکہ این ثابت است کہ از زمان آدم تا زمان خاتم ہمیشہ کون در ترقی است ہر پیغمبر بعد از پیغمبر
 دیگر خصوصاً اولوالعزم افضل باشد بحسب زمان و ازین تصور کمی صفات علوی نمی شود بلکہ
 احتمال زیادتی صفات در حضرت علی کہ باطن حضرت محمد است شدہ و در میان دو بزرگوار
 توئی نیست الا بحسب ظاہر و ان ظاہر را اعتبار می نیست و اعتبار بر باطن است و ازین است
 کہ خدا علی را نفس آنحضرت فرمود۔

اقول ناظرین با فہم ملاحظہ فرماتے ہیں کہ یہ مولوی صاحب ایک امر باطل کے اثبات میں
 کیسے کیسے لا طائل اقاویل سے استفوہ ہوئے ہیں ہر چند عقلاً خود انکی غلطی سے واقف ہیں مگر
 چونکہ کار بعوام ہے لہذا یہ پوری تحریر کئی بحثوں میں مبایہ منشور کر دی جاتی ہے بحول اللہ تعالیٰ
 وقوتہ بحث اول یہ کہ ہر چند نقطہ بعد حقیقت ظرف زمان ہے جسکا تفصیلی بیان

آئندہ ہوگا مگر بعض کلام عرب میں وہ بمعنی غیر بھی مستعمل ہے جیسا کہ حدیث متفق علیہ میں حضرت
 امیر نے فرمایا انا الصدیق الاکبر لا یقولہ بعدی الا کذاب یعنی میں صدیق اکبر ہوں
 یہ قول میرے سوا دوسرا نہیں کہہ سکتا مگر وہ شخص جو کذاب ہو پس یہاں بعدی کے معنی
 غیری کے ہیں اسی طرح کہی نطق بعد مجازا بمعنی کمی استعمال کیا جاتا ہے جیسے (تبتہ الرسول)
 بعد اللہ پس اکثر احادیث میں جو حضرت امیر کی فضیلتوں کی نسبت وارد ہے کہ آپ
 آنحضرت کے بعد یہ رتبہ رکھتے ہیں اگر وہ ان نطق بعد کے معنی حقیقی متعد ہوں تو قرینہ
 دیکھا جائیگا اور قرینہ کے موافق معنی مراد ہونگے لاکن ہر صورت میں یہ امر یقینی ہے کہ
 آنحضرت کا اس صفت سے متصف ہونا مطلق ہے اور حضرت امیر کا متصف ہونا مقید
 جیسے احادیث متواترہ میں وارد ہے کہ آنحضرت کے بعد حضرت امیر سب سے افضل ہیں
 اور معلوم ہے کہ آنحضرت کا افضل مخلوقات ہونا مطلق ہے اس میں کسی مخلوق کا استثناء
 نہیں ان مخلوقات میں حضرت امیر بھی داخل ہیں جس سے ثابت ہے کہ آنحضرت یقیناً حضرت
 امیر سے بھی افضل ہیں اور آنحضرت کے بعد جب قدر مخلوق قیامت تک موجود ہو اس سے
 حضرت امیر افضل ہیں۔ مگر اس سے یہ امر گزرتا ثابت نہیں ہو سکتا کہ حضرت امیر پیغمبر بھی ہیں
 آنحضرت نے کہی یہ تو نہیں فرمایا کہ میرے بعد علی پیغمبر ہیں پھر یہاں نبوت کیونکر کو دپڑے
 دوسری بحث یہ کہ یہ امر مسلم ہے کہ آنحضرت کو صفات و کمالات بحسب ضرورت
 عطا کئے گئے ہیں منجملہ ان کے ایک صفت ختم نبوت بھی ہے چونکہ اس زمانہ میں ایک ایسے پیغمبر
 کی ضرورت تھی جو حکم خدا شراعیہ سابقہ کی تفسیر و ترمیم کرے ایسے احکام بندوں کو پہنچائے
 جو ہر طرح مکمل ہوں اور قیامت تک ان کے نسخ و ترمیم کی ضرورت نہ ہو چونکہ اسکی مستحق فقط
 آنحضرت کی ذات والا صفات تھیں اسلئے وہ نبوت و رسالت آنحضرت کو عطا ہوئی اور
 جو احکام آپ پر نازل ہوئے وہ ایسے مکمل تھے کہ پھر کسی حال اور کسی زمانہ میں انکی تفسیر و ترمیم
 ہو سکتی لہذا آنحضرت پر نبوت و رسالت ختم ہوئی۔ پس آپ کے بعد قیامت کسی نبی کا ہونا

محال ہوا ان احکام کی حفاظت اور ترویج کی ضرورت آنحضرت کے بعد بھی ہے پس اس کے
 لئے آنحضرت کے نائب یعنی امام مقرر ہوئے اور انکے لئے جن اوصاف کی ضرورت تھی مثل
 علم و عصمت وغیرہ انکو دے گئے پس آنحضرت کے بعد نہ خلق خدا کم ہوئی نہ ملک خدا کو کسی نے
 لیا اور نہ لے سکتا ہے نہ آدمیوں کی عقل کم ہوئی مگر بابت تکمیل شریعت غرا و تنزیل احکام مکملہ
 آنحضرت پر نبوت ختم کر دی گئی لہذا یہ صفت کاملہ اور اسکے اختصاصات امام کو نہ مل
 سکتے ہیں پھر اس پر تعریف کسی دیوانہ کا کام ہے یا عاقل کا **تیسری بحث** یہ کہ ان مولوی صاحب
 نے جو کھا کہ دے ہر پیغمبر کے بعد دوسرا پیغمبر خصوصاً اولوالعزم افضل ہوگا ہے یا اسقدر غلط ہے
 جسے ایک طفل اسجد خوان بھی سمجھ سکتا ہے۔ کیا حضرت ابراہیم سے حضرت اسمعیل افضل ہیں
 یا حضرت موسیٰ سے حضرت یوشع افضل ہیں ہرگز نہیں اور ظاہر ہے کہ پیغمبر لاحق کو پیغمبر سابق
 سے افضل ہونا ضرور نہیں اور معلوم ہے کہ آنحضرت تمام مخلوقات سے افضل ہیں خواہ وہ حضرت
 سے پہلے ہوں یا بعد۔ اور آنحضرت کے بعد حضرت ابراہیم تمام انبیاء سے افضل ہیں حالانکہ آپ کے
 بعد حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ انبیاء اولوالعزم ہوئے مگر حضرت ابراہیم سب سے افضل ہیں چنانچہ
 علامہ مجلسی نے حق الیقین مطبوعہ جعفری کے ص ۱۲ میں لکھا ہے۔ و افضل از ہمہ حضرت رسالت
 پناہ صلعم است و بعد از حضرت ابراہیم از سایر انبیاء افضل است **چوتھی بحث** یہ کہ
 ان مولوی صاحب نے جو کھا کہ دے بلکہ احتمال زیادتی صفات در حضرت علوی کہ باطن محمد است
 شدہ کا کئی وجوہ سے لغو اور باطل ہے اول یہ کہ جب حضرت علی باطن حضرت محمد ہوئے تو
 حضرت محمد ظاہر علی۔ اور یہ عقلاً محال ہے کہ ظاہر کوئی شخص ہو اور باطن آگونی اور۔ جیسے انتقاد
 نصاریٰ ظاہر اعلیٰ اور باطن خدا دوسرے یہ کہ بدیہی ہے کہ آنحضرت علیہ مجسم تھے اور حضرت
 امیر علیہ مجسم اور یہ محال ہے کہ ایک شخص کا ظاہر و باطن علیہ علیہ مجسم ہو دوسرے
 یہ کہ جب آنحضرت کا باطن آنحضرت سے علیہ رہا ہے اور آپ محض جسم ظاہری رکھتے ہیں تو
 آنحضرت حضرت محمد ہی نہیں ہیں کیونکہ بغیر باطن ظاہر کوئی چیز نہیں اس طرح حضرت علی حضرت

علی ہی نہیں کیونکہ بغیر ظاہر کے باطن محسوس ہوتا ہے۔ ہر شخص نہیں ہو سکتا چوتھے یہ کہ جب حضرت
 امیر باطن آنحضرت ہوں تو ظاہر ہر جو کچھ ہیں آنحضرت ہیں حضرت امیر معاذ اللہ کوئی چیز نہیں
 کیونکہ ہر باطن اپنے ظاہر سے علیحدہ نہیں ہوتا اور باطن جو کچھ ہیں حضرت امیر ہیں آنحضرت
 معاذ اللہ کوئی چیز نہیں۔ کیونکہ ہر ظاہر اپنے باطن سے علیحدہ نہیں ہوتا اور یہ عین سفسطہ ہے
 پانچویں یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو کہلے کہ ظاہر کا کچھ اعتبار نہیں ہے اس سے متنبہ
 ہوتا ہے کہ آنحضرت کا کچھ اعتبار نہیں جو کچھ ہیں حضرت امیر ہیں اور یہ عین کفر ہے پانچویں
 بحث یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو کھا کہ درمیان دو بر گوار دو قوامی نیست الاسباب
 ظاہر و آن ظاہر اعتبار نیست و اعتبار بر باطن است یکا پس کسی وجہ سے باطل ہے اول
 یہ کہ عقلاً متمنع ہے کہ دو نفوس حقیقتہً ایک ہوں یا ایک نفس دو نہ ظاہر یا یہ امر ممکن ہے
 نہ باطن دو دو بر گواروں میں دو قوامی نہیں ہے یہ ایک ایسا مہمل فقرہ ہے جس سے بڑھ کر
 مہمل نہیں ہو سکتا اگر دو بر گوار ہیں تو حقیقتہً دو قوامی ضرور ہے اگر دو قوامی نہیں تو حقیقتہً
 دو بر گوار نہیں۔ اور یہ جو کھا جاتا ہے کہ فلاں اور فلاں دونوں ایک ہیں یا فلاں دو شخصوں
 میں جدائی نہیں یہ قطعاً مجاز ہے اور ایسے مجازات بکثرت شایع ہیں پس اسکو حقیقتہً پر حمل کرنا
 فاتر العقل کا فعل ہے نہ عاقل کا۔ دوسرے یہ کہ یہ کلام اس کلام سے معارض ہے جو ابھی
 چند سطر پہلے اسکا ذکر ہوا یعنی حضرت علی باطن حضرت محمد ہیں اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت
 ظاہر ہیں اور حضرت امیر باطن اور پھر کہتے ہیں کہ حضرت محمد و علی میں دو قوامی نہیں الاسباب ظاہر
 اس سے ثابت ہے کہ ظاہر دو ہیں باطن ایک اور پہلے کلام سے ظاہر ہے کہ آنحضرت کوئی چیز
 نہیں جو کچھ ہیں علی ہیں معاذ اللہ چھٹی بحث یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو کھا دو دوا
 است کہ خدا علی را نفس آنحضرت فرمود۔ پس یہ دو حال سے خالی نہیں یا نفس سے مراد حقیقی ہو
 یا مجازی۔ اگر حقیقی ہے تو دو نفوس میں اتحاد حقیقی محال ہے جسکی تصریح خود ان مولوی صاحب
 کی ہے کہ خاص اور اگر مجازی ہے تو اس سے مراد بدلیل عرف شائع کثرت محبت ہے

یا تشبیہ مراد ہے جس سے بدلیل اجماع بنوت خارج ہے اور اسکو مانحن ذیہ سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ دعوے تو یہ ہے کہ حضرت امیر باطن آنحضرت ہیں اور دلیل یہ کہ حضرت امیر ظہر آنحضرت ہیں۔ حالانکہ باطن اور مشے اور مثل اور شے۔ ایضاً جب حب اوعلے مولوی صبا موصوف حضرت امیر حقیقتہ نفس آنحضرت ہیں اس صورت میں یہ بات لازم آئیگی کہ آنحضرت کے جسم کے ساتھ نفس نہ تھا اور حضرت امیر کے نفس کیساتھ جسم نہ تھا یعنی جس طرح ہر شخص جسم و نفس رکھتا ہے اس طرح آنحضرت اور حضرت امیر کی خلقت نہ تھی۔ بلکہ ایک شخص کے نفس کو خدا نے اس سے علیحدہ کر کے مجسم کیا اور اسکا نام علی رکھا اور اس شخص کے جسم کا نام محمد۔ پس یہ قول قابل مضحکہ تکلان و لایق خندہ طفلان ہے۔

قال دورہین کتاب وہمین باب وصد۵۱ از امام حسین علیہ السلام روایت کردہ کہ فرمود رسول خدا علی ما کہ من اولے بالمومنین از نفس شان ہستم باز تو یا علی اولے بالمومنین من الفہم ہستی ہمین طور فرمودہ تا آخر ایم۔

اقول نہایت صحیح و مسلم مگر اس سے کسی طرح ان مولوی صاحب کا دعوے ثابت نہیں ہو سکتا۔

قال دورہین کتاب وہمین باب صفحہ (۱۲۸) از کتاب احوال الدین و کتاب خصال و کتاب غیون اخبار رضا از سلیم بن قیس ہمدانی روایت کردہ کہ گفت شنیدم از عبد اللہ بن جعفر طبار کہ گفت ابو ویم نزد معاویہ و حسن و حسین و عبد اللہ بن عباس و عمر بن ابی سلمہ و اسامہ بن زید کہ ذکر می کرد حدیثی را کہ گزشت در میان او و در میان او داد گفت معاویہ بن ابی سفیان را کہ شنیدم از رسول خدا کہ می فرماید کہ یہ تحقیق کہ من اولے بالمومنین من الفہم ہستم باز بر او من علی ابن ابی طالب اولے بالمومنین من الفہم ہستم پس وقتیکہ او شہید شود فرزند من حسن الخیرین احادیث و مثل این دلالت می کند کہ ہمچنان کہ حضرت محمد اولے بالمومنین من الفہم ہستم و زمان خودش بودند ہمین طور ہر امامی در زمان خودش اولے بالمومنین من الفہم ہستم پیش

ثابت شد کہ اولے بالمومنین من الفسہم یعنی اولے بالتصرف است و این ہم ثابت شد کہ
 حقیقتہ و بالذات ہی سچا کس اولے بالتصرف غیر از خداے قادر مطلق نیست و بالتبع رسول
 او اولے بالتصرف است کہ منظر صفات کمالیہ الہیہ است و بعد از رسول کہ محمد باشد علی اولے
 بالتصرف است و منظر صفات کمالیہ الہیہ و ہمین شخص یا رسول گویند پس حضرت علی نیز رسول است
اقول حدیث مذکور بہت درست اور مسلم مگر اسکا ایک حرف بھی ان مولوی صاحب کے
 دعوے کا مؤید نہیں نہ رسول کی تعریف میں منظر صفات الہیہ اور اولے بالتصرف ہونا داخل
 ہے اور نہ منظر صفات الہیہ اور اولے بالتصرف ہونیکو ثبوت و رسالت لازم ہے پھر ساری
 تقریر لچر ہے۔

قال وہمین مطلب را حضرت محمد در خم غدیر طابہر فرمودہ و تقریب استدلالش این بود کہ اول
 فرمود اللست اولی بالمومنین من الفسہم یعنی ایاستم من کہ بنی ہستم اولی المومنین
 از نفس امارے ایشان وقتے کہ ہما قرار کر دند تو اولے بالمومنین ہستی یعنی اولے بالتصرف ہستی
 سمجھت اینکہ تو بنی ہستی کہ خدا از براے تو فرمود البنی اولی بالمومنین من الفسہم پس
 حضرت فرمود من کنت مولیٰ فہذا علی مولیٰ پس کیکہ من مولیٰ او ہستم پس این علی
 ہم مولیٰ او ہست و علت مولائیت حضرت محمد بنی بودن است و معلولیت او اولے بالتصرف
 شدن است و وجود معلول بے وجود علت امکان ندارد و مسئلہ عقلیہ بحضہ لازم
 فیہ پس ہر کجا کہ وجود معلول را ذکر کنند بے وجود علت صورت امکان نمی پذیرد پس مقتضی
 گفتہ علی اولے بالتصرف است کہ معلول نبوتہ بود ثابت شد کہ علی صاحب نبوت است تاقتیکہ
 در حضرت علی نبوت نباشد اولے بالتصرف دانستن او عقلاً جائز نیست و اگر کسی قائل اولے
 بالتصرف بون حضرت علی باشد وہ نبوتش قائل نباشد منقطع است لایعہایہ و این دلیل علی
 عقلی و ایچ عاقلی از دلیل عقلی سرنمی پیچد الا یہ تعصب ذاتی یا چیرے دیگر کہ بیان کردنش در حق
 نمودنش خوب نیست کہ خبر از طینت ذاتیہ می دهد و العلم عند اللہ۔

اقول واللہ الموفق والمعين۔ اس مقام پر ان مولوی نے بیان حدیث غدیر میں تحریف منسوی کر کے اپنی دانست میں جو دلیل عقلی کہ فی الحقیقت مغالطہ ہے بیان کی ہے اس کے منکر کو کنایتہ گالی دے رہے عین وقاحت پر وال ہے اور اس کے اغلاط لفظیہ و معنویہ کی تردید جون اللہ تعالیٰ چاہے مباحث میں کی جاتی ہے۔

اول یہ کہ اس کلام میں لفظ خم غدیر غلط ہے کیونکہ جس مقام پر آنحضرت نے یہ حدیث بیان کی وہاں ایک غدیر یعنی چوٹا سا تالاب تھا جس کا نام خم تھا پس غدیر خم کہنا چاہئے نہ خم غدیر اور بعض شعراء نے جو خم غدیر نظم کیا ہے وہاں خم کے معنی اور ہیں اور ~~مسرکے~~ یہ کہ آپ نے جو کلام مسئلہ عقلیہ محضہ لاریب فیہ اس میں فیہ غلط ہے فیہ کہنا لازم ہے کیونکہ مسئلہ منوث ہے اسکی طرف ضمیر نہ کر کا ارجاع ناجائز ہے حیرت کا مقام ہے کہ جن صاحب کو صرف و نحو میں بھی مہارت نہیں وہ کیونکر عالم بنادے گئے ~~مسرکے~~ یہ کہ حدیث غدیر کے ترجمہ میں تحریف کی اور من کہ بنی ہستم اپنی طرف سے بڑا دیا اسبطح مسلمانوں کے جواب میں بھی ایک ایسی پوری عبادت زیادہ کی چوٹھے ان مولوی صاحب نے جو آنحضرت کی مولائیت کو معلول اور آپ کی نبوت کو علت قرار دیا ہے پس اولاً غلط محض اور نا فہمی پر دال ہے کیونکہ معلوم ہے کہ جملہ علتیں چار ہیں علت فاعلی علت غائی علت مادی علت صوری جیسے انسان کی علت فاعلی خلاق عالم ہے اور علت غائی عبادت خدا۔ علت مادی وہ چیز جس سے انسان بنا ہے اور علت صوری انسان رہنے کا نمونہ فیہ میں اولے بالتصرف ہونیکی علت تامہ حقیقیہ فاعلیہ ہرگز نبوت نہیں ہے بلکہ نبوت بھی ایک صفت ہے اور مولائیت بھی ایک صفت ہے جو دونوں صفتیں خلاق عالم نے آنحضرت کی ذات مقدس میں جمع فرمائیں۔ پس حقیقت میں اولی بالتصرف ہونیکی علت تامہ فاعلیہ خلاق عالم ہے لا غیر اسی نے جسکو چاہا مومنین کا مولیٰ قرار دیا پس آنحضرت بھی حکم خدا مومنین کے مولیٰ ہیں اور حضرت امیر بھی۔ اور اس مولائیت کی علت غائی ہدایت خلق ہے اس سے ظاہر ہوا کہ ان مولوی صاحب کی دلیل عقلی منظم حکم

و بے عقلی ہے ثانیاً علی الترتیل ہنرے مانا کہ آنحضرت کی نبوت ملزوم یا علت ناقصہ ہے اور آپ کی مولائیت لازم یا معلول صورت اولے میں طرفین سے ملازمت نہیں ہے یعنی نبوت کو مولائیت لازم ہے مگر مولائیت کو نبوت لازم نہیں اور صورت ثانیہ میں آنحضرت کی نبوت تھاکر آنحضرت کی مولائیت کی علت ناقصہ ہے نہ مولائیت مطلقہ کی۔ پس مقید سے مطلق پر اور ہر نبیہ سے کل پر استدلال ہرگز صحیح نہیں جیسے نبوت کو عصمت لازم ہے مگر عصمت کو نبوت لازم نہیں اور جیسے زید کے گورے ہونے کی علت سکونت یورپ ہے۔ مگر یہ ضرور نہیں جتنے گورے ہوں سب یورپ کے رہنے والے ہوں۔ بلکہ ایرانی بھی گورے ہوتے ہیں۔ بھر حال ظاہر ہے کہ آنحضرت کی مولائیت کی علت ناقصہ جس طرح آپ کی نبوت ہے۔ اسی طرح حضرت امیر کی مولائیت کی علت ناقصہ آپ کی امامت ہے اور مولائیت مطلقہ کی علت نہ فقط نبوت ہے نہ فقط امامت پس ان مولوی صاحب کا ایک مسئلہ باطلہ کی نسبت مسئلہ عقلیہ محضہ لا ریب فیہ کہنا استفادہ غلط ہے جس سے زیادہ غلط ممکن نہیں یا **پانچویں** یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو کہا کہ یورپ ہر کجا کہ وجود معلول را ذکر کنند بے وجود علت صورت امکان ندارد بلکہ ہیں یہ کلیہ علت تامہ حقیقیہ کی نسبت ہے نہ علت ناقصہ کی نسبت جیسے فلاں عمارت معلول رہے اور معمار علت ناقصہ حالانکہ ہزاروں عمارتیں ایسی ہیں جو اس وقت موجود ہیں اور ان کے معمار فانی ہو گئے۔ ایضاً بمضمون آخر زید کے سر میں دروہ ہے اور اس کی وجہ حرارت غیر طبعی ہے بلکہ اس کے سر میں بھی دروہ ہے مگر اس کی وجہ حرارت نہیں بلکہ بروہ ہے پس مسئلہ بالا میں معمار اور حرارت بروہ و عمارت و دروہ کے لئے علت ناقصہ ہیں پس علت ناقصہ کا وجود۔ وجود معلول کے ساتھ ضرور نہیں ہے۔ ایضاً بے وجود علت وجود معلول کا امتناع معلول مطلق کی علت مطلقہ کی نسبت ہے نہ مقید کی نسبت ہم افادہ مومنین کے لئے پھر یہاں کسی قدر تفصیل سے بحث کرتے ہیں مخفی نہیں ہے کہ ان مولوی صاحب کا خلاصہ بیان اس مقام پر یہ ہے کہ آنحضرت کی مولائیت معلول اور آپ کی نبوت علت ہے یہ قضیہ منفرست ہے اور کیرا ہے یہ کہ یہاں معلول پایا جائیگا وہاں علت پائی جائیگی نتیجہ

یہ کہ جہان مولائیت پائی جائیگی وہاں نبوت پائی جائیگی یہ شکل اول ہے اشکال اربعہ منطقیہ سے حالانکہ اس پر کئی غلطیاں موجود ہیں۔ اول یہ کہ صغریٰ غیر مسلم بلکہ غلط محض ہے۔ پر آپ کو چاہئے کہ اولاً اسکو دلیل قطعی سے ثابت کریں حالانکہ ظاہر ہے کہ مولائیت اور نبوت دونوں صغریٰ خدق عالم نے آنحضرت کی ذات اقدس میں جمع فرمائی ہیں۔ دوسرے یہ کہ علی التدرج ہاں کہ آنحضرت کی نبوت آپ کی مولائیت کی علت ناقصہ ہے مگر کبرے لائیم کیونکہ ممکن ہے کہ معقول موجود ہو اور علت ناقصہ معدوم جیسے عمارت موجود ہے اور معمار فانی تیسرے یہ کہ ظاہر ہے کہ صغریٰ مقیدہ ہے یعنی آنحضرت کی مولائیت معقول ہے اور آپ کی نبوت علت ناقصہ مقیدہ نہ مطلقہ ہیں اس صورت میں اگر کبرے مسلم بھی ہو تو نتیجہ مقیدہ ہوگا نہ مطلقہ یعنی جہان آنحضرت کی مولائیت پائی جائیگی وہاں آپ کی نبوت پائی جائیگی اور یہ مانحن فیہ سے خارج ہے پس نہایت تعجب ہے کہ ایک غلط مضمون کو دلیل عقلی قرار دیکر اس کے منکر کی نسبت کہنا کہ وہ هیچ عقلی از دلیل عقلی سرخی پیدا لایہ تعصب ذاتی یا چیری دیگر کہ واضح نمونہ دش خوئیست کہ خبر از طینہ ذاتیہ می دهد کہ کس قدر شرارت اور علماء اسلام کی نسبتہ سو رادب اور اہانت ہے و سید علم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

قال ایہ چہ ایم قل لا استلکم علیہ اجر الا الطورۃ فی القربی۔ خدائے معبود دین آیہ محمود محبت قربی را بعوض اجرۃ تبلیغ رسالت بر امت مرحومہ آنحضرت فرض و واجب قرار نمود۔ واحدے از اہل اسلام را در ان شکی و ریبی نیست و ازین آیہ قریب سی عقاید حقہ انتاعثر یہ ظاہر می شود کہ ہر یکے در اثبات مدعی دلیل است قاطع و ہر یکس را مجال انکار در ان نیست زیرا کہ این مطالب مستنبط از آیات قرآنی است بدلیل ان القرآن یفسد بعضہ بعضا۔

قول صاحبان فہم پر بخوبی ظاہر ہے کہ جب طرح تیسرہ آیات مذکورہ سابقہ کو کوئی تعلق ان مولوی صاحب کے دعویٰ باطل سے نہیں ای طرح آیہ مودۃ القربی کو بھی نہیں ہے و

اور وہ جو کہنا کہ اس آیت سے قریب تیس عقاید حقہ کے ظاہر ہوتے ہیں جو ہر ایک اثبات بدعی میں دلیل قاطع ہے کیا پس اگر یہاں مدعی سے مراد نبوت ائمہ علیہم السلام ہے تو غلط محض ہے اور اگر اس سے مراد عصمت ائمہ اور انکی اطاعت ہے تو صحیح ہے۔

قال وازان چہ مطلب را اینجا ذکر می کنم تا ہر کس بقدر قوت خویش یا کم یا بیش بمیزان عقلش سنجہ و قبل از دخول درین تمہید مقدمہ ضروری است و آن اینکہ حکم کنندہ بسوال خدا و سوال کنندہ پیغمبر و سوال مت و مسئول عنہ مودت و قربی ازین ثابت شد کہ مخاطب غیر قربی است پس مخاطبین قربی ہستند زیرا کہ محبت قربی را خدا فرض فرمودہ ہر کہ محبت او فرض باشد معصوم باشد و محبت غیر معصوم را خدا حرام فرمودہ چنانچہ می فرماید لا تکرہوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار و معلوم است کہ ظالم ہر سہ قسم است یکے ظلم بر خدا کہ می فرماید ان الشرک لظلم عظیم و دیگر ظلم بر بندگان خدا و سوم ظلم بر نفس خود و ہر کس کہ بہ یکے ازین سہ تا ظلم متلبس نشود از اول عمر تا آخر آن در وقتی از اوقات ان ظالم باشد و معصوم نیست ہر چند این متلبس بہ ظلم بہ نحو سوہوم باشد صدق ظالم بر متلبس می شود پس از محبتہ ظالم بحجم اقسام ظلمش خدا ہی فرمودہ است و محبت قربی را فرض نمود و آنچه نہی از محبت ظالم و اثم امثال ایشان وارد شدہ است از حیث ظلم و غیرہ است و باعتبار اعتقاد و ایمان ایشان از محبت ایشان پس اگر مومن بودہ باشد۔ پس بقدر ظلم و گناہ ایشان را دشمن بداند بشمنی جزئی و ایشان را دوست بداند بسبب ایمان بدوستی کلی۔ ازین ثابت شد کہ قربی ظالم نیست بہر سہ قسم ظلم زیرا کہ محبت قربی واجب است پس ثابت شد کہ قربی معصوم است و امت غیر معصوم و ہیکس از افراد امت داخل در قربی نیست زیرا کہ امت معصوم نیست و این است فرق در میان امت و قربی پس ہیکس از افراد امت را مجال نیست کہ ادعای دخول را در قربی کند چہ جائے اثبات دخول در قربی۔

اقول واللہ الموفق والمہدین۔ اس عبارت میں چند امور محل نظر ہیں جو تفصیل سے

سفر تحریر میں آتے ہیں اول یہ کہ محبت غیر معصوم کا حرام ہونا بطور عموم صحیح نہیں ہے کیونکہ دو
 حال سے خالی نہیں یا تو اس آیہ شریفہ میں قرابت سے مراد آنحضرت کے عام قرابت دار ہیں جو
 لاکھوں سے بھی زیادہ ہیں یا خاص اہل بیت طاہرین صورت اولیٰ غلط ہے کیونکہ آنحضرت
 کے کل قرابت دار معصوم نہیں ہیں بلکہ بعض کافر ہیں جیسے ابولہب وغیرہ۔ اور صورت ثانیہ
 میں کیا بغیر عترت اطہار علیہم السلام آنحضرت کے جملہ اقرباء سے محبت حرام ہے ہرگز نہیں
 عجیب نہیں کہ یہ مولوی صاحب اپنی اعتقاد کی بنا پر حضرت حمزہ حضرت جعفر طیار حضرت
 عباس حضرت علی اکبر حضرت قاسم علیہم السلام سے اور دوسرے بزرگان دین سے عداوت
 رکھتے ہوں گے اگرچہ بدشمنی جبری ہو العیاذ باللہ۔ حالانکہ خداے تعالیٰ نے مومنین سے محبت
 کہنے کا حکم دیا ہے چنانچہ فرمایا ہے لا تقذ المومنون الکافرین اولیاء من دون
 المومنین یعنی مومنون کو نہ چاہئے کہ بغیر مومنین کے کافروں سے محبت کریں یہاں
 مومنین سے عام مومنین مراد ہیں نہ خاص معصومین۔ اور ایضاً فرمایا ہے والمومنون والمؤمنات
 بعضهم اولیاء لبعضهم یعنی مومنین و مومنات آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں
 ایضاً ملائکہ کی زبانی ارشاد فرمایا ہے نحن اولیاءکم فی الحیوۃ الدنیا و فی الآخرة یعنی
 دنیا و آخرت میں ہم تمہارا دوست ہیں ایضاً علامہ مجلسی نے حق الیقین کے ص ۳۳ مطبوعہ
 جعفری میں بند معتبر امام رضا علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا دو واجب است محبت
 انہما کہ بر طریقہ پیغمبر رفتہ اند و تغیر و تبدیل دین خدا نکر وہ اند مثل سلمان فارسی و ابوذر غفاری و عمار
 بن اسود و غمار بن یاسر و حذیفہ بن الیمان و ابوہریرہ بن العتہ و سہل بن حنفیہ و عبادہ بن الصامت
 و ابوایوب انصاری و خرمیہ بن ثابت ذوالشہادتین و ابو سعید خدری و امثال انہار فی الشہد
 و ولایت اتباع ایشان و پیروان ایشان و انہما کہ بہ ہدایت ایشان ہدایت یافتہ اند و بر طریقہ ایشان
 رفتہ اند اسے دوسرے یہ کہ چونکہ نبوت و امامت کے لئے دلیل عقلی عصمت شرط ہے لہذا آیہ لا
 ینال عہدی الظالمین میں ظالمین سے مراد غیر معصوم ہیں نہ مطلقاً۔ اور محبت کیلئے ایمان

شرط ہے نہ صحت۔ پس یہ شرط کہ ابتداء سے عمر سے آخر عمر تک کسی سے عہد اسہوا کوئی گناہ صاف
 نہ ہو معصوم کے لئے ضرور ہے نہ مومن متقی و عادل کیلئے۔ کیونکہ بلوغ سے پہلے کسی مومن کے لئے
 گناہ فی الحقیقت گناہ نہیں اور نہ سہو سے ارتکاب گناہ باعث عذاب ہوتا ہے اگر سہو سے
 گناہ باعث عذاب و دشمنی ہو تو خدا سے تعالیٰ کا ظلم لازم آئے گا اور وہ محال ہے۔ چنانچہ یقیناً
 مطبوعہ جعفری کے صفحہ ۳۱ میں مرقوم ہے ابن ابویہ و دیگران بسند اسے صحیح روایت کردہ اندک
 آنحضرت کہ رسول خدا صلعم فرمود کہ برداشتہ انداز امت من منہ چیرا خطارا و فراموشی را الخ
 تیسرے یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو کھا پس اگر مومن باشند بقدر ظلم و گناہ ایشان۔ ایشان
 را دشمن بدارند دشمنی جزئی و ایشان را دوست بدارند بسبب ایمان بدوستی کلی۔ پس یہ کلام کلام
 سابق سے یعنی محبت غیر معصوم را خدا حرام فرمودہ معارض ہے۔ ایضاً بہت سے مومنین کا ملین
 ایسے ہیں جن سے عہد آگونی گناہ صادر نہیں ہوا یا ہم پر ثابت نہیں اور وہ غیر معصوم ہیں کیونکہ
 آخری زمانہ میں معصوم تو چودہ ہی بزرگوار ہیں۔ پس بر بنائے قول ثانی مولوی صاحب موصوف
 انکی محبت واجب ہوگی اور بر بنائے قول اول انکی محبت حرام۔ اور یہ عین تعارض ہے آنحضرت
 خلاصہ کلام اس مقام پر یہ ہے کہ محبت کی دو قسمیں ہیں ایک بالاصالتہ دوسرے بالتبع پس حضرات
 معصومین یعنی آنحضرت اور عترۃ طاہرین علیہم السلام کی محبت بالاصالت فرض ہے اور
 انکے دوستوں اور تابعین کی محبت بالتبع چوتھے یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو کھا دیکھیں
 از افراد امتہ داخل در قریب نیست بل پس عین تدلیس ہے کیونکہ امتہ عام ہے جس میں ذوی القربی
 بھی داخل ہیں۔ امت کے معنی لغت کردہ کے ہیں اور اصطلاح میں کسی پیغمبر کے تابعین کو امت
 کہتے ہیں پس آئمہ علیہم السلام کو آنحضرت کے تابعین سے خارج کرنا سفسطہ ہے آیہ ومن تبعوا
 من المومنین خاص امیر المومنین کی شان میں نازل ہوا ہے اسکے علاوہ ہم نے سابق میں
 براہین قطعیہ سے ثابت کر دیا ہے کہ حضرت امیر آنحضرت کی امتہ اور تبعین سے ہیں اگرچہ
 افضل الامت نہیں بھر حال امت ذوی القربی میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے۔

قال و عداوہ بران در قرآن مجید چند جماعت را ذکر فرمودہ است کہ دشمن می دارد و معلوم است کہ
 کسانی را کہ دشمن می دارد و بمحبت ایشان بخلق نخواهد فرمود زیرا کہ امر کردن خدا بمحبت کسی دلیل است
 براینکہ خدا آن را دوست می دارد و همین کہ خدا کسی را دوست ندارد معنی اش این است کہ او را دشمن دارد
 زیرا کہ محبت و عداوت فرع معرفت است اگر کسی دانست کہ فلان کس خوب است و دشمنش می دارد
 و اگر دانست کہ بدست دشمنش می دارد و اگر ندانست کہ خوب است یا بدست نہ دوست می دارد
 دشمن می دارد و ثابت است کہ خدا سعید و شقی ہر دو را می داند پس سبب را دوست می دارد و شقی
 را دشمن می دارد و از برای خدا شق ثالثی کہ خدا نداند کہ خوب است یا بدست نیست پس ہر گاہ خدا
 کسی را دوست ندارد ثابت است کہ دشمن می دارد و از برای کسی کہ خدا گفتہ است کہ دوستش
 نمی دارم مثل ظالم و خائن و اثم و کاذب و غیر ذلک قربانی ازین جماعت نیستند و کسانی کہ ازین جماعت
 نیستند معصوم اند پس محبت معصومین واجب است چنانچہ خداے معبود در قرآن مجید می فرماید
 ان الله لا يحب الخائنين و می فرماید و الله لا يحب الظالمين و می فرماید ان الله
 لا يحب الفرجين و می فرماید ان الله لا يحب الكافرين و می فرماید ان الله
 لا يحب المفسدين و می فرماید ان الله لا يحب المعتدين و می فرماید ان الله
 لا يحب المفسدين و می فرماید ان الله لا يحب كل خوان كفور و می فرماید و الله لا
 يحب كل كفار اثيم و می فرماید ان الله لا يحب كل مختال فخور۔

اقول یہ کلام چند وجوہ سے محل کلام ہے اول یہ کہ اس امر پر اتفاق شیعہ ہے کہ آنحضرت
 کے تابعین میں فقط ائمہ اثنا عشر اور جناب سیدہ علیہم السلام معصوم ہیں انکے سوائے دوسروں کو
 معصوم نہیں ہیں ان مولوی صاحب کے بیان بالاسے صاف طور پر یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت
 کے بعد دنیا میں دو ہی قسم کے لوگ ہیں۔ ایک معصوم کہ وہ جناب سیدہ اور ائمہ اثنا عشر علیہم السلام
 ہیں دوسرے ظالم و خائن و اثم و کاذب و قباۃ هذا الطعن لا تخفى علی من لا فہم
 یسیر۔ نہیں معلوم یہ مولوی صاحب حضرت امیر حمزہ۔ جعفر طیار۔ سلمان فارسی۔ ابوذر غفاری

وغیر ہم من خیار الصحابة اور حضرت ابو الفضل العباس حضرت علی اکبر وغیرہا من اہل بیت الحکیم
 بلکہ جملہ شہداء کے گردا کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہیں۔ حالانکہ شہداء کے گردا وہ ہیں جن پر اللہ نے
 ان الفاظ سے سلام کیا ہے السلام علیکم یا اولیاء اللہ واجباۃہ پس ضرور ہے کہ ہم
 کل امت کی اولاد و تقسیم کریں ایک معصوم ایک غیر معصوم معصومین میں جناب سیدہ
 اور امہ اثنا عشر علیہم السلام داخل ہیں۔ پھر غیر معصوم کی دو قسمیں ایک مومن عادل دوسرے
 فاسق۔ پس علاوہ معصومین کے مومنین عادلین کو بھی خدا سے تعالیٰ دوست رکھتا ہے
 مان یہ صحیح ہے کہ خلاق عالم کی محبت کے مدارج ہیں جس شخص کا جیسا مرتبہ ہوتا ہے اسکو اس قدر
 دوست رکھتا ہے اور ہم کو بھی یہی لازم ہے کہ سب سے بڑھ کر خلاق عالم سے محبت کریں
 اسکے بعد آنحضرت اور آپ کی عترۃ اطہار کی محبت فرض سمجھیں۔ اسکے بعد ان کے اقربا اور دوستوں
 اور تابعین کی محبت اپنے اوپر لازم گردانیں کہ فی الحقیقت یہ انہیں کی محبت کی فرع ہے دوسرے
 یہ کہ ان مولوی صاحب نے جس قدر آیتیں بھیاں پیش کی ہیں۔ ان میں سے بعض تو ایسی ہیں کہ
 خدا سے تعالیٰ کی عدم محبت دوامی پر وال ہیں یہ انہی نسبت ہے جو تادم مرگ کافر و ظالم رہے
 اور بعض ایسے ہیں جن سے ثابت ہے کہ بسبب ایک فعل خاص کے خدا سے تعالیٰ کسی کو دشمن
 رکھتا ہے جب کسی مومن نے اس فعل سے توبہ کی وہ عداوت مبدل بحبت ہو گئی تیسرے
 یہ کہ قرآن شریف میں بہت سی آیتیں ایسی موجود ہیں جن سے ثابت ہے کہ خلاق عالم عام
 مومنین سے محبت رکھتا ہے جیسا کہ لے فرمایا ہے واللہ یحب المحسنین اور غیر
 ارشاد کیا ہوا واللہ یحب التوابین و یحب المتطہرین اور نیز فرمایا ہے قل ان کنتم
 تحبون اللہ فاتبعونی یحبکم اللہ یہ آیتیں عام مومنین کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ان
 میں تخصیص حضرات چاروہ معصومین علیہم السلام کی نہیں ہے۔ پس اگر یہ کھا جائے کہ جبکہ خدا تعالیٰ
 دوست رکھتا ہے وہ معصوم ہے تو ثابت ہوگا کہ جس قدر مومنین محسنین ہیں اور جس قدر آنحضرت
 کے متبعین ہیں اور جتنے توابین ہیں جتنے متطہرین ہیں سب میں ہر ایک اور مخالف عمل

تقل ہے۔

قال دیکھو کہ محبت قربانی فرع معرفت قربانی است پس ہر قدر معرفت قربانی زیاد شود محبت قربانی زیاد شود و کوتاہی و تقصیر در معرفت قربانی کوتاہی و تقصیر در محبت قربانی خواہد بود۔

اقول اگر معرفت قربانی بمعنی لغوی ہے تو او سکونہ محبت لازم ہے نہ ایمان۔ بہت سی لوگ ایسے تھے کہ آنحضرت کی حقیقت اور آپ کی رسالت کا انکو علم تھا مگر تعصب سے ایمان نہیں لائے حضرت امام حسین علیہ السلام کے فضائل سے واقف ہو کر آپ کی حقیقت کو جان کر آپ کی محبت کا دعوے کر کے آپ کو شہید کیا۔ مختصر سخن فیہ میں ضرور ہے کہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ آنحضرت کے وہ قرابت دارجن کی محبت ہمہ پر فیض ہے وہ آپ کی عترۃ اطہار ہیں۔ اور وہی خاصان خدا اور ہمارے پیشوا اور والدین اور ہمارے شفیع ہیں اور ان سے محبت اپنی جان و مال اور والدین اور اولاد سے بڑھ کر کہیں پس یہی درجہ ایمان کامل کہ ہے۔ اگر معرفت کے یہ معنی ہیں کہ جو منصب انکو خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا تھا یعنی امامت و ولایت اسکا اعتقاد رکھا جائے تو اسکا ذکر ہم نے کر دیا۔ مگر معرفت کے یہ معنی نہیں کہ انکی ذات و صفات میں غلو کیا جائے۔ اور خلاف عقل و نقل و خلاف ضروری دین اسلام اعتقاد رکھا جائے اور انکو ایسے درجہ پر پہنچایا جائے جسکا انہوں نے خود انکار کیا ہے اور ایسے مشفقین پر نسبت فرمائی ہے اور ان سے تبرک کر لیا حکم دیا ہے پس ایسی ہر فرستہ خارج از دین اسلام اور عین کفر ہے۔

قال و قدر معرفت شان ہمان است کہ از اصحاب طہارۃ و عصمت ہمارے سیدہ کہ موافق و مطابق قرآن بودہ باشد مثل قولوا فیتا ما شکتم الا ان تقولوا یربی ربنا و لن یبلغوا کتبہ فضلنا ازین قدر مضرت معلوم شد کہ بعد قول بر بویۃ خدا ایشان را۔ در باب ایشان ہرچہ بگوئیم جائز است و ہنوز باقی است کہ فہم ما با بنجانی رسد پس جمیع مراتب از قسم اصطفاء و طہارت و عصمت و نبوت و رسالت و امامت و ولایت و مظہر تہ صفات کمالیہ الہیہ و غیر ذلک از بڑے ایشان ثابت است نیز کہ این صفات از قسم بر بویۃ نیست و ہر یکس قابل نیست

کہ نبوت و رسالت ربوبیتہ است۔

اقول اس بیان میں ان مولوی صاحب نے سخت دھوکے دے ہیں جنکی تر ویداستیجا با
چند بحثوں میں کی جاتی ہے۔

پہلی بحث یہ کہ بیشک معرفت حضرات معصومین ہوں اور اس قدر چاہتے ہیں کہ وہ کو دلیا عقلی و
نصوص قطعی سے پہنچی ہے۔ پس نبوت و رسالت ائمہ علیہم السلام کی معرفت اصحاب عصمت
و طہارۃ سے پہنچنا کیسا اسکا خلاف ہو گا براہین قطعیہ و احادیث متواترہ سے پہنچا ہے پس نبوت
و رسالت ائمہ کا اعتقاد رکھنا اصحاب عصمت و طہارت کو جھٹلانا اور انکی تکذیب کرنا ہے
بعونہ تعالیٰ احقر نے احادیث متواترہ سے ثابت کر دیا ہے کہ آنحضرت پر نبوت ختم ہو گئی آپ کے
بعد کوئی پیغمبر نہیں آوے گا آپ بہترین مخلوقات اور حضرت امیر اور باقی ائمہ اطہار سے بھی
افضل ہیں اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ یہ امور ضروری دین اسلام سے ہیں جبکہ منکر خارج از دین
اسلام ہے دوسری بحث یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو روایت قولوا فیتا ما شئتم الخ
پیش کی ہے وہ ان کی بے فہمی پر دال ہے کیونکہ روایت مذکور باوجود ادا بسبب تعارض اول
قطعیہ اول یا مخصص ہے چنانچہ یہ الہ اما جناب الی حسین اعلیٰ اللہ سفارہ نے حدیث مذکور
کے باب اول ص ۱۷ میں تحریر فرمایا ہے تم کہ روایت نزولنا عن الربوبیۃ و قولوا
فیتا ما شئتم سراسر بجا است اما اولاً فلا فکونھا من انبیاہم الاحاد وھی لا
تصلح للاستناد فی اصول الاعتقاد و ثانیاً مردانہ سب مالک و خالق و رازق است
چنانچہ در روایت تفسیر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام وارد است پس نسبت خلق و زرق
آنحضرت منافی تنزیل عن الربوبیت است۔ و ثالثاً بعد از تنزیل نبی گوئیم کہ استدلال باین روایت
تک مبہوم است و قاعدہ عامہ عام الا و قد خص۔ ولایت پر تخصیص وارد
چنانکہ عموم من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنة۔ مستند نجات سائر فرق اسلامیہ نہیں تو انہ
بود عموم این روایت نیز مستند نہیں تو انہ شد و کیف لا تہون مخصصة و الحال انہ محض تنزیل

یلمہد عن الصفات المختصة بالربوبية كالقدم وعن درجة النبوة پس
 از عموم ما شتم مدح و تنائی است کہ بروفق اصول شرعیہ باشند این کہ ہر چہ خواستہ باشند از
 امور واقعیہ و غیر واقعیہ کہ از طرف خود تراشیدہ منسوب بحضرات نمایند گفتن آن روا باشد الخ۔
تیسری بحث یہ کہ ان مولوی صاحب نے اپنے اسی رسالہ کے ص ۳۱ میں اس حدیث
 کی نسبت دعویٰ تو اتر کیا ہے پس اس غلط بیانی کے ثبوت کے لئے یہی ایک امر کافی ہے
 کہ اگر وہ مدعی تحقیق ہیں تو کم سے کم دس سندیں اسکی پیش کریں وانی لاہ ذلالت پس محض ایک روایت
 اعاد پر جو بسبب مخالفت اولہ قطعیہ ماول و مخصوص ہو اپنے اعتقاد کی بنا رکھنا اور اسکے لئے قرآن
 و نصوص متواترہ کثیرہ و ضرورت دین اسلام کا انکار کرنا جس شخص کا کام ہے صاحبان فہم
 بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

چوتھی بحث یہ کہ بعض نے روایت قولوا فینا ما شتم سے تمسک ہو کر دو امور
 فاسدہ کے اعتقاد کی شہرت دی ہے ایک نبوت ائمہ علیہم السلام دوسری تفویض اور معنی
 تفویض یہ ہے کہ خلاق عالم نے سب سے پہلے آنحضرت اور حضرت امیر کو پیدا کر کے جملہ
 مخلوقات کی خلقت و تربیت ان کے سپرد کی پس انہیں نے سب کو پیدا کیا یہی رازق ہیں
 اور یہی سکومارتے ہیں معاذ اللہ۔ حالانکہ یہ دونوں اعتقاد عین کفر و شرک ہیں جبکہ نبوت
 گزرا۔ ایضاً برہان عقلی و نصوص قرآنی و احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ جمیع اشیاء
 کا خالق و رزق اللہ تعالیٰ ہے یہ مسئلہ بھی ضروری دین اسلام سے ہے حکما
 منکر خارج از دین اسلام ہے اور اس کی تفصیلی بحث کتاب ہدایہ کے حصہ ثانیہ میں آئیگی انشاء اللہ
 تعالیٰ

قال و باید کہ ہر حدیثی کہ در فضائل ایشان وارد بشود و مخالف قرآن نباشد انکار نہ کنند
 بہرست انکہ آن حدیث از دو حال خالی نیست یا باخوش می آید یا خوش نیاید اگر خوش آید قبول
 بکنیم و اگر خوش نیاید علم اورا بنجد اور سولش بسپاریم و مبادرت برداشتن بکنیم کہ ممکن است

کہ روش موجب تکذیب خدا و رسول و ائمہ بشود و شخص روکنندہ ہالک شود چنانچہ در جلد
ہفتم سجاد باب غرائب افعالہم و احوالہم ص ۳۱۳ از امام محمد باقر علیہ السلام مرویت کہ فرمود
رسول خدا بہ تحقیق کہ حدیث آل محمد عظیم است و دشوار است و یاقہ شدہ است دشوار کہ ایمان نہی
آرد با و مگر ملک مقرب یا بنی مرسل یا بندہ کہ امتحان کردہ است خدا دل اورا از برائے ایمان
پس انچہ کہ وارہ بشود از حدیث آل محمد پس نرم بشود از برائے او قلوب شما و بفہمید اورا پس
قبول بکنید و انچہ کہ منقبض بشود از برائے او و طہائے شما و نفہمید اورا پس رو بکنید اورا بسوے
خدا و بسوے رسول و بسوے عالم کہ آل محمد است و جز این نیست کہ ہالک انت کہ بیان کند
احدے شمار حدیثی یا چیرے کہ تحمل نشود اورا پس بگوید کہ قسم بخدا این نیست و انکار از
فضائل ایشان ہمان کفر است پس ازین حدیث انکار فضائل اہل بیت علیہم السلام نہی
عناست۔

اقول کئی وجوہ سے محل کلام ہے اول یہ کہ معلوم ہے کہ آنحضرت صلعم پر اور ائمہ
طاہرین پر ہزاروں جھوٹی حدیثیں بنائی گئی ہیں منافقین و دشمنان اہل بیت طاہرین اور فاسق
و غلاۃ اور مفوضہ اور واقفہ وغیرہم نے وضع احادیث میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کی۔ روایات
اہل سنت کی نسبت موضوعات ابن جوزی۔ موضوعات صغیر اور موضوعات کبیر وغیرہ قابل
ملاحظہ ہیں۔ اور علمائے موثقین شیعہ سے شیخ ابن بابویہ رح نے کتاب من لا یحضرہ الفقیہ
میں مذکور اذان تحریر فرمایا ہے والمفوضۃ لعنہم اللہ قد وصفوا اخبار النخاع بطرح
کئی علمائے وضع احادیث کی تصریح کی ہے اسکے علاوہ خود ائمہ نے مقامات مستعدہ پر ارشاد
فرمایا ہے کہ فلان اور فلان اشخاص ہم پر افتر کرتے ہیں اور جھوٹی حدیثیں بناتے ہیں۔ چنانچہ
غفریب اسکی نسبت بعض حدیثیں نقل کیجائیں گی انشاء اللہ تعالیٰ اور اسی لئے علماء کو
کتب رجال کی تدوین کی ضرورت ہوئی تا رواۃ عدول و فاسق کا حال ظاہر ہو اور حدیث صحیح
و سقیم میں تمیز کیجائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے ان جاءک

فاسق بنیاء فبتینوا یعنی اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اسکی تحقیق کرو یہ آیہ شریفہ
 اس امر پر دال ہے کہ ہر خبر لائق اعتناء نہیں اور اس امر پر نص ہے کہ فاسق کی روایت غیر معتبر
 ہے۔ یہ علماء مولانا مولوی السید حسین علی اللہ مقامہ نے حدیقہ سلطانیہ کے باب اول ص ۵
 میں کہا ہے کثی علیہ الرحمۃ باسناد خود از یونس از ہشام بن الحکم روایت کردہ کہ او ثنیہ حضرت
 صادق کہی فرمود کہ مغیرہ بن سعید دیدہ و دانستہ کذب و دروغ بر پدر من می بست و اصحاب
 ائمہ در اصحاب پدر بزرگوار من مخفی و پوشیدہ بودند کتابھارا از اصحاب پدر من می گرفتند پس می پند
 آرا بنغیرہ پس مخفی داخل می کردند آن کفر و زندقہ خود را و نسبت می داد آنرا بسوے پدر بزرگوار من
 بعد آن کتابھارا با اصحاب خود می داد و حکم می کرد انھارا کہ در میان شیعہ آن کتابھارا منتشر سازند
 پس ہر انچه در کتب اصحاب پدر بزرگوار من از مضامین غلو یافتہ شود۔ از انجملہ است کہ مغیرہ
 بن سعید در آن کتب داخل ساختہ۔ و ازین حدیث دو فائدہ لائح گردید کہ یکے تدلیس و تبلیغ
 ملائفس تدقیق نظر در امور این جماعت لازم است تا در کید ایشان نیفتند۔ و دیگر آنکہ ہر روایت
 منسوب بحضرت لائق اعتماد نیست و چنان نیست کہ این جماعت متحدہ قریبۃ العہد گمان کردہ
 انکہ در خصوص فضائل ہر روایت کہ منسوب بانحضرات باشد انکار ان کفر است چہ این توسع
 را کہ گویا تمہید می است برائے عدم انکار بروم از روایات غلو۔ و غلو و افراط است در قبول
 ہر روایت خدا فاقولہ تعالیٰ۔

ان جاءکم فاسق بنیاء فبتینوا و للخبیر من صدقہ فقد کذبنا انتہ او فقر
 خیر کے معنی یہ ہیں کہ معصوم نے فرمایا کہ جس شخص نے فاسق کی تصدیق کی یہ تحقیق کہ اس نے
 ہماری تکذیب کی البتہ علماء نے جو حدیث کثی علیہ الرحمۃ مغیرہ بن سعید کی نسبت نقل کی
 مثل اسکے متعدد حدیثین باسناد مشہورہ کتاب رجال کثی میں موجود ہیں۔ ایضاً رجال کثی کے
 صاحبان میں مرقوم ہے جسکا خلاصہ یہ ہے۔ یونس کہتے ہیں کہ میں نے عراق میں امام جعفر
 صادق علیہ السلام کے اصحاب سے بعض کتابیں لیں اور امام رضاؑ کی خدمت میں وہ کتابیں

پیش کین آپ نے ان میں سے بہت سی حدیثوں کا انکار فرمایا اور کہا کہ ہرگز یہ میرے جہانگوار کی
حدیثیں نہیں ہیں خدا کے تعالیٰ ابوالخطاب اور اسکے اصحاب پر رحم کرے کہ وہ جو کوئی بیعت بناتے ہیں اور کتب اصحاب صادق میں داخل کرتے ہیں الخ۔ المختصر حدیث کی تصدیق کے لئے ضرور ہے کہ اس کے راوی عادل وثیق ہوں وہ حدیث خلاف اصول عقاید، خلاف نصوص قرآن و احادیث متواترہ اور خلاف ضروری دین اسلام ہو و وسوسہ کہ یہ کہ جو روایت ان مولو صاحب نے ساج سجار سے پیش کی ہے وہ خود ضعیف ہے اور اسکے روات میں غلات و فساد موجود ہیں چنانچہ ساج سجار کے باب غرائب افعالهم واحوالهم میں یہ روایت باين الفاظ منقول ہے علی ابن عبد الصمد عن ایبہ - عن السیدابی البرکات علی بن الحسین الجوزی عن الصدوق عن یحییٰ بن سعد عن ابن ابی الخطاب عن محمد بن شان عن عمار بن مروان عن المنخل عن جابر قال قال ابو بصیر الخ یا بکا پھلارا وی جابر جعفری ہے خلاصۃ الاقوال اور رجال نجاشی میں منقول ہے کہ وہ دو تیس جن کو منحل وغیرہ نے جابر سے روایت کیا ہے کل ضعیف ہیں دوسرا راوی منحل ہے جسکی نسبت خلاصۃ الاقوال کی قسم ضعفاء میں مرقوم ہے کان کو فیاض عفناونی مذہبہ غلوئے یعنی شخص فاسق اور غالی ہے اور رجال نجاشی کے ص ۲۹۸ میں اسکی نسبت لکھا ہے ضعیفٌ فاسد الروایة اور ایک راوی اسکا محمد بن شان ہے جسکی نسبت رجال نجاشی کے ص ۲۳ میں مرقوم ہے رجل ضعیف جداً لا یعول علیه ولا يلتفت الی ما لقده به یعنی یہ شخص بہت ضعیف الروایت ہے اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور اسکے مستفادات لایق التفات نہیں اور خلاصۃ الاقوال کی قسم ضعفاء میں اسکی نسبت لکھا ہے وابن الغضائری قال انه ضعیف ذالک يلتفت الیه پس ایسی روایت جس کے راوی ضعیف اور فاسق او غالی ہوں کیونکر لائق استناد ہو سکتی ہے قلمبر کہ یہ کہ علی التنزل و فرض صحت روایت یہ حدیث ہر گز ان روایات کی نسبت نہیں ہے جو فاق اور علاء سے مروی ہوں اور خلاف نصوص متواترہ اور خلاف اصول عقاید ہوں بلکہ ان روایات کی نسبت ہے جو کسی کی سمجھ میں نہ آئیں یعنی آنحضرتؐ فرماتے ہیں

کہ تم محض اپنے عدم فہم کی وجہ سے کسی حدیث فضیلت کا انکار نہ کیا کرو گے اور سہنے جو امور بیان کئے ہیں وہ یقینی اور اصیل عقاید سے ہیں اور اس حدیث کو ان کے کی طرح کا تعلق نہیں ہے
قال و معلوم است کہ اجرۃ تبلیغ رسالت را باید کہ بنجو حضرت محمد و اوہ بشود زیرا کہ ہر کس کہ خدمت بکند اجرت مال اوست و اجرۃ تبلیغ رسالت کہ محبت باشد محبت حضرت محمد واجب بشود نہ محبتہ قربی و افراد قربی بحسب روایات مرویہ فریقین علی و فاطمہ و حسن و حسین اند و باجماع مرکب و اعادیت دیگر ائمہ تسعہ نیز درین داخل ہاند پس محبتہ قربی را در مقابل خدمت تبلیغ رسالت اجرۃ قرار دادن بہیچ وجہ من الوجوہ موافق عدل نیست و این در صورتی است کہ حضرت محمد و حضرات ائمہ معارف باشند اگر ماقابل وحدۃ باطنیہ محمد و آل محمد باشند موافق عدل است و آن داون اجرۃ خدمت تبلیغ رسالت حضرت محمد و آل محمد است کہ محبتہ ایشان است زیرا کہ در باطن محمد و آل محمد علیہم السلام یک ہستند ہر چند در ظاہر و قوائی دارند و نتیجہ وحدۃ باطنی مساوات ظاہریت۔

اقول واللہ الموفق والہدایت جانا چاہئے کہ ہر چند یہ امر ہرگز بعید نہیں کہ آدمی کو خدمت بجا لائے اور اسکی اجرت اپنے بچوں کے لئے ٹھہرائے اکثر انسان ایسے ہیں کہ اپنی جان سے زیادہ اپنے بچوں کو عزیز رکھتے ہیں۔ تاریخ اسکی شاہد ہو اور تجربہ اسکا گواہ ہے کہ بے شمار آدمیوں نے شاقہ محنتیں برداشت کی ہیں اپنے نفوس کو معرض تلف میں ڈال دی ہے اور باوجود شاہ اور حاکم سے اسکے عوض میں اپنے بچوں کے لئے کوئی وظیفہ ٹھہرایا ہے اور کسی عاقل کے نزدیک ہرگز یہ امر خلاف عدل نہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ حقیقتہ میں آنحضرت نے اپنی رسالت کی کوئی ایسی اجرۃ اپنی امت سے نہیں چاہی جو مال دنیا سے متعلق ہو یا اس میں آنحضرت اور آپ کے ذوی القربی کا کوئی ذاتی فائدہ ہو اور نہ ایسی اجرۃ کے سوال کا خدا سے تعالیٰ نے حکم دیا ہے کیونکہ آنحضرت کی شان مبارک ایسی اجرت کے سوال سے ارفع ہے حالانکہ قرآن مجید میں ہے کہ حضرت نوح نے اپنی قوم سے فرمایا فاما التکمر من اجران اجری الا علی اللہ یعنی

میں نے کوئی مزدوری تم سے نہیں مانگی میری مزدوری تو خدا سے تعالیٰ پر ہے پارہ (۱۱) سورہ
 یونس ایضاً ہو و علیہ السلام نے اپنی قوم سے کھایا قوم لا اسئلكم علیہ اجر ان اجری
 الا علی الذی نظر فی پارہ (۱۲) سورہ ہو و اور لوط علیہ السلام نے فرمایا و ما اسئلكم
 علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العالمین پارہ ۱۹ سورہ شعرا اور یہی الفاظ
 حضرت شعیب نے فرمائے ہیں پارہ ایضاً سورہ ایضاً۔ ایضاً خدا سے تعالیٰ فرماتا ہے اتبعوا
 من لا یسئلكم اجرا و هم مہتدون اجز ۲۲۔ سورہ یس یعنی ایھا الناس تم ان پیغمبروں
 کی پیروی کرو جو تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ ایضاً آنحضرت کی
 طرف خطاب فرمایا ہے ام تسئلہم اجرا فہم من مغرم مثقلون یعنی بے جا
 کیا تم ان سے کوئی اجر مانگتے ہو جو وہ (اس) تاوان کے بوجہ سے دبے جاتے ہیں پارہ
 (۲۹) سورہ نون پس یہ نصوص ہیں اس امر پر کہ کسی پیغمبر نے اپنی رسالت کی مزدوری اپنی قوم
 سے نہیں مانگی اور خدا سے تعالیٰ نے بھی انہیں نبرہ گواروں کی پیروی کا حکم دیا جو اجرت نہیں
 مانگتے اور آیت مودت القربی سے ثابت ہے کہ آنحضرت نے بحکم خدا اجرت رسالت میں مودۃ
 قرنی کا سوال فرمایا اور یہ بظاہر تعارض ہے اور اس کا جواب حق و صحیح یہ ہے کہ اجرت کی دو قسمیں
 ہیں ایک وہ جو متعلق مال دنیا سے ہو اور جس میں پیغمبر کا کوئی ذاتی فائدہ ہو اور دوسری ان مجاہدین
 بھی یہ امر ثابت ہے چنانچہ ایک مرتبہ حضرت نوح نے اس طرح فرمایا قوم لا اسئلكم
 علیہ ما لا ان اجری الا علی اللہ اجز ۱۲) سورہ ہو یعنی بے قوم میں رسالت کے
 عوض میں تم سے کوئی مال نہیں طلب کرتا میری اجرت خاص خدا سے تعالیٰ پر ہے۔ پس ایسی اجر
 نہ انبیاء نے اپنی قوم سے طلب کی اور نہ آنحضرت نے دوسری اجرت وہ ہے جو مال دنیا سے متعلق
 نہ ہو اور پیغمبر کا اس میں کوئی ذاتی نفع نہ ہو بلکہ وہ ایک ایسا امر ہو جس کا فائدہ بھی امت ہی کی طرف
 راجع ہو اور وہ مودۃ قرنی ہے اور باتفاق فریقین ثابت ہے کہ یہاں قریب سے مراد حضرت
 اسیر المؤمنین اور جناب سیدہ اور حسن و حسین علیہم السلام ہیں اور معلوم ہے کہ ایسی مودت کو احکام

لازم ہے جب امت ان بزرگواروں سے مودت رکھ لگی تو ان کی اطاعت کریگی۔ اور جب
 اطاعت کریگی تو راہ راست پائیگی اور بہشت میں جائیگی پس اس مودت کا فائدہ بھی امت
 کے طرف راجع ہو گا نہ آنحضرت اور آپ کے ذوی القربی کی طرف اور یہ امر قرآن شریف سے
 بھی منصوص ہے چنانچہ خداے تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے قل ما سالتکم من اجر فہو لکم
 انخبر ۲۲ سورہ بایعہ اسے پیغمبر تم (اپنی امت سے) کہو کہ جو اجرت میں نے تم سے مانگی ہے
 اس کا نفع بھی تمہارے ہی واسطے ہے اس آیت شریفہ سے دو امور یقینی طور پر ثابت ہیں ایک یہ کہ
 آنحضرت نے ضرور اپنی امت سے حکم خدا کسی اجرت کا سوال کیا تھا اور وہ سوال نہ تھا مگر مودۃ
 قرنی کا وہ سرے یہ کہ اس اجرت میں آنحضرت کو یا ذری القربی کا کوئی ذاتی فائدہ نہ تھا بلکہ اس
 میں امت ہی کا فائدہ تھا۔ ثانی یہ کہ اگر وہ قادیانی کے بعض اشخاص نے حقیر سے آیت مودت
 قرنی کی نسبت ایک رذیل بحث کی تھی اور اپنے کچھ شبہات بیان کئے تھے اس لئے اختصار
 اس مقام پر کسی قدر ربط سے کام لیا پس بعض جواب مولوی صاحب موصوف اس قادیانی
 کی بھی تردید ہو گئی۔ اور ان مولوی صاحب نے آنحضرت کے عدم محبت کے بارے میں جو اعتراض
 کیے ہیں عین جہل یا تجاہل ہے کیونکہ آنحضرت کی محبت باتفاق امت عین ایمان ہے یہ بات
 متفق علیہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جو شخص مجھے اپنی جان و مال و اولاد سے زیادہ
 محبت کرے وہ مومن نہیں ہو سکتا اور ان مولوی صاحب نے جو کہا ہے و اگر ما قائل و حد
 باطنیہ محمد و آل محمد بشیم موافق عدل است لکے پس اگر وحدت است مراد وحدت حقیقیہ ہے تو
 وہ محال عقلی ہے خواہ ظاہری ہو یا باطنی اور اگر وحدت مجازیہ ہے تو مسلم لگتا ہے کہ اس سے دعویٰ
 مذکور ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور ایسے مجازات محاورہ عرب و عجم میں بکثرت شایع ہیں جسکے
 فہم کے لئے ذرا سی عقل بھی کافی ہے مگر جنوں سے مجبور می ہے۔ اور ان مولوی صاحب نے جو کہا
 ہے نتیجہ وحدت باطنی مساوات ظاہریت لکے پس اگر وحدت سے مراد وحدت مجازی ہے تو اس
 مساوات ظاہرہ سے لازماً وحدت باطنیہ سے مراد وحدت مجازیہ ہے تو وہ محال ہے۔ اگر ایک نور اور ایک

طینت سے خلق ہونے کو وہ لزوم مساواة ظاہری کے قائل ہیں تو یہ بھی غلط ہے ایک لطف سے دو
 لڑکے تو ام پیدا ہوتے ہیں اور ان کے مابین میں فرق ہوتا ہے حضرت آدم و حوا ایک طینت سے مخلوق
 ہوئے۔ حالانکہ حضرت آدم حضرت حوا سے قطعاً افضل ہیں جناب سیدہ یقیناً ذوی القربی
 میں داخل ہیں حالانکہ آنحضرت بلکہ حضرت امیر ہی آپ سے افضل ہیں اور مجھے گمان ہے
 کہ یہ مولوی صاحب بھی آنحضرت کی تھ جناب سیدہ کی مساواة ظاہری کے قائل نہ ہونگے
 پس اگر میرا گمان صحیح ہے تو آپ کی دلیل باطل ہے اور در صورت خلاف آپ کے عاقل ہونے
 میں صاحبان عقل کو شک ہوگا۔

قال وعلاوہ برآن اگر قریبے غیر پیغمبری بودند از ایشان ہم سوال مودۃ بعوض اجرت تبلیغ رست
 حضرت محمدی شد و معنی ندارد کہ پیغمبر خداست تبلیغ رسالت بکند و از امت اجرت بگیرد و از
 قربی اجرت بگیرد حالانکہ تبلیغ بقربی و امرت ہر دو سندہ باشند پس مامور بودن حضرت محمد
 بسوال اجرت از امت و مامور نبودن آنحضرت بسوال اجرت از قریب دلیل وحدت محمد آل
 محمد است پس قربی بسبب وحدت بانیہ و دخول در حقیقت محمدیہ رسالت اند۔

اقول نہر حریف کہ یہ مولوی صاحب چند شبہات رکھا کہ کو دلیل قرار دیکر چاہتے ہیں کہ ایک
 امر محال عقلی اور ایک امر متمنع نقلی کو ثابت کریں اور بنائے ناسد علی الفاسد رکھیں۔ یہ
 بات علماء و پڑھا ہر ہے کہ آیہ مودت میں جو استثناء واقع ہوا ہے اسکے متصل اور منقطع ہونے
 میں اختلاف ہے کما فی البیار اگر استثناء منقطع ہو تو تعریف مولوی صاحب مذکور سے باطل
 ہے اور اگر متصل ہو جب بھی شبہ مذکور مدفع ہے کیونکہ یہ اجرت از قسم مال و دولت نہیں
 جس سے اجیر فائدہ اٹھائے بلکہ بسبب چند مصالح و ہدایت خاصہ مودت قریب ہی اجرت
 دینی ہے پس انہیں قریب کی مودت کا سوال انہیں قریب سے دلیل حمق اور غلط بحث ہے جس
 قطعاً خدا و رسول بری ہیں۔ حالانکہ وہ اجرت اگر از قسم مال و دولت بھی ہوتی جب بھی
 اعتراض فضول ہوتا کیونکہ ہم نے سابق میں بیان کر دیا ہے کہ اکثر لوگ محنت شاقہ کرتے ہیں اور

اپنی جانوں کو معرض تلف میں ڈال دیتے ہیں اور اسکا عوض خاص اہل و عیال کے لئے مقدر کر جاتے ہیں۔ بھرحال وحدت ذاتین محال عقلی ہے جو کسی طرح وقوع پذیر نہیں۔ اور نبوت احدی بعد آنحضرت ممنوع نقلی جو اقیامت کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی۔

قال وازادادیت کثیرہ ثابت است کہ حضرت علی صاحب تاویل بودند چنانچہ در جلد نہم بحاجت ۱۳ باب جوامع مناقبہ از کتاب بشارت المصطفیٰ از حضرت علی مرتضیٰ مرویست کہ فرمود محمد مصطفیٰ اے علی تو برادر منی و من برادر تو ام نعم برگزیدہ از براسے نبوة و توفی برگزیدہ از براسے امامت من صاحب تنزیلیم و تو صاحب تاویلی و من و تو دو پدران این استہستم یا علی تو وصی من و خلیفہ من و وزیر منی الخ پس ازین حدیث ثابت شد کہ حضرت علی صاحب تاویل و حضرت محمد صاحب تنزیل است و معلوم است کہ نسبت در میان تنزیل و تاویل تباین است کہ ہر چہ تنزیل بتاویل صادق نمی آید و نہ ہیچ تاویل بر تنزیل صادق می آید و این معلوم است کہ تاویل افضل است از تنزیل و تنزیل مفضول است از تاویل و علم تاویل مخصوص است از اسنخان و رسم است ہمچنانکہ خدای فرماید و ما یعلم تاویلہ الا اللہ و المراسخون فی العلم و اسنخان در علم محمل و آل محمد ہستند پس از قرآن ثابت شد کہ محمد و آل محمد صاحبان تاویل اند و ہم معلوم است کہ اثبات شے نفی باعداء نمی کنند پس فرمودن آنحضرت کہ من صاحب تنزیل و تو صاحب تاویل ہو نفی علم تاویل از آنحضرت نیست و نہ موجب نفی علم تنزیل از حضرت علی است و وجہ تخصیص ذکر تنزیل بحضرت محمد کثرت و ظہور امور تنزیلیہ و ذکر من حضرت محمد است ہمچنانکہ وجہ تخصیص ذکر تاویل بحضرت علی کثرت و ظہور امور تاویلیہ و ذکر من حضرت علیست و تنزیل بیان معنی ظاہر قرآن را می گویند و تاویل بیان معنی باطنی قرآن را می گویند و در اہل اسلام مردم قابل اخذ معانی تاویلیہ نبودند کہ زمان حضرت محمد بود و در زمان حضرت علی بعضی از اہل اسلام قابل اخذ معانی تاویلیہ شدند۔

اقول کہی وجوہ سے منقوض ہے اول یہ کہ اس حدیث کا یہ فقرہ ہے من صاحب تنزیلیم

تو صاحب تاویلی کا صحیح یا حسن بھی نہیں بلکہ ضعیف ہے کہ مسئلہ فرعی میں بھی لایق استناد نہیں کیونکہ علامہ مجلسی نے نہم جمار کے باب جوامع مناقبہ میں اسکو بدین الفاظ نقل کیا ہے۔
 عن الصدوق عن محمد بن احمد الشیبانی عن اکا سدی عن البرقی عن عبد
 بن احمد عن القاسم بن سلیمان عن سالم بن ابی حفصہ عن سعید
 بن علاقہ عن ابی سعید عقیصا عن سید الشہداء ابراہیم بن علی
 الحدیث اس حدیث کے اکثر راوی مجاہل ہیں ملاحظہ ہوں کتب رجال اور ایک و
 سالم بن ابی حفصہ ہے۔ جسکی نسبت علامہ علی نے خلاصۃ الاقوال کی قسم ضعیف میں لکھا ہے سالم بن
 ابی حفصہ لعنہ الصادق وکذبه وکفرہ یعنی حضرت صادق علیہ السلام نے اسپر لعنت
 کی ہے اور اسے کاذب و کافر فرمایا ہے پس ایسی روایت جسکے روات مجاہل و ملعون و کاذب
 و کافروں کس طرح قابل استناد ہو سکتی ہے۔ ہاں اس روایت کے وہ مضامین جو دوسرے احادیث
 متواترہ یا صحیحہ و مشہورہ سے موید ہیں بیشک صحیح و درست ہیں چنانچہ اس حدیث کا وہ فقرہ
 جو آنحضرت نے فرمایا انا المصطفیٰ للنبوة وانت المحبب للامامة روایات کثیرہ متفاو
 سے پایہ ثبوت کو پہونچا ہے۔ اور تقسیم دو چیزوں کی دو شخصوں کے لئے بالتقابل علی الخصوص لازم
 کیساتھ اس امر پر دل ہے کہ ہر چیز ہر شخص کے لئے خاص ہے۔ دوسرا اسمیں شریک نہیں چنانچہ
 حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا **ع** فینا قسمة الجبار فینا + لنا علم و لا
 عدا مال۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ علم ان حضرات کے لئے خاص ہے اعداء اس میں
 شریک نہیں اور مال آپ کے اعداء کے واسطے مخصوص ہے ان حضرات کا اسمیں حصہ نہیں
 اس طرح حدیث بالا سے ثابت ہے کہ نبوت آنحضرت کے لئے خاص ہے حضرت امیر
 شریک نہیں اور امامت یعنی نیابت رسول حضرت امیر کے لئے مخصوص ہے آنحضرت امیر
 شریک نہیں اور ان مواوی صاحب نے جو کہا کہ وہ اثبات شے نفی ما عداہ نمی کند یا پس کا
 میجل نہیں ہے بلکہ یہاں تقسیم الثمنین للذاتین بالتقابل ہے جس سے متبادر ہے الذہن

ہے دوسرے یہ کہ علی التتمیل و تسلیم صحت روایت میں صاحب تنزیلیم تو صاحب تاویل کی
 کوئی دعویٰ ان مولوی صاحب کا ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں تخصیص تو ضرور ہے
 جو متبادرات الذہن ہے ورنہ تقابل بے جا ہو گا مگر مراد تاویل سے یقیناً علم تاویل نہیں بلکہ
 عمل بالتاویل ہے اور وہ بھی عام نہیں بلکہ خاص جہاد کے بارے میں ہے چونکہ بعض احادیث
 معتبرہ میں وارد ہے کہ آنحضرت نے فرمایا یا علی تم تاویل قرآن پر جہاد کرو گے جس طرح سے
 میں نے تم پر قرآن پر جہاد کیا ہے اسی لئے دوسری حدیث میں فرمایا میں صاحب تنزیل ہوں
 اور تم صاحب تاویل ہو اگر اس سے علم تاویل مراد ہو تو تقسیم بالتقابل بجا ہوگی اور تخصیص غلط۔
 کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم۔ اور آنحضرت
 افضل الراسخین فی العلم ہیں چنانچہ جلد ثانی حیوۃ القلوب کے باب (۱۳) ص ۱۲۲ مطبوعہ
 نو لکھنؤ میں مرقوم ہے۔ در حدیث معتبرہ از حضرت امام محمد باقر منقول است کہ حق تعالیٰ می فرماید کہ
 منی و اند تاویلات بتشابہات قرآن را مگر خدا را سخنان در علم پس رسول خدا بختیرین را سخنان در علم
 بود ایضاً احادیث متواترہ سے منصوص ہے کہ اکثر علوم حضرت امیر کو آنحضرت کی تعلیم
 و توریث سے حاصل ہوئے و بیاچہ تفسیر صافی کے مقدمہ ثانیہ میں مرقوم ہے جس کا خلاصہ
 یہ ہے حضرت امیر فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کی جملہ آیتیں آنحضرت نے مجھے پڑھادیں
 آنحضرت بیان فرماتے تھے اور میں انہیں لکھ لیتا تھا اور آنحضرت نے مجھے انکی تاویل و تفسیر
 و ماسخ و منسوخ و محکم و متشایہ کی تعلیم دی اور دعا فرمائی کہ خلاق عالم انکا فہم اور حفظ مجھے عطا
 فرمائے اے اخراحدیث۔ اور وہ جو ان مولوی صاحب نے کہا ہے کہ رو تاویل افضل است
 از تنزیل یکا پس او علی بے دلیل ہے اور تاویل کے مشکل ہونے سے یہ بات لازم نہیں کہ رو
 تنزیل سے افضل ہو نظم شکل ہے اور متراسان پس اگر نظم افضل ہوتی تو قرآن شریف نظم
 میں ہوتا۔ اور سنا کہ تاویل افضل ہے مگر انحن فیہ سے اسکو کچھ تعلق نہیں اور وہ جو کہا ہے کہ رو
 آنحضرت کے زمانہ میں لوگ قابل اخذ معانی تاویلیہ نہ تھے اور حضرت امیر کے زمانے میں کچھ لوگ

اس قابل ہوئے کی پس غلط محض ہے حضرت سلمان ایک ایسے شخص تھے جن کا ثانی علم و فہم میں ائمہ علیہم السلام کے بعد کوئی نہ تھا پھر ابوذر غفاری۔ اور مقداد اسود وغیرہما جس زمانہ میں تھے معلوم ہے۔

قال وجون این اثبات شد (اے ان قال) اصطفیٰ حضرت محمد از برائے نبوت مانع اجتباب ہے آنحضرت برائے امامت نیست بھینا لکھا اجتباب ہے حضرت علی از برائے امامت مانع اصطفیٰ حضرت علی از برائے نبوت نیست۔

اقول ہے ابھی اس کلام کو رد کر دیا ہے فارجعالیہ

قال وہم ازین حدیث ثابت است کہ حضرت محمد و حضرت علی دو پیدان این امت اند و این باواز بلبت ثابت می کنند کہ ہر دو بزرگوار مساوات در مرتبہ دارند و الا ہر یکہ افضل بود و باید کہ پیداست وہم بد شخص بزرگوار دیگر بودہ باشد و ثابت کردن آنحضرت پر بودن خود و حضرت علی علیہ السلام واضح بر مساوات۔

اقول واللہ الموفق والمعین جاننا چاہئے کہ اب حقیقۃً اس شخص کو کہتے ہیں جس کے لطف سے کوئی پیدا ہو۔ پس شخص ہو بود کی نسبت وہ شخص یعنی اسکا والد اب کہلایگا۔ اور یہ شریف انا و علی ابوا ہذہ الامۃ میں معنی حقیقی ہرگز مراد نہیں بلکہ قطعاً معنی مجازی مراد ہیں یعنی آنحضرت نے اپنے کو اور حضرت امیر کو امت کے آبا سے تشبیہ دی ہے اور معلوم ہے کہ ہر شخص کے باپ میں بہ نسبت فرزند صفت عمدہ مشورہ شفقت ہے اور وہ یہاں وجہ تشبیہ واقع ہوئی ہے پس حدیث موصوف سے صاف طور پر یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت اور امیر المؤمنین کی شفقت اس امت پر ایسی ہے جیسے باپ کی اولاد پر یہاں بہ شک ان دونوں بزرگواروں میں بہ نسبت امت مساوات فی الشفقتہ والرافت ثابت ہوئی ہے یعنی امت مرحومہ پر جیسی شفقت آنحضرت رکھتے ہیں ویسی ہی شفقت حضرت امیر رکھتے ہیں مگر یہ امر ہرگز اس پر دال نہیں کہ آنحضرت اور حضرت امیر آپس میں مطلقاً مساوی ہیں۔ ایضاً احوال

کثیرہ سے یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت جبریل امین کے باپ ہیں چنانچہ تفسیر صافی میں مذیل آیت
 النبى اولى بالمؤمنين من انفسهم وازواجه امھاتھم مرقوم ہے عن الباقر
 والصادق اھما قرءا وازواجه امھاتھم وھو ابکم لھم یعنی امام محمد باقر
 و امام جعفر صادق علیہما السلام نے اس آیت کو اس طرح پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ پیغمبر کی بی بیوں
 تمام مومنین کی مائیں ہیں اور خود پیغمبر مومنین کے باپ ہیں پس معلوم ہوا کہ آنحضرت حضرت امیر کے
 بھی باپ ہیں کیونکہ قطعاً امیر المومنین مومنین میں شریک ہیں۔ پھر مساوات کیسی! ایضاً سابقین
 تفسیر صافی اور حیوۃ القلوب سے ایک حدیث احقر نے نقل کی ہے جس کا بعض یہ ہے امام نے
 فرمایا ما علمت ان رسوا باللہ اب جمیع امتہ وعلی منھم یعنی کیا تو نہیں جانتا
 کہ آنحضرت اپنی تمام امت کے باپ ہیں اور امیر المومنین بھی اس امت میں داخل ہیں راوی نے
 عرض کی جانتا ہوں امام نے فرمایا کیا نہیں جانتے کہ امیر المومنین قاسم بہشت وروزخ ہیں۔ عرض کی
 جانتا ہوں امام نے فرمایا پس پیغمبر قاسم فردوس و جہنم کے باپ ہیں اسی لئے خدا تعالیٰ
 آنحضرت کی کنیت ابو القاسم مقرر فرمائی ہے راوی نے عرض کی یہاں باپ کے کیا معنی ہیں
 فرمایا کہ آنحضرت کی شفقت جمیع امت کی نسبت ایسی ہے جیسے باپ! اور پر شفقت رکھتے
 ہیں بلخصوصاً پس یہ حدیث شریف حقیر کے ہر بیان پر بطور نص واقع ہوئی ہے اور گویا امام رضا
 علیہ السلام نے ان مولوی صاحب کے دعوے کو خود رد فرمایا ہے فاعتبروا یا ادلی الا بصا
 قال پس حضرت محمد صاحب امامت است و صاحب تاویل و حضرت علی صاحب نبوت است
 و صاحب تنزیل والاچگونہ صحیح بشود قول حضرت محمد کہ فرمود منزلۃ علی عند اللہ کمز لبقا
 چنانچہ ذکر کردہ است صاحب بجاورد جلد پنجم باب حبہ و بغضہ ص ۵۴۱ (۱) ان قال
 داین بنا بر نظامہ دلالت بر مسافات وارو۔

قول اگر امامت سے مراد امامت مفیدہ ہے تو آنحضرت صاحب امامت نہیں چنانچہ
 صاحب مجمع البحرین امامت کی تعریف میں فرماتے ہیں واذا اخذت بشرط شیء

لا بتجامعہا (ای لا بتجامع النبوة) ایضاً آنحضرت صاحب العلم بالتاویل ہیں صاحب العلم بالتاویل نہیں ایسی طرح حضرت امیر صاحب النبوة ہیں نہ صاحب التشریل حضرت امیر صاحب النبوت کہنا عین کفر ہے۔ اب یہی حدیث بجا رہے پس اولاً باوجود احاد ضعیف السند ہے کیونکہ بجا میں بمقام مذکور بطریق عامہ ان الفاظ سے مرقوم ہے عن نافع عن ابن عمر ثانیاً علی التشریل و تسلیم صحت روایت اپنے عموم پر باقی نہیں و بسیل ما من عام الا وقد خص مخصص ہے یعنی حضرت امیر کا مرتبہ اطاعت میں عصمت میں محبت میں مثل آنحضرت کے ہے الا النبوة والرسالة و مختصاً تھا۔ ثالثاً آنحضرت نے حضرت امیر کے مرتبہ کو اپنی منزلت سے تشبیہ دی ہے اور فن بلاغت سے ثابت ہے کہ مشبہ سے مشبہ الفضل ہوتا ہے عمامہ۔

قال بلکہ بعض از احادیث دلالت دارند بر وحدۃ محمد و علی علیہما السلام در احکام ظاہریہ سببیت انتباه غافلین مراتب حقیقت محمدیہ و علویہ چنانچہ در کتاب بجا جلد خمس باب جوامع مناقبہ ص ۴۳۲ کہ فرمود آنحضرت کہ منی بنید عورت مرا مگر علی و دشمن منی دار و اورا مگر کا فرد این صریح است در اثبات وحدت۔

اقول یہ دعویٰ صحیح ہے اس امر کے ثبوت میں کہ یہ مولوی صاحب منکر یہیات ہیں بضر محال اگر کوئی شخص جو احمق سا احمق ہو وہ کہ ذاتوں میں وحدت باطنی کا قائل ہو گا مگر وحدت ظاہری کا دعویٰ تو اس سے بھی ممکن نہیں کسی کی شرمگاہ کو کہ یقیناً جسم ہے ایک شخص محترم کا دیکھنا بیشک اس کے خصوصیات پر دلالت کرے گا نہ وحدت ظاہری پر چونکہ آنحضرت کا نفس اس پر موجود ہے لہذا نظر کے عودۃ البقی امیر المومنین کے خصائص سے ہے مگر امیر ہرگز امیر وال نہیں کہ آنحضرت اور امیر المومنین وحدت حقیقیہ ظاہریہ رکھتے تھے اور قطعاً کوئی متنفس جس کے جو اس درست ہوں ایسے متمنعات کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

قال و بعض از اشخاص براستدلال عالم موصوف بر ثبوت نبوت انکہ بایات کثیرہ کہ

بعضی از آنها مذکور شد به بعضی از کلمات اعتراض نمودند که آیه و ما کان محمد اباً احد
 من رجا لکم و لکن رسول الله و خاتم النبیین بسبب ختم نبوت با آنحضرت بر عدم
 نبوت ائمه دلالت می کند پس در جواب ان بزرگوار فرموده اند که این آیه شریفه دلالت ندارد
 بر عدم نبوت ائمه زیرا که لفظ خاتم بنا بر خلاصه آنچه در لغت قاموس و تشریح تاج العروس نوشته
 است که بر سه معنی اطلاق می شود اول مهر دوم بمعنی انگشته سوم بمعنی اخرا یا اول که خاتم بمعنی
 مهر باشد پس بنا بر تفسیر جناب امیر همچنانکه در جلد مخمس مجار در باب ما بین من مناقب نفسیه
 القدسیه مذکور است اینست که فرموده و لم یجئ للنبی نبوة حتی یأخذ خاتماً من
 محمد فذلک سمي خاتم النبیین و ازین ثابت شد که آنحضرت مهر انبیا است و
 معلوم است که فقط مهر انبیا دلالت نمی کند بر عدم نبوت هیچکس بعد از ان حضرت
 مطلقاً چه امام چه غیر امام خصوصاً و تنبیه از آیات کثیره و احادیث متواتره نبوت ائمه ثابت
 باشد همچنانکه بالا مذکور شد اما دوم که خاتم بمعنی انگشته باشد پس مرجعش بسوی مهر است ^{عقباً}
 اطلاق منظوف بطرف مجاز او بودن غالب مهر یا منصوب در انگشته اما سوم که خاتم همچنانکه
 در قرآن است خواه کبریا باشد یا بفتح تا بمعنی آخر باشد پس بسبب بودن خاتم النبیین
 صفت و بودن هر صفت کلی و مکرره که خبری و معرفه نیست و فرض صدق مفهوش بر کثیرین
 متمنع نیست تا وقتیکه دلیل خارجی بر خبریت او دلالت نکند استدلال بان بر عدم نبوت آن
 کافی نیست هر چند لفظ خاتم بمعنی آخر گرفتن در تفسیر این آیه شریفه خلاف تفسیر معصوم است که
 خاتم را بمعنی مهر گرفت که مذکور شد و خلاف این تفسیر تفسیر دیگر داخل در تفسیر بالرب است
 قطعاً و حکمش معلوم است۔

اقول والله الموفق والمعين۔ جاننا چاہئے کہ جملہ اہل لغت اور کل مفسرین فریقین
 کا اس پر اتفاق ہے کہ آیه شریفہ موصوفہ میں خاتم النبیین کے معنی آخر پیغمبران کے ہیں چنانچہ
 جوہری کہتے ہیں وانما تم بفتح التاء و کسر ہا و خاتمة الشئ آخرہ و محمد

خاتم النبیین یعنی خاتم خواہ (ت) کے فتح سے ہو یا کسے سے اور خاتمت الشیئ ان
 سب کے معنی آخر کے ہیں اور حضرت محمدؐ آخر انبیاء ہیں ملاحظہ ہو صحاح جوہری اور
 لغت قاموس اور اسکی شرح تاج العروس کی یہ عبارت ہے والخاتم من کل شیئ
 اخره وعاقبته لخاتمته والخاتم اخر القوم کا الخاتم ومنہ قولہ تعالیٰ وخاتم
 النبیین ای اخرہم یعنی خاتم ہر شے بمعنی آخر شے ہے جیسے خاتمہ اور خاتم اور خاتم
 دونوں بمعنی آخر قوم کے ہیں تلمذ قول خدا خاتم النبیین بھی اسی سے ماخوذ ہے۔ اور مجمع البحرین
 میں جو شیعہ کی ایک مستند اور معتد لغت کی کتاب ہے مرقوم ہے قولہ تعالیٰ خاتم النبیین
 ای اخرہم لیس بعد انبیاء یعنی خاتم النبیین کے معنی آخر انبیاء کے ہیں کہ انکے بعد کو
 پیغمبر نہ ہو۔ اور تفسیر صافی میں مرقوم ہے خاتم النبیین اخرہم الذی ختمہم و ختموا
 بہ علی اختلاف القرأتین۔ یعنی خاتم النبیین کے معنی دونوں قرأتوں کی بنا پر آخر انبیاء
 کے ہیں کیونکہ اگر خاتم بالکسر ہو تو اسکے یہ معنی ہونگے کہ آنحضرتؐ نے تمام انبیاء کو ختم فرما دیا
 اور اگر بالفتح ہو تو اسکے یہ معنی ہونگے کہ آنحضرتؐ کے سبب جملہ پیغمبر مہر کر دیے گئے یعنی ختم
 کئے گئے محضاً اور تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے ختمہم اللہ بہ النبوة وقرء عاصم بفتح
 التاء علی الا سم ای اخرہم وقرء الاخر وون بکسر التاء علی الفاعل لانه ختم
 النبیین فهو خاتمہم۔ یعنی خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ خلاق عالم نے آنحضرتؐ کے
 سبب نبوت کو ختم فرما دیا اور عاصم نے خاتم کو بفتح تاء پڑھا کہ وہ اسم ہے جبکہ منو آخر کے ہیں اور
 دوسرے قاریوں نے بکسر تاء پڑھا ہے اس صورت میں وہ اسم فاعل ہے کیونکہ آنحضرتؐ نے
 تمام پیغمبروں کو ختم کیا پس آپ خاتم ہوئے۔ اور تفسیر طبری میں ہے خاتم النبیین بفتح التاء
 بمعنی آخر النبیین۔ اس طرح تفسیر کبیر فخر رازی تفسیر کشاف زمخشری تفسیر مجمع البیان علامہ طبرسی
 تفسیر منہج الصادقین اور تمام تفاسیر فقہین میں مرقوم ہے پس معلوم ہوا کہ اس معنی پر تمام فقہین
 و لغویین و تفسیرین کا اتفاق و اجماع ہے جسکا خلاف جائز نہیں اور عمدۃ المفسرین زبدۃ المتکلمین

جناب آقا سید علی صاحب حائری دام ظلہ العالی نے اپنے بعض مصنفات میں خاتم النبیین کے
 متعلق ایک عمدہ بحث کی ہے جس کا اقتباس افادہ مومنین کے لئے یہاں لکھا جاتا ہے۔ و
 ہو ہذا دنیا میں بشتہ انبیاء کی ضرورت یہ ہے کہ وہ منجانب اللہ ہدایت پاکر بندگان خدا
 کو پہونچائیں اور یہ ہدایت جیسا کہ دنیا کے مختلف اقوام کی ضرورت تقاضا کرتی تھی ہر قوم کی حالت
 اور ہر زمانے کی ضرورت کے موافق نازل ہوتی رہی مگر جامع طور پر کسی پیغمبر پر اس کا نزول نہ ہوا۔ اور
 معلوم ہے کہ جب تک ہدایت کامل نہ ہو انبیاء کی آمد کا سلسلہ جاری رہنا ضروری اور بعد تکمیل
 ہدایت عبث اور بے فائدہ۔ پس خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہونے کا دعویٰ اسی کو سزا دیا کہ
 جو تکمیل ہدایت کر دے اور شریعت کے ایسے جامع اصول بیان فرما دے کہ ان کے بعد اور اصول
 کی ضرورت نہ ہو اور دنیا کی ہر قوم ہمیشہ کے لئے اس سے فائدہ اٹھائے جناب مسیح مقرر ہیں کہ
 ان سے ہدایت کی تکمیل نہیں ہوئی اس کے ساتھ آپ نے اس عظیم الشان ضرورت کو بھی بیان
 فرما دیا کہ جب روح حق آئے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتا دیگی۔ اور پھر ارشاد کیا کہ ابھی
 ایک اور کی ضرورت ہے جو سچائی اور ہدایت کی مکمل راہیں بتائے۔ اب دیکھو کہ جب وہ روح
 حق آئی تو اس نے پکار کر کہہ دیا جارا الحق یعنی وہ روح حق آگئی جس کی دنیا کو ضرورت تھی جس
 کے بغیر انسان کی پیدائش عبث ٹھہرتی ہے۔ کیونکہ انسان اپنے اعلیٰ سے اعلیٰ کمال کو نہ پا
 سکتا۔ اور اس روح حق نے جیسا کہ چاہئے تھا اپنا پیغام پورے طور پر دنیا کو پہونچا دیا اور
 ایسے شہرائع جامعہ اور احکام کاملہ کی تبلیغ کی کہ تمام قوموں کے حالات اور تمام
 زمانوں کے لحاظ سے وہ حقیقتی طور پر مکمل اور کافی ہیں اب قیامت تک نہ ان کی تنبیہ
 ہو سکتی ہے نہ ترمیم پس ایسے پیغمبر کے بعد کسی اور نبی کے
 آنے کی ضرورت کہاں باقی رہی جو حضرات ائمہ طہرین کو شریعت فی النبوة
 قرار دیکر اسان معہ ابا احد من رجا لکم واکن رسول اللہ و خاتم النبیین
 کی مستم نبوت کو توڑ دیا جائے یا دوسرے کہ ایک پیغمبر تک اپنے حقیقی کمال کو نہ پہونچے

وہ من جمیع الوجوہ کامل نہیں۔ اور ایک چیز جب کمال کو پہنچے مگر اس میں پھر نقص پیدا ہونیکا خطرہ ہو تو پھر وہ کمال کی محتاج ہوگی۔ اس لئے جب تک یہ دونوں صورتیں جمع نہ ہوں ختم نبوت کا منشاء پورا نہیں ہو سکتا مگر وہ خدا جس نے شروع سے حضور ختم نبوت کی ترتیب کے ذریعہ سے نبوت کو اس کے کمال تک پہنچانے کا ارادہ فرمایا تھا اور پھر اس کمال کو قائم رکھنا چاہا تھا تاکہ اس کامل انسان کے بعد سب سی کی شاگردی میں زانو متہ کریں اس نے نچا ہا کہ ایک پہلو سے ختم نبوت کر کے دوسرے پہلو کو یوں ہی چھوڑ دے اور نبوت کی ضرورت جیسی کی ویسی باقی رہے بلکہ اس نے ختم نبوت کو خوب پختہ کیا اور اس میں کسی قسم کے نقصان کا احتمال باقی نہ چھوڑا جب ہر طرح سے اس کی تکمیل فرمادی تو پھر اس کے سلسلہ کو بند کر دیا۔ اس امر سے کسی کو انکار نہیں کہ قرآن مجید نے جملہ ضروریات کے اصول کو پورا کر دیا۔ اس کا ایک لفظ ہدایت ہے ذلک الکتاب کا ربیب فیہ ہدی للمتقین اس نے ہر پہلو سے تزکیہ نفس۔ تصفیہ قلب اور تکمیل روح فرمادی اس لئے نہ ضرورت کسی بھی کی ہے نہ کسی کتاب کی۔ یہ سچ ہے کہ لفظ خاتم کے معنی مہر کے بھی ہیں۔ اور خاتمہ کے بھی۔ اس لئے اس کی دوسری قرأت خاتم بھی آئی ہے جس سے غرض یہی ہے کہ تمام انبیاء اور ان کے کام بند کر دے گئے اور معلوم ہے کہ ہر چیز کے آخر میں ہوتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ چیز موقوف بھی ہے اور آخر بھی ہو گئی ہے ایسا ان انبیاء کے کام آپ ہی کے افاضہ کمال سے ہوا کریں گے اس لئے خدایے تعالیٰ کے پر حکمت کلام نے ایک ایسا عجیب اور جامع لفظ اختیار کیا جس میں دونوں امر مضمر ہیں۔ آپ تمام نبیوں کے خاتم ہیں یعنی ان کی تصدیق کرنے والے اور ان کی تعداد کی زیادتی اور ان کے کاموں کو بند کرنے والے یعنی اب جو کار ہدایت ہوگا وہ ہمیشہ آپ کے افاضہ کمال سے ہوگا اور آپ انبیاء کے خاتم ہیں یعنی آپ کے زلمنے میں اور آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہ آئے گا اسی بنا پر حضور ختمی مرتبتؐ نے ارشاد فرمایا یا علی انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ کا

انہ کا بنی بعدی۔ اس جملہ کا بنی بعدی کے کہنے کی اس لئے ضرورت ہوئی کہ موسیٰ
 و ہارون میں نسبت۔ اور نسبتوں کے سواے ایک یہ بھی تھی کہ بنی تو دونوں تھے مگر موسیٰ صاحب
 شریعت تھے اور ہارون غیر صاحب شریعت اور تابع موسیٰ۔ اب غور کا مقام ہے کہ آنحضرتؐ
 جناب امیر کا اپنی نسبت وہی مرتبہ قائم کرتے ہیں جو ہارون کا موسیٰ کے ساتھ تھا مگر ایک استثناء
 فرماتے ہیں اگر یہ استثناء نہ ہوتا تو جب طرح حضرت موسیٰ کے ساتھ حضرت ہارون غیر صاحب شریعت
 پیغمبر تھے اسی طرح آنحضرت کے ساتھ حضرت امیر غیر صاحب شریعت پیغمبر ہوتے نتیجہ یہ ہوتا
 کہ حضرت امیر بھی ایک غیر شرعی بھی ہوں۔ مگر جملہ کا انہ کا بنی بعدی نے آنحضرت کے
 نہانے میں اور آپ کے بعد نبوت غیر شرعی کے بھی امکان کو دور کر دیا۔ کیونکہ اگر یہ نہ مانیں تو
 حدیث پے سے ٹھہرتی ہے پس اس استثناء نے قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے قطعی فیصلہ
 کر دیا ہے کہ حضور خاتم الانبیاء کے بعد شرعی اور غیر شرعی کسی قسم کا بنی نہیں آسکتا اسی لئے خود
 حضور لامع النور نے قطعی طور پر فرمایا ہے **وَاِنَّ سَيَكُونُ فِيْ اُمَمٍ ثَلَاثُوْنَ كَذٰبًا كُلُّهُمْ بِنُوْءِ عِمْرَانِ بْنِ
 وَاٰخَا تَمَارِ الْفٰلِیْنَ** لا بنی بعدی یعنی میری امت میں تیس کذاب ہونگے جن میں سے
 ہر ایک کا دعویٰ ہوگا کہ وہ بنی ہے حالانکہ میں تمام پیغمبروں کا ختم کرنے والا ہوں کہ میرے بعد
 کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔

اب ان مولوی صاحب کے اقوال کے جواب دے جاتے ہیں۔ پس جو لفظ خاتم منحصراً
 مہر ہونے پر حضرت امیر کے قول سے استدلال کیا گیا ہے وہ کسی وجہ سے محل نظر ہے اولیٰ کہ یہ حدیث
 مبہول الصحت ہونے کے علاوہ دوسرے اخبار کثیرہ کی معارض میں جن سے ثابت ہے کہ خاتم النبیین
 کے معنی آخر انبیاء کے ہیں اور چونکہ وہ باسناد کثیرہ مروی ہیں اور نیز الفاظ قرآن کے موافق ہیں
 نہاد وہی صحیح ہیں اور یہ روایت ماول ہے اور ان احادیث کا ذکر غریب آتا ہے انشاء
 اللہ تعالیٰ دوسری یہ کہ حدیث متشابہات سے ہے جس کے معنی ظاہری درست نہیں ہو سکتے
 کیونکہ اسکے معنی یہ ہیں کہ کسی پیغمبر کی نبوت جاری نہیں ہوئی جب تک کہ اسے آنحضرتؐ سے

مہر نہیں لی اور یہ خلاف واقع ہے اسلئے کہ ہر پیغمبر کا آنحضرت سے مہر لینا اس امر کا مستلزم ہے
 کہ ہر پیغمبر کے عصر میں بطور ظاہر آنحضرت موجود ہوں اور یہ خلاف بدیہیات ہے اور اگر اس حدیث
 سے یہ مراد ہے کہ جب تک آنحضرت نے اپنے زمانے میں ہر پیغمبر کی توثیق نہیں کی۔ اہل اسلام
 انکی نبوت کے معتقد نہیں ہوئے تو یہ معنی خلاف ظاہر الفاظ ہیں۔ اسکے علاوہ ہر پیغمبر کے
 زمانے میں اسکی امت نے اس پیغمبر کی نبوت کو مان لیا تھا اور یہ امر لفظ حدیث لہر پیغمبر
 کو باطل کرتا ہے تیسرے یہ کہ اگر خاتم النبیین منحصر بمعنی ہر پیغمبر ان ہو تو جب بھی یہ بات ثابت
 ہوگی کہ آنحضرت آخر پیغمبر ان ہیں کیونکہ مہر کتاب اور ہر کاغذ کے آخر میں ہوتی ہے تاکہ
 معلوم ہوئے عبارت اسکی ختم ہو گئی اور مہر تک اسکا مضمون موقوف ہے چوتھے یہ کہ جب
 آنحضرت کا یہ مرتبہ ہو کہ آپکی توثیق کے بغیر کسی پیغمبر کی نبوت جاری نہیں ہو سکتی تو آپ
 سب سے افضل ہوئے اور حقیقتہ حال بھی یہی ہے پس اس صورت میں ان مولوی صاحب
 کا دعوے مساوات آنحضرت و عشرۃ آنحضرت باطل ہوا۔ حالانکہ اصل مدعا یہی ہے اور
 جو ان مولوی صاحب نے خاتم النبیین کے معنی آخر پیغمبر ان فرض کر کے کہاہے کہ وہ خاتم النبیین
 صفت ہے اور صفت کلی اور مکررہ ہوتی ہے جس کے مفہوم کا صدق کثیرین پر متمتع نہیں
 پس یہ عین جہل یا تجاہل ہے کیونکہ خاتم کے معنی آخر کے مان لئے گئے ہیں اور آخر قطعاً اس کو
 کہتے ہیں جبکہ بعد کوئی نہ ہو پس خود لفظ آخر انبیاء اس پر نص ہے کہ آنحضرت سب انبیاء کے
 آخر ہیں آپکے بعد کوئی پیغمبر نہیں جیسے کوئی کھے جارہی القوم و آخر ہم فی المسجیٰ زید
 یعنی فلان قوم میرے پاس آئی اور ان میں سب سے آخر زید آیا پس اس کلام سے ہر وہ
 آدمی جو مجنوط اسحواس نہ ہو یہی سمجھیکا کہ زید کے بعد کوئی نہیں آیا و عبارت اخروی خاتمہ
 النبیین میں خواہ اضافت معنوی ہو یا لفظی مگر اسکے معنی ایسے ہیں جنکا صدق کثیرین
 پر متمتع ہے کیونکہ خاتم صیغہ واحد ہے اور النبیین میں لام استغراق ہے جبکہ معنی یہ ہوئے
 وہ ایک ایسا پیغمبر جو کل پیغمبروں کے آخر میں ہے اور نبص قرآن یہ صفت خاص آنحضرت

جس سے معلوم ہوا کہ آپ سب پیغمبروں کے آخر میں ہیں آپ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں اگر آپ کے
 بعد کوئی پیغمبر ہو تو آپ آخر پیغمبران نہ ہو سکتے اور اس سے صریحاً تکذیب قرآن لازم آتی ہے
 اس سے ثابت ہوا کہ خاتم النبیین مقام ہدای میں معنی معترف ہے۔ ایفناً اگر وہ معترف نہ ہوتا تو معترف
 کی صفت واقع نہ ہوتا جیسا کہ ہم سجاد الانوار کے باب المعجزات میں مرقوم ہے کہ ایک راوی نے
 حضرت اسیر سے ایک معجزہ عظیمہ معانیہ کے عرض کی کیا آپ بنی مرسل ہیں فرمایا نہیں پوچھا
 کیا ملک مقرب ہیں ارشاد کیا نہیں عرض کی پھر آپ کون ہیں فرمایا انا وہی رسول اللہ محمد
 بن عبد اللہ خاتم النبیین الخ پس اس حدیث میں رسول اللہ تبدیل منہ ہے اور محمد بن
 عبد اللہ بدل اور موصوف اور خاتم النبیین صفت محمد بن عبد اللہ قطعاً معترف ہے اور علم نحو سے
 ثابت ہے کہ معرفہ کی صفت بھی معرفہ ہونی چاہئے اس سے معلوم ہوا کہ خاتم النبیین بھی معرفہ
 ہو بل رب العالمین کہ بظاہر الفاظ یہ نکرہ ہے کیونکہ اس میں اضافہ لفظیہ فائدہ تعریف
 نہیں دیتی مگر چونکہ اس کے معنی ایسے ہیں کہ بغیر ذات خلاق عالم اسکا اطلاق دوسرے پر منع
 ہے لہذا وہ معنی معرفہ ہے اسی لئے اسم اللہ رب العالمین میں رب العالمین
 اللہ کی صفت ہے اور جو ان مولوی صاحب نے کہا ہے کہ وہ خاتم بمعنی آخر خلاف تفسیر معصوم ہے
 تفسیر لکرامین داخل ہے پس کئی وجوہ سے منقوض ہے۔ اول یہ کہ اس کے خلاف میں تفسیر معصوم ثابت نہیں
 اور جو روایت پیش کی تھی اسکا جواب گزاردوسری یہ کہ ہر لفظ کو اس کے معنی حقیقی پر حمل کرنا
 خواہ وہ حقیقت شرعیہ ہو یا لغویہ واجب ہے پس تمام اہل لغتہ و مفسرین و اہل دین سپر
 متفق ہیں کہ خاتم النبیین بمعنی آخر پیغمبران ہے پھر اسکو تفسیر بالرائے نہیں کہہ سکتے تیسری
 یہ کہ یہ تفسیر گزیر خلاف تفسیر معصوم نہیں بلکہ موافق تفسیر معصوم ہے جس کی نسبت کئی حدیثیں
 پیش کی جاتی ہیں اول یہ کہ جلد ہفتم سجاد الانوار کے باب نصوص النبی علی الامۃ ص ۱۸۵
 مطبوعہ کارخانہ آقا ابراہیم تبریزی میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت سے عرض کیا یا
 رسول اللہ کیا آپ کے بعد کوئی پیغمبر ہوگا حضرت نے فرمایا لا انا خاتم النبیین ولا کن لیکن

بعدی ائمة من ذریقی الخ یعنی میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں میں تو خاتم الانبیاء ہوں مگر میرے
 بعد میری ذریت سے امام ہوں گے یہ حدیث صاف طور پر دال ہے کہ آنحضرت نے خاتم کے
 معنی آخر کے لئے ہیں کیونکہ آپ نے اپنے بعد وجود پیغمبر کا انکار فرما کر ارشاد کیا انا خاتم النبیین
 اس سے قطعاً ثابت ہے کہ آپ نے اس فقرے کو اپنے بعد عدم نبوة پر دلیل گردانا ہے
 ورنہ آنحضرت کا اس مقام پر یہ نفاذ ارشاد کرنا لغو ہوتا۔ دوسری حدیث خلاصہ کلام جناب
 اقسامے حائری میں ابھی ایک حدیث گزری کہ آنحضرت نے فرمایا میری امت میں ایسے
 تیس کذاب ہونگے جو ہر ایک مدعی نبوت ہوگا حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی
 پیغمبر نہیں تیسری حدیث جلد ہفتم بحار الانوار باب حدیث المنزلت میں مرقوم ہے
 عمر اور سلمہ انبائے حضرت ام سلمہؓ کہتے ہیں میں نے ایک حج میں آنحضرت کو علیؓ کی نسبت یہ فرما
 ہوئے سنا ہو منی بمنزلة هارون من موسى الا ان الله تعالى ختم النبوة بآبي
 فلا نبوة بعدی یعنی علیؓ میری نسبت ایسے ہیں جیسے ہارونؓ موسیٰؓ کی نسبت تھے مگر
 خداے تعالیٰ نے میری سبب سے نبوت ختم فرمادی پس میرے بعد نبوت نہیں ہے
 چوتھی حدیث اصول کافی باب فی ان الائمة بمن یشبھون من مضی میں مروی ہے
 کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ان الله عز وجل ختم بنبیکم النبیین فلا نبی بعدہ
 ابداً و ختم بکتابکم الکتاب فلا کتاب بعدہ ابداً یعنی خداے تعالیٰ نے تمہاری
 پیغمبر کے سبب کل انبیاء کو ختم فرمادیا پس آنحضرت کے بعد ابداً کوئی پیغمبر نہیں اور تمہاری
 کتاب یعنی قرآن سے تمام کتابوں کو ختم فرمادیا پس قرآن کے بعد قیامت تک کوئی
 کتاب نہیں اور معلوم ہے کہ خاتم ختم سے ماخوذ ہے اور ان احادیث میں ختم کے
 معنی قطعاً (آخر کیا) کے ہیں پس خاتم کے معنی آخر کرنے والے کے ہے۔

قال ومتبادر ان احوال بعضی از علماء و نفی نبوت بعد از پیغمبر نبوت تازہ است و نبوت امیر
 مراد از ان نبوت تازہ نیست خارج از نبوة تازہ منقہ است بلکہ نبوت امیر بمعنی حفظ شریعت

آنحضرت است چنانچہ انبیاء سابقین کہ حافظین شریعت پیغمبران اولوالعزم ہونے اور اطلاق انبیاء برذوات ایشان شدہ است پس حافظان شریعت را انبیاء گفتہ اند پس ائمہ ماہم کہ حافظان شریعت آنحضرت ہوندا اطلاق نبی بر ہر فردی از افراد ایشان جائز است۔

اقول اس کلام مختل النظام میں گئی است نام ہیں اول یہ کہ جملہ علماء اعلام کے کلام سے مستخرج بعد آنحضرت نفی نبوت مطلقہ ہے نہ نفی نبوت مقیدہ۔ اور جس طرح حدیث متواترہ میں لا نبی بعدی وارد ہے اسی طرح علماء نے کہا ہے لا نبی بعدہ کہ جس کا ترجمہ علامہ مجلسی نے حق الیقین میں اس طرح کیا ہے بعد آنحضرت پیغمبری نیست کہ اور جملہ فقہانے کتب فقہیہ باتفاق لکھا ہے ولقتل مدعی النبوة بعد بنی سائکما مرہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت کے بعد نہ کوئی نبی تازہ ہے نہ غیر تازہ نہ کوئی اولوالعزم ہے نہ غیر اولوالعزم دوسرے یہ کہ اس مقام پر ان مولوی صاحب کے کلام سے یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت نبی اولوالعزم صاحب شریعت تازہ تھے اور ائمہ غیر اولوالعزم اور حافظ شریعت آنحضرت۔ پس آنحضرت کی نبوت اور ائمہ کی نبوت مفروضہ میں فرق بین ہوا۔ حالانکہ ان مولوی صاحب نے اسی رسالہ اثبات النبوت والرسالہ ص ۱۲ میں لکھا ہے وہر معنی کہ حضرت محمد را نبی می گویند بہمان معنی این بزرگواران را نبی می توانیم گفت کہ پس ان دونوں کلامیوں میں قطعاً تعارض ہے تیسرے یہ کہ محب آنحضرت نبی اولوالعزم صاحب شریعت اور مشہوع تھے اور ائمہ علیہم السلام غیر اولوالعزم۔ حافظ شریعت آنحضرت اور تابع تو قطعاً آنحضرت ائمہ سے افضل ہوئے اور خود ان مولوی صاحب کے بیان سے دعویٰ مساواة آنحضرت و ائمہ باطل ہوا۔ چوتھے یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو کھا ہے پس ائمہ ماہم کہ حافظان شریعت آنحضرت ہوندا اطلاق نبی بر ہر فردی از افراد ایشان جائز است کہ پس کئی وجوہ سے منقوض ہے اول یہ کہ ان مولوی صاحب کا یہ فتوے خلاف نصوص متواترہ ہے جب تو اتر سے ثابت ہے کہ آنحضرت پر نبوت ختم ہو گئی آپ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں تو پھر کسی شخص پر لفظ نبی

کا اطلاق جائز کیا۔ حرام اور باعث خروج از اسلام ہوگا۔ دوسرے یہ کہ یہ فتوے محض قیاسی
 جو مذہب شیعہ میں ناجائز ہے اگر شرایع سابقہ میں حافظان شریعت الاولوالعزم پر انبیاء کا اطلاق
 ہوا ہے تو یہ ضرور نہیں کہ ہمارے دین میں بھی آنحضرت کی شریعت کے حافظ و مروج پر لفظ نبی کا
 اطلاق جائز ہو تیسرے یہ کہ شرایع سابقہ میں بھی محض حافظ شریعت ہونے سے کسی کو نبی نہیں
 کہا گیا ہے اور نہ اسکو نبی کہنا جائز ہے بلکہ تمام انبیاء کی نبوت نصوص قرآن یا احادیث سے
 ثابت ہوئی ہے اور جس کی نبوت پر نص نہیں اور حافظ شریعت ہے تو اسکو وحی کہا گیا اور
 نہ نبی۔ چوتھے یہ کہ ہر حین دائرہ علیہم السلام حافظان شریعت آنحضرت ہیں اور انبیاء سے غیر
 اولوالعزم بھی حافظان شرایع انبیاء۔ اولوالعزم۔ مگر فرق ائمہ اور انبیاء سے غیر اولوالعزم میں یہ
 ہے جو اکثر احادیث سے ثابت ہے کہ امام کوئی حکم شرعی خواب میں نہیں دیکھتے بلکہ جانے احکام
 شرعیہ ہیں سب انہیں آنحضرت کے ذریعہ سے ملے ہیں بخلاف انبیاء سے غیر اولوالعزم کہ کبھی
 ان کو کوئی حکم خواب میں بھی معلوم ہوتا ہے چنانچہ علامہ مجلسی نے سابع بجا رالانوار کے باب
 انہم محدثون مفہمون والفرق بینہم و بین الانبیاء میں احادیث کثیرہ نقل
 کر کے فرمایا ہے۔ والذی یظہر ان اکثرہا ہوان الامام لا یری المحکم الشرعی فی
 المنام والنبی قد یراک یعنی جو فرق کہ اکثر احادیث سے ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ امام کوئی
 حکم شرعی خواب میں نہیں دیکھتا اور نبی حکم شرعی کبھی خواب میں دیکھتا ہے ایضاً علامہ مجلسی
 اسی باب میں بیان کیا ہے جس کا حاصل ترجمہ یہ ہے وہاں کہ فرق امام اور انبیاء سے غیہ
 اولوالعزم میں یہ ہو کہ ائمہ آنحضرت کے نائب ہیں کوئی حکم بغیر نیابت نہیں پہنچاتے اور
 انبیاء اگرچہ اپنے غیر کی شریعت کے تابع ہیں مگر وہ بالاصالت مبعوث ہوتے ہیں ہر حین
 وہ نیابت اس اصالت سے افضل ہے اور بہر حال ہم کو یہ اعتقاد ضرور ہے کہ ائمہ علیہم السلام
 انبیاء نہیں ہیں پانچویں یہ کہ یہ مولوی صاحب دعوے کرتے ہیں کہ ہمارے ائمہ پر اطلاق لفظ
 انبیاء جائز ہے۔ اور علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ ہم کو یہ اعتقاد ضرور ہے کہ ائمہ انبیاء نہیں اور

کے منہ بھی وصیت کے تمام ہونے اور آخر کو پہنچنے کے ہیں نہ کامل ہونے کے مگر جس طرح
 سے کہ منہ سابق میں بیان کیا وہی اور وصیت کے دو اعتبار ہیں۔ ایک اعتبار کی بنا پر خضر
 امیر کے سبب وصیت ختم ہو گئی یعنی انبیاء سلف کی وصیت ختم ہو گئی اور اوصیاء انبیاء
 سلف بھی ختم ہو گئے۔ تیسری حدیث وہ ہے جو مجلد تاسع بحار باب ان فیہ خصال
 الا نبیاء میں مروی ہے انس کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت کو یہ کہتے ہوئے سنا انا خاتم
 الانبیاء وانت یا علی خاتم الاولیاء پس اولاً یہ حدیث بالکل ضعیف ہے جو
 قابل استناد نہیں کیونکہ اسکے اکثر رواۃ مجاہل اور غیر ثقہ ہیں۔ ثانیاً خاتم الاولیاء منہ خاتم
 الاولیاء ہے اور ختم اوصیاء کی وجہ سابق میں بیان ہو چکی چوتھی حدیث جو ان مولوی صاحب
 نے پیش کی ہے وہ ہے جو بحار میں حضرت امیر سے مروی ہے کہ آنحضرت نے ہزار انبیاء
 کو ختم فرمایا اور میں نے ہزار اوصیاء کو ختم کیا پس یہ حدیث غریب ہے کیونکہ احادیث
 کثیرہ سے ثابت ہے کہ جملہ انبیاء ایک لاک چوبیس ہزار گزرے ہیں جنکے آخر میں آنحضرت ہیں
 لہذا صحیح حدیث وہ ہے جو بحار کی نویں جلد کے باب ما بین من مناقب نفسہ میں صابر
 الدرجات سے منقول ہے کہ حضرت امیر نے فرمایا ان رسول اللہ صلعم ختم ما نہ
 الف بنی واربعہ وعشرین الف بنی و ختمت انا مائۃ الف وصی واربعہ
 وعشرین الف وصی انمخ پس خود اس حدیث سے دو امور صاف طور پر ثابت ہوتے ہیں
 جو ان مولوی صاحب کے دعوے کے خلاف ہیں۔ اول یہ کہ آنحضرت ایک لاک چوبیس ہزار
 پیغمبروں کے آخر میں ہیں پھر اگر آپ کے بعد کوئی پیغمبر ہو تو تعداد بڑھ جائے گی جو احادیث کثیرہ
 مستفیضہ کے خلاف ہے دوسرے یہ کہ اوصیاء انبیاء سلف کو حضرت امیر نے ختم
 فرمایا ہے اور آپ کے بعد جو اوصیاء ہیں وہ آنحضرت ہی کے ہیں نہ دوسرے انبیاء کے اسی طرح
 ان مولوی صاحب نے اور پانچ حدیثیں نقل کی ہیں جن میں حضرت امیر کی شان میں لفظ خاتم
 الوصیین وار وہ ہے جس کی وجہ وجہ یہ منہ بیان کر دی۔

حدیثوں کا بیان

قال وہم عالم موصوف استدلال فرمودند باحادیث کثیرہ کہ دلالت داری بر نبوت نبوت امام

علیہ السلام

حدیث اول مروی از اصول کافی باب ان الاثمة محدثون مفہوم من ۶۷ ج ۱

ہندو منہم سجاد باب الارواح البقی فیہم ص ۲۶۸ و جلد اول باب اول فصل دوم ص ۱۲ ج ۱

ہندو حیوۃ القلوب کہ انھیں آنت کہ آنحضرت پنج روحی داشت۔ روح قوۃ و روح شہوۃ و روح

حیوۃ و روح ایمان و روح قدس کہ باو تحمل نبوت بود و بعد از اتمثال آنحضرت غیر از چار ارواح فقط

روح قدس کہ تحمل نبوت بود بجناب امام متقل شد۔

اقول واللہ الموفق والاعین۔ ہر چنان الفاظ سے یہ حدیث غریب ہے گرامر

علیہ السلام کیساتھ روح قدس کا ہونا۔ احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اور اسکو نبوت امام سے

کوئی تعلق نہیں کیونکہ روح قدس محض مفیض علم ہے اور اس سے نبی و امام کی طرف بعض علم پہنچتا

ہے چنانچہ سلج سجاد کے باب الارواح البقی فیہم و انھم مویلاون بدروح القدس

میں ہے عن حمزان بن اعمین قال قلت لابی عبد اللہ اُنبیاء انتم قال لا قلت

فقد حدثنی من کذا انتم زانی قلت انا انبیاء قال من ہو ابو الخطاب

قال قلت نعم قال کنت اذا اھجر قال قلت نیما تحکمون قال بحکم الہدائد

فاذا اور دعلیت اللہ لیس عندنا تلقانا بہ روح القدس۔ حمزان بن اعمین

کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق سے عرض کی کیا آپ حضرات انبیاء ہیں فرمایا نہیں میں نے

کہا کہ ایک شخص نے جو میرے نزدیک غیر شہم ہے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہم پیغمبر ہیں

حضرت نے فرمایا وہ شخص ابو الخطاب ہوگا۔ میں نے عرض کی ہاں حضرت نے فرمایا کہ اگر میں

یہ کلمہ کہوں تو ہریان گوہنکا میں نے عرض کی پھر آپ کس ذریعہ سے احکام بیان فرماتے ہیں

معنوں کے روتے ثابت ہے کہ آنحضرت آخر پیغمبران ہیں آپ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔ ان دونوں معنوں کے سوا کسی اور معنے میں لفظ خاتم مستعمل ہو تو وہ مجاز ہوگا اور معلوم ہے کہ بغیر ضرورت معنے حقیقی کو ترک کر کے معنے مجازی مراد لینا جائز نہیں ہے۔ علی الخصوص ایسی صورت میں جب کہ اور نصوص متواتر اس معنے حقیقی کے معاون ہوں دوسری یہ کہ خاتم بمعنے کامل قرآن و حدیث میں مستعمل نہیں من ادعی فعلیہ البیان پس خاتم الذاکرین و خاتم المحدثین پر خاتم النبیین کا قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے تیسرے یہ کہ ان مولوی صاحب کی تمام ترکوشش اس بارے میں ہے کہ آنحضرت اور ائمہ میں مساوات مطلقہ ثابت کریں۔ پس اس مقام پر جو خاتم النبیین کے معنے کا النبیین کے بیان کئے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ جس پیغمبر پر خاتم النبیین کا اطلاق ہوا ہے وہ کامل نبی میں کامل ہے اس سے یہ نتیجہ متیقن ہے کہ آنحضرت جملہ انبیاء سے افضل ہیں کیونکہ آنحضرت نبیوں قرآن خاتم النبیین ہیں اور دوسرے انبیاء خواہ باعقاد و فاسد مولوی صاحب موصوف ائمہ علیہم السلام ہوں یا انبیاء سلف سب غیر خاتم النبیین ہیں پس بہر صورت آپ کا دعوے مساوات خود آپ کے قول سے باطل ہوا۔

قال و انچه گفته شد کہ در اخبار معتبرہ بسیار اطلاق لفظ خاتم الوصیین بر امیر المومنین شدہ است منجمله ان چند حدیث این است جلد ہفتم بحار (الے آخرہ)

اقول ہر چند احقر نے خاتم الوصیین کے معنے بیان کر دیے اور خاتم النبیین اور خاتم الوصیین کا فرق بتا دیا ہے مگر افادہ مومنین کیلئے ان مولوی صاحب کی پیش کردہ حدیثوں کی نسبت کسی قدر تفصیل سے بحث کی جاتی ہے جاننا چاہئے کہ پہلی حدیث جو مجلد تاسع بحار باب جوامع منبا میں روضہ و فضائل ابن شادان سے مروی ہے اسکے آخر کا مضمون یہ ہے کہ ایک درخت خرمات سے آنحضرت اور امیر المومنین کی نسبت یہ آواز بلند ہوئی کہ یہ خاتم النبیین ہیں اور وہ خاتم الوصیین ہیں پس یہ روایت غریب اور مخالف روایات کثیرہ معتبرہ ہے کیونکہ اسی مجلد کے باب المعجزات میں جابر بن عبد اللہ انصاری حدیث بن الیمان عبد اللہ بن عباس عبد اللہ بن عثمان امیر المومنین

امام موسی کاظم اور امام رضاؑ سے مروی ہے جسکا محصل یہ ہے اصحاب متذکرۃ الصدر کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم آنحضرت کے ہمراہ تھے اور آپکا دست مبارک امیر المومنین کے ہاتھ میں تھا پس نخلستان مدینہ میں ایک نخل کے قریب سے ہمارا گزر ہوا ناگاہ اس درخت سے یہ صدا بلند ہوئی ہذا محمد المصطفیٰ و ہذا علی المرتضیٰ (الی ان قال) پھر ہمارا گزر ایک اور درخت کے قریب سے ہوا یکایک اس درخت سے یہ آواز آئی ہذا محمد سید النبیین و ہذا علی سید الوصیین یعنی یہ محمد تمام پیغمبروں کے سردار ہیں اور وہ علی تمام اوصیاء کے سردار ہیں اور قریب اسکے کتب معتبرۃ اہل سنت میں بھی مرقوم ہے پس یہ حدیث جو باسناد کثیرہ مشہورہ بل متظاہرہ مروی ہے بہ نسبت روایت سابقہ اصح ہے اور اس میں حضرت امیر کی نسبت لفظ سید الوصیین وارد ہے جو روایت پیش کردہ مولوی صاحب موصوف میں قطعاً سہو راوی سے خاتم الوصیین ہو گیا ہے۔ دوسری حدیث وہ ہے جو مجلد تاسع ہمارا الانوار باب ولادت امیر المومنین علیہ السلام میں ایک طولانی مضمون پر مشتمل ہے جسکا بعض یہ ہے کہ شمر نے (جو ایک نیک بندہ تھا) حضرت ابو طالب سے کہا کہ جب علی پیدا ہوں تو میری طرف سے انہیں سلام پہنچانا اور کہنا کہ شمر خدا کی حمد انیت اور محمد کی رسالت کی گواہی دیتا ہے اور گواہی دیتا ہے کہ آپ آنحضرت کے وصی ہیں محمد یتیم النبوة و ابی یتیم الوصیۃ (الی ان قال) پھر ابو طالب نے اہل مکہ کو امیر المومنین کی ولادۃ کی خبر دی اور کہا یتیم بنو الوصیین۔

انجحدیث اور اسی حدیث میں ایک دوسرے مقام پر مروی ہے کہ خود حضرت امیر نے فرمایا محمد یتیم اللہ النبوة و بی یتیم الوصیۃ پس یہ حدیث فی الحقیقہ ختم نبوت آنحضرت پر نص ہے اور ان مولوی صاحب کے اعتقاد کی مخالف کہی وجوہ سے اول یہ کہ لفظ محمد یتیم النبوة و محمد یتیم اللہ النبوة اس امر پر نص ہے کہ آنحضرت پر نبوت ختم ہو گئی آپ کے بعد مطلق کوئی پیغمبر نہیں۔ دوسرے یہ کہ جو تاویل ان مولوی صاحب نے نقطہ خاتم میں کی تھی یہاں اسکی مطلق گنجائش نہیں ہے تیسرے یہ کہ یتیم بہ الوصیین اور یتیم الوصیۃ

مجھے امید ہے کہ کوئی مسلمان علامہ مجلسی کے اس قول متفق علیہ پر جو ضروری دین اسلام سے
 ہے ان مولوی صاحب کے قول کو جو عین کفر ہے ترجیح ندیگا چہتے یہ کہ ان مولوی صاحب
 کا دعویٰ اس رسالہ میں مقامات کثیرہ پر یہ تھا کہ ائمہ علیہم السلام نبی ہیں اور رسول بھی
 اور رسول وہ ہے جو شریعت تازہ لائے بطرح سے کہ سید العلماء مولانا السید حسین مرحوم مجتہد
 لکھنوی نے حقیقہ سلطانیہ کے باب سوم ص ۲ میں اور دوسرے علمائے تحریر فرمایا ہے
 پھر یہ تعریف ہمارے ائمہ پر کیونکر صادق آسکتی ہے حالانکہ خود ان مولوی صاحب نے اس
 رسالہ میں کئی مقامات پر لکھا ہے کہ ائمہ نبی رسول تازہ نہ تھے چنانچہ اس مقام پر بھی اسکا
 ذکر کیا ہے اور اسی بنا پر مقام ہذا میں ائمہ پر انبیاء کے اطلاق کے جواز کا دعویٰ کیا ہے نہ
 لفظ رسول کے اطلاق کا بھر حال ان مولوی صاحب کے بیانات آپس میں معارض
 ہیں۔

قال و باینکہ لفظ خاتم النبیین مانع وجود نبی دیگر نیست مثل لفظ خاتم الوصیین کہ مانع وجود
 وصی دیگر نیست زیرا کہ اطلاق لفظ خاتم الوصیین بر ذوات امیر المومنین و راخبار معتبرہ بسیار
 وارد است و حالانکہ باجماع جمیع شیعہ اثنا عشری و صیبت با امیر المومنین انحصار ندارد و بلکہ یاز
 فرزندان او علیہم السلام ہم وصی ہستند و گفتن آنحضرت حضرت علی را خاتم الوصیین دلیل
 بہ عدم وصی دیگر نیست و چون ثابت شد کہ لفظ خاتم الوصیین مانع وجود وصی دیگر نیست ہمچنین
 ثابت شد کہ لفظ خاتم النبیین مانع وجود نبی دیگر نیست۔

اقول وباللہ التوفیق۔ یہ شبہ عاقل کئی وجوہ سے باطل ہے اول یہ کہ آنحضرت کا خاتم
 النبیین ہونا نص قرآن سے ثابت ہے جو قطعی الصدور ہے اور امیر المومنین کا خاتم الوصیین
 ہونا روایات احادیث سے ہے جو منطونات سے ہے پس قیاس یقینات کا منطونات پر قیاس
 مع الفائق ہے دوسرے یہ کہ معنی خاتم النبیین کے خلاف میں کوئی نص قطعی موجود نہیں ہے
 سبب خاتم النبیین کی تاویل کی ضرورت ہو حالانکہ اور لفظ صیبت یا آنحضرت کے آخر انبیاء ہونے

پراور اس امر پر واروہیں کہ آپ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں اسی لئے یہ مسئلہ ضروری دین اسلام سے ہو گیا ہے بخلاف خاتم الاوصیاء کے کہ جس کے خلاف میں مخصوص قطعی واروہیں یعنی یہ امر احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت کے اوصیاء بارہ ہیں لہذا خاتم الوصیین کی تائید ضرور ہوگی تیسری یہ کہ حضرت امیر کا خاتم الاوصیاء ہونا باین معنی صحیح ہے کہ آپ پر وصیت بلا فصل ختم ہوئی اب رہی وصیت مع الفصل تو وصیت بلا فصل اس کی مانع نہیں۔ ایضاً باین معنی حضرت امیر کا خاتم الاوصیاء ہونا صحیح ہے کہ جب نبوت ختم ہوئی تو ختم وصیت بھی لازم ہے یعنی آنحضرت کے بعد جب کوئی پیغمبر نہیں تو اس کا وصی ہی نہیں بعبارة آخری جب انبیاء ختم ہوئے تو ان کے اوصیاء بھی ختم ہوئے پس آنحضرت آخر انبیاء ہیں تو امیر المومنین آخر اوصیاء ہیں یعنی اب کسی دوسرے پیغمبر کا کوئی وصی نہیں۔ اب رہی آنحضرت کی وصایت تو چونکہ نفوس متواترہ سے یہ امر ثابت ہے کہ آپ کے بارہ اوصیاء ہیں اس صورت میں حضرت امیر اول اوصیاء اور صاحب الامر آخر اوصیاء ہونگے۔ اس حاصل وصیت کے دو اعتبار ہیں ایک اعتبار سے امیر المومنین خاتم الاوصیاء ہیں اور دوسرے اعتبار سے آپ اول اوصیاء ہیں بخلاف نبوت کے کہ اس کے دو اعتبار نہیں پس آپ کے بعد مطلقاً کوئی نبی نہیں ہے۔ فانہم ولا تکن الغافلین۔

قال واستعمال لفظ خاتم شخص کامل می شود زیرا کہ معنی ختم بنا برانچہ در لغت قاموس آمدہ بلغ آخرہ است یعنی بکمال رسید پس بسوے ہر لفظیکہ لفظ خاتم مضاف شود کامل ان مضاف الیہم خواہد بود مثل خاتم الذاکرین کہ ہر شخص کہ در ذاکری و روضہ خوانی کامل باشد اطلاق کردہ میشود و این در عرف خاص مستعمل است و منحصر ذوات شخص واحدیت بلکہ ہر کامل در روضہ خوانی را خاتم الذاکرین می گویند پس معلوم شد کہ لفظ خاتم الذاکرین مانع وجود ذاکر دیگر نیست۔

اقول کئی وجوہ سے نقوض ہے اول یہ کہ لفظ ختم کے معنی حقیقی دوہیں۔ اول آخر کو پہونچانا یعنی تمام کرنا۔ دوسرے مہر کرنا۔ اسکے تمام کتب لغت شاہد ہیں۔ اور ان دونوں

حضرت نے فرمایا جس طرح آل داؤد نے حکم کیا تھا۔ پس جب کوئی امر ہمارے روبرو پیش ہوگا
 علم ہوگا نہ تو روح القدس کے ذریعہ سے ہوگا اسکا علم ہو جاتا ہے۔ یہ حدیث شریف اس امر پر
 نص ہے کہ باوجود روح القدس ائمہ علیہم السلام پیغمبر نہیں اور یہ علم بھی احکام شرع یا شریعت تازہ
 سے متعلق نہیں بلکہ وہ اخبار گزشتہ و آئندہ وغیرہ سے متعلق ہے۔ اور علامہ مجلسی روایت کرتے ہیں
 ابھی کی اسطرح شرح فرماتے ہیں۔ یعنی میں نے یہ بات نہیں کہی اور اعلیٰ سے نبوت نہیں کیا
 ابوالخطاب نے مجھ پر افترا کیا ہے اگر میں ایسا کہتا تو میرا قول نہ بیان ہوتا اور مجھ سے ایسے ہذا
 صادر نہیں ہو سکتے اور اخبار کثیرہ صحیحہ سے ثابت ہے کہ ابوالخطاب غالی ملعون تھا حضرت
 ائمہ علیہم السلام نے اسکی تکفیر کی ہے اور اسپر لعنت فرمائی ہے۔ پس الحمد للہ کہ ان مولوی صاحب
 کا جواب خود صادق علیہ السلام نے ادا فرمایا ہے اور قول بہ نبوت ائمہ علیہم السلام کو حضرت نے
 نہ بیان فرمایا ہے۔ ایضاً احادیث کثیرہ سے جو وہ ہی اسی باب میں مروی ہیں ثابت ہے کہ
 روح القدس پیغمبروں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ انبیاء و اوصیاء و دونوں کے ساتھ یہ روح رہتی ہے
 چنانچہ صاف سے مروی ہے کہ فرمایا ان فی الا نبیاء و الا و صیاء خمسة ارواح روح
 القدس و روح ایمان انھم پس روح القدس کی معیت سے ائمہ کی نبوت پر استدلال دلیل
 ہے یہی ہے۔

قال حدیث دوم۔ مرویت در جلد سابع بحار باب انه جرى لهما من الفضل والطاعة
 ماجرى لرسول الله و انهما في الفضل سواء (۳) (کہ ترجمہ اشل نیست) روایت
 کرد شیخ حسن بن سلیمان در کتاب مختصر از کتاب سید حسن بن کبش با سند اقامہ فیہ کہ مرفوع کرد
 است او تا ابوبصیر کہ روایت می کنند از امام جعفر صادق از پدرانش کہ فرمود فرمود رسول خدا
 کہ بتحقیق کہ خدا برگزید از روزگار و از ما ما ماه رمضان را و از شہا شب قدر را و برگزید از
 مردم انبیاء و رسل را و برگزید از انبیاء و رسل و برگزید از من علی را و برگزید از علی حسن و حسین را و برگزید از
 گزید از حسین را و صیاء را کہ منع می کنند از تمیز علی تحریف ضالین را و احوال مبطلین را و احوال

جاہلین رانہم علم ایشان باطن ایشان ظاہر ایشان قائم ایشان و آن افضل ایشان است و این
 حدیث ثابت شد کہ حضرت علی و اولاد و طاہرین او دارائے مراتب و بعد نبوت و رسالت و امامت
 و ولایت بودند و نہ ترجیح مفعول لازم می آید و آن قبیح است۔

اقول ناظرین با تمکین بہ نظر تعمق ملاحظہ فرمائیں کہ کوئی نفاذ اس حدیث میں ایسا نہیں
 جو نبوت ائمہ پر ولایت کرے اور کوئی کلمہ میں ایسا نہیں جس سے معلوم ہو کہ ائمہ دارائے نبوة
 و رسالت و غیر ہا تھے اور چونکہ ان مولوی صاحب نے اس حدیث کو دسویں آیت کے بیان میں
 پیش کیا ہے اور اسی مقام پر ہم نے اسکا تفصیلی اور مدلل جواب دیدیا ہے لہذا اسکی تکرار
 کی بیاں ضرورت نہیں۔ ناظرین چند ورق الشکر وہ مقام ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

قال حدیث سوم کہ مرویست در کتاب غایۃ المرام و باب سببیت و دوم حدیث شامی
 و سوم و نیز در کتاب ارشاد شیخ مفید رحمہ و اوائل کتاب از امام محمد باقر روایت کردہ و حدیث
 طویلی است و اسمائے ائمہ اثنا عشر در آن مذکور است و ذکر امام ششم بقول خدا این عباد
 نوشتہ است کہ تگزین کنند ہمہ اولیائے مرا تگزین کردہ و علی ولی و امام دین
 من است و بار ہا سے گران نبوت را بروش او بار کخم و قوت کشیدن انرا با و عطا کنم الخ۔

اقول یہ روایت بھی باوجود اس کے کہ قطعاً احادیث سے ہے مقطوع السناد و مجهول الصحت ہے
 جو اصول عقاید میں اصلاً بکار آمد نہیں اور معلوم ہے کہ مسئلہ نبوت یقیناً اصول عقاید سے ہے
 ایضاً ایسی روایتیں نص قرآن اور اخبار متواترہ کے تعارض کی صلاحیت نہیں کہ تین چنانچہ
 خود ان مولوی صاحب نے اسی رسالہ میں اثبات النبوت کے ص ۴۴ میں ایک حدیث کی نسبت
 کہ ہے دوم آنکہ ابن روایت (عبد الخ) از احادیث باعث وجوب اعتقاد نمی شود سوم
 آنکہ مخالف احادیث کثیرہ متواترہ آمدہ شاذ است و واجب التکرار است و معمول ابعث قادریہ
 لطف فرماید یہ ہے کہ مسئلہ فرعیہ میں بھی اختلاف روایات کی صورت ہے شہرت اصحاب پر علی
 کرنے کے لئے ہم مامور ہیں معصومین علیہم السلام نے فرمایا ہے خذوا الشہر ببيت اصحابك

یہی اس حدیث پر عمل کر جو بین العلماء مشہور ہے چنانچہ ان مولوی صاحب نے اسی رسالہ کے ص ۴۴ میں اس امر کا بھی اعتراف کیا ہے پس ہزار افسوس ہے کہ باوجود ان اعترافات کے عقائد میں خود ایسی روایات پیش کرتے ہیں جو یقیناً احادیث سے ہونیکے علاوہ مشہور بھی نہیں بلکہ صحیح بھی نہیں اور وہ قطعاً اولہ قطعہ کی مخالف ہیں الحاصل یہ حدیث بھی جو یہاں پیش کی گئی ہے اسباب مخالفت نفس قرآن و احادیث متواترہ و اجماع اہل قبلہ مطروح یا مائل اور بار بار سے گراں نبوت سے مراد وہ احکام شرعیہ ہیں جو آنحضرت نے بلا واسطہ بشر خدا تعالیٰ سے افدائے ہیں اور ان کی حفاظت و ترویج حضرت امیر المومنین کے سپرد فرمائی ہے۔

قال حدیث چہارم مرویت از جلد سابع بحار و باب جوامع مناقبہم و فضائلہم
(اسے ان قال) روایت شدہ است از ابوسعید خدری کہ گفت کہ خطبہ خواند جناب میل پس گفت اسے مردم (اسے ان قال) بہ تحقیق کہ ما اہل بیت ہستیم کہ خاص کردہ است خدا مارا بر جنت و حکمت و نبوت و عصمت از ماست خاتم انبیاء (الخ) و درین حدیث تبصرہ تمام میناب اتیری فرماید بہ تحقیق کہ ما اہل بیت ہستیم کہ خاص کردہ است مارا خدا بر جنت و حکمت و نبوت و عصمت پس در قول امیر علیہ السلام انکار و شک کردن از درجہ ایمان ساقط می کند۔

اقول جاننا چاہئے کہ اصل اس حدیث کی شیخ جب برسی سے ہے چنانچہ علامہ مجلسی نے سابع بحار کے باب جوامع مناقبہم میں شیخ جب برسی کی کتاب مشارق الانوار سے سلسلہ تین حدیثیں نقل کی ہیں اور انکی ابتدا اس طرح فرمائی ہے **اقول** روی البرسی فی مشارق الانوار عن جابر بن عبد اللہ کہ یہ پہلی حدیث ہے اسکے ختم کے بعد پھر مجلسی فرماتے ہیں **روی** عن محمد بن سنان کہ یہ دوسری حدیث ہے اسکے تمام ہونیکے بعد لکھا ہے **روی** عن ابی سعید الخدری کہ یہ تیسری حدیث ہے جسکو ان مولوی صاحب نے اپنے دعوے کے اثبات میں پیش کیا ہے۔ اور معلوم ہے کہ شیخ جب برسی ہرگز علماء سے موثقین شیعہ سے نہیں ہیں بلکہ وہ ایک مروجہ صوفی اور غالی ہیں اور انکی کتاب

مشارق الانوار بالکل غیر معتبر۔ اگر یہاں یہ کہا جائے کہ جب شیخ برسی غیر موثق اور انکی کتاب
 مشارق الانوار غیر معتبر ہے تو پھر علامہ مجلسی نے انکی روایت بحار الانوار میں کیوں نقل کی
 اسکا جواب یہ ہے کہ علامہ مجلسی کبھی بعض وہ اخبار غیر معتبر بھی جن کے بعض مضامین یا خبا
 معتبر سے موید ہوں نقل کرتے ہیں۔ پھر اسکے قبل یا بعد حدیث معتبر نقل فرماتے ہیں پس یہ
 مضمون کی تائید حدیث معتبر سے ہو وہ اعتبار کے لائق ہے لاہیر اور یہ طریقہ علماء فریقین
 ستم اور جائز ہے مگر روایت غیر معتبر منفرداً ہرگز لائق استناد نہیں۔ چنانچہ خود علامہ مجلسی نے
 جلد دوم حیوات القلوب کے باب سوم میں بعض روایات اسی مشارق الانوار سے نقل کر کے
 آخر باب میں فرماتے ہیں وہرچہ اخبار کتاب انوار و کتاب شاذان در درجہ اعتبار سار کتب
 اخباریتند و لکن چون مشتمل بر معجزات و مؤید باخبار معتبرہ و دیگر بوہد ایراد شد۔ اوقصص العلماء
 کے صفحہ ۴۴ میں بذکر شیخ احمد احسانی مرقوم ہے و خامساً کادرباب انا خالق السموات
 والارض می گویم کہ این خبر مجعول و کذب محض و افتراء است و این خبر در خطبہ البیان محمود علی
 و ہدایہ است کہ از موضوعات است و شیخ رجب برسی صوفی نیز آنرا در کتب خود نقل کر دہ۔
 اس سے معلوم ہوا کہ شیخ رجب برسی صوفی تھے۔ اور اپنی کتابوں میں جعلی حدیثیں درج کیا کرتے
 تھے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ حدیث قطعاً غیر معتبر ہے جس سے فروعات میں بھی استدلال صحیح
 نہیں۔ حالانکہ ما نحن فیہ اصول عقائد سے ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ اس روایت میں جو کلمہ
 محل اشتباہ ہے وہ یہ ہے انا اهل بیت خصنا الله بالرحمة والحكمة والنبوة والعصمة
 حالانکہ اس بیان میں ضمیر جمع مشکم کا استعمال کیا گیا ہے جس میں آنحضرت بھی شریک ہیں اور لفظ
 نبوت آنحضرت سے مختص ہے اور یہ امر بعید نہیں کہ اگر کسی خاندان میں ایک شخص عالم ہو
 اور دوسرا حکیم اور تیسرا فصیح تو اس خاندان کے لوگ کہیں کہ ہم وہ ہیں کہ ہم کو خدا نے علم
 و حکمت و فصاحت سے سرفراز فرمایا ہے چنانچہ بعد شہادت ید الشہداء جب آپ کے اہل
 بیت دربار یزید میں پیش کئے گئے اس وقت حضرت زینب بنت امیر المومنین نے یزید کے

کے رد برو ایک خطبہ فصیحہ و بلیغہ پڑھا جس کا ایک فقرہ یہ ہے **فوالذی شر فتابا لوحی**
والکتاب۔ والنبوۃ والانبیاء الخ یعنی اس خدا کی قسم جس نے ہم کو وحی اور قرآن
 اور نبوت اور نبیاء بت سے مشرف فرمایا اے آخرہ پس باوجود اس کے کہ حضرت زینب قلعہ
 پیغمبر نہیں اور غالباً یہ مولوی صاحب بھی آپ کو پیغمبر سمجھتے ہونگے آپ نے فرمایا کہ خدا نے ہم
 کو نبوت کتاب سے مشرف فرمایا جس کے معنی یقیناً یہ ہیں کہ ہمارے جد بزرگوار کو خدا نے
 نبوت و کتاب دی ہے چونکہ حضرت زینب آنحضرت کی نواسی ہیں لہذا آپ نے نبوت و کتاب
 کو اپنی طرف نسبت دی۔ اور یہ خطبہ شریفہ دہم سجاد میں کئی علما سے مروی ہے۔ اور بیان حقیر
 پر دلیل واضح ہے اسکے علاوہ خاص اسی حدیث میں ہے کہ حضرت امیر نے فرمایا **من اخطا**
الانبیاء اور خاتم الانبیاء کے معنی قطعاً آخر انبیاء کے ہیں جسکا نبوت گزرا۔ اور وہ جو ان
 مولوی صاحب نے کھا کہ جناب امیر کے قول میں شک کرنا درجہ ایمان سے ساقط کرتا ہے
 پس بے شک صحیح ہے مگر ان مولوی صاحب کو لازم تھا کہ اولاً قول حضرت امیر کو تو اس سے
 ثابت کرتے پھر اس کے صحیح معنی کو دلیل قوی سے رد فرماتے **ثبت العرش ثم انقش۔**

قال حدیث پنجم مرویت از جلد سابع سجاد و باب جوامع مناقبہم و فضائلہم عربیاً
 (لے ان قال) فرمود اہل بیت رحمت و شجرہ نبوت و معدن حکمت و موضع الامانہ و محل نزول
 وحی ہستیم۔ و ازین حدیث ثابت کہ ائمہ شجرہ نبوت ہستند و محل نزول وحی ہستند و معلوم
 است کہ درخت نبوت بے نبوت نمی شود والا ذکر درختی کہ نبوت نداشتہ باشد بے ثمر است
 و ایضاً معلوم است کہ نزول وحی اگر دلیل نبوت نباشد لا اقل اشعار بر نبوت دارد و بانضمام
 با حدیث دیگر و آیات قرآنی در حکم دلیل می شود۔

اقول واللہ المہین جانتا چاہئے کہ اس حدیث میں دو نقطہ محل تفسیر ہیں اول
 شجرۃ النبوة دوسرے معبط الوحی حالانکہ ان میں سے کوئی لفظ نبوت ائمہ پر وال نہیں
 کیونکہ شجرۃ النبوة سے مراد اقرباء ربی ہیں۔ یعنی ان حضرات کے وہ قرابتدار جو آپ کے ساتھ

ہر طرح کی خصوصیت رکھتے ہوں۔ شجرہ سے اقرباء کا استعارہ کیا گیا اور نبوت سے مراد مباہلہ
 بنی۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ مصومین نے خود اس شجر کا بیان اس طرح فرمایا ہو۔ فحش شجرہ
 اصلہا رسول اللہ و فرعہا امیر المؤمنین و انحصانہا فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 و ثمرہا الحسن و الحسین فافہا شجرۃ النبوة۔ یعنی ہم ایسے درخت ہیں جسکی جڑ رسول
 ہیں۔ جبکاتہ امیر المؤمنین جسکی ڈالی سیدہ ہیں ساور جسکی پہل جڑ حسین ہیں پس وہ بے شک
 شجرۃ النبوة ہے ملاحظہ ہو سابع بخار باب جوامع مناقبہم پس اگر لفظ شجرۃ النبوة ائمہ کی نبوت
 پر وال ہو تو لازم ہوگا کہ جناب فاطمہ بھی نبی و امام ہوں والاخر ہم باطل و الملازم کذلک
 اور یہ درخت وہ ہے کہ اخبار کثیرہ مشہورہ میں اسکی تعبیر شجرہ طیبہ سے ہوئی ہے۔ چنانچہ سابع بخا
 کے باب انہم الشجرۃ الطیبۃ فی القرآن میں اس مضمون کی تقریباً اٹھارہ حدیثیں منقول ہیں
 جن میں سے ایک حدیث یہ ہے کہ امام محمد باقر نے فرمایا۔ اما الشجرۃ (ای اصلہا) رسول
 اللہ و فرعہا علی و غصن الشجرۃ فاطمہ بنت رسول اللہ و ثمرہا اولادہا و ورقہا
 شیعۃنا پس وہی شجرۃ النبوة شجرہ طیبہ ہے جس سے مراد آنحضرت اور آپکی آل طاہرین
 ہیں اور چونکہ اس درخت کی اصل آنحضرت ہیں اس لئے اسے شجرت النبوت کہا گیا اور ان
 احادیث مشہورہ متطافروہ سے یہ امر ثابت ہے کہ آنحضرت امیر المؤمنینؑ سے افضل ہیں کیونکہ
 آنحضرت اصل ہیں اور امیر المؤمنین فرع۔ اور معلوم ہے کہ اصل فرع سے افضل ہے۔ اور یہ
 احادیث متطافروہ دوسرے اخبار متواترہ کے علاوہ ہیں جو آنحضرت کی افضلیت مطلقہ
 پر نص ہیں۔ اور جو ان مولوی صاحب نے کھا کہ درخت نبوت بے نبوت نہی شود والا ذکر
 درختی کہ نبوت نداشتہ باشد بے ثمر است یک پس بے اصل ہے کیونکہ اس درخت میں
 اصل آنحضرت ہیں لہذا یہ درخت بے نبوت نہوا مگر یہ ضرور نہیں کہ جو بزرگوار اس درخت
 میں شریک ہوں وہ سب پیغمبر ہوں اگر ایسا ہوتا تو لازم آتا کہ جناب سیدہ بھی پیغمبر ہوں بلکہ تمام
 شیعہ بھی پیغمبر ہوں۔ کیونکہ اس درخت میں یہ بھی شریک ہیں۔ اور شرح اصول کافی باب

سی و حکم صلاۃ میں شجرت النبوة کی تفسیر اس طرح بیان کی ہے کہ ائمہ ہدی مناسط احکام شرع ہیں اور لفظ مہبط الوحی باوجود احاد معنائے صحیح رکھتا ہے کیونکہ وحی کے معنی لغتہ الخمام کے ہیں۔ اور ائمہ کو خدا کی طرف سے الخمام ہونا ثابت ہے مگر اس سے مراد نزول احکام شرع ہرگز نہیں کیونکہ اب ضرورت دین اسلام آنحضرت کے بعد وہ منقطع ہے۔ چنانچہ علامہ مجلسی نے سابع سجار کے باب الخمسم محمد ثون مفہمون میں شیخ مفید علی التشریف کا جو کلام نقل کیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ پر وحی کا نازل ہونا عقلاً متمنع نہیں اگرچہ وہ غیر انبیاء ہیں بلکہ انکی طرف نزول وحی اور وحی احکام باجماع اہل اسلام ممنوع ہے اور اس امر پر اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ ہمارے پیغمبر کے بعد اگر کوئی شخص یہ دعوے کرے کہ فلان انسان پر وحی آتی ہے تو وہ بیشک خاطی اور کافر ہے اور اس مسئلہ کا علم دین اسلام سے ہے اس طرح ہمارے پیغمبر کے بعد کسی کی نبوت عقلاً محال نہیں ہے بلکہ یہ امر بھی اجماع اہل اسلام سے متمنع ہے اور قطع یقین حاصل ہے کہ آنحضرت کے بعد کی نبوت کا اعتقاد خلاف دین اسلام ہے اور میں نے جو باتیں بیان کی ہیں اس میں کسی شبہ کو اختلاف نہیں اتھے کلام الشیخ المفید اور لطف یہ ہے کہ خود یہ یو یو صاحب مقرر ہیں کہ نزول وحی دلیل نبوت نہیں ہے اس کو دلائل میں کترا بے نہیں ہے۔

قال حدیث ششم مرویست از جلد سابع سجار و باب جوامع مناقبہم و فضائلہم ص ۴۶۶ (لے ان قال) از امام محمد باقر ع کہ فرمود اسے مروج تحقیق کہ خدا شرف داد اہل بیت نبی شمار بکرامت او تا اینکه گفت کہ در ایشان نازل شد رسالت و بر ایشان فرود آمد ملائکہ و بسوے ایشان رسید روح الامین و اولو ایشان را خدا چیرگیہ داد و است احدی را از عالمیان پس ایشان فروع شیعہ ہستند و معدن علم ہستند و موضع رسالت و محل پے در پے آمدن ملائکہ تا آخر از حدیث ثابت است نزول رسالت و اہل بیت و این دلالت دارد بر اینکه ایشان رسول ہند و ہم ثابت است کہ ہبوط ملائکہ در خدمت ایشان معلوم است کہ بلا وجہ نمی آیند و البتہ علمی

از خالق یازند وی رسالت و مهم ثابت است کہ ایشان محل وضع رسالت اند و معلوم است کہ انہوں نے
اپنے محل عدل و جنت و قضا عدل است و البتہ رسالت را در ایشان نہادہ است پس ایشان رسول اند

اقول واللہ الموفق والمہدین۔ یہ حدیث بھی معانی ضعیفہ رکھتی ہے چنانچہ اس میں
اولاً فیہم نزلت الرسالت محل شبہ مخالف ہے حالانکہ اسکے صاف معنی یہ ہیں کہ
ان کے بارے میں رسالت نازل ہوئی گی چونکہ اہل بیت کی شان میں آنحضرت پر بکثرت آیتیں
نازل ہوئی ہیں۔ لہذا فیہم نزلت الرسالت کہا گیا اور یہ معلوم ہے کہ اگر کسی شخص کے بارے
میں کوئی آیت نازل ہو تو فیہ نزلت الرسالت کہا جاتا ہے پس اس لفظ سے اس شخص کی نبوت
کا دعویٰ خطا و لغ ہے۔

ثانیاً علیہم جہط الالہامۃ اور ایضاً وہم مختلف الالامکہ محل شبہ مخالف ہے
حالانکہ معلوم ہے کہ اہل بیت کے بیت الشرف میں دو امام ملائکہ نازل ہوتے تھے۔ اور باتیں
کرتے تھے۔ فرشتوں نے جناب سیدہ کی چکی پیسی ہے حضرت سید الشہداء کا جو لاجپلا یا اور
اور یہ اشعار پڑھتے ہیں

ان فی الجنة نہراً بلبل۔ لعلی حبیبین و حسن۔ کل من مکان محیا الہم ویدخل الجنة من غیر
اور یہ حدیث متفق علیہ میں الفریقین ہے الساصل عترت اطہار کی حدیث میں فرشتوں کا
حاضر ہونا اور باتیں کرنا مسلم اور آنحضرت کی وفات سے جو چیز منقطع ہوئی وہ وحی شریعی ہے و
علیہ الاجماع ثالثاً محل شبہ لفظ موضع الرسالت ہے حالانکہ الرسالت میں لام عہد ہے
جس سے مراد وہ احکام ہیں جو خدا کی طرف سے بلا واسطہ بشر آنحضرت پر نازل ہوئے ہیں کاظم
آنحضرت نے حضرت امیر کو عطا فرمایا اور حضرت امیر حافظ الشریعہ و موضع الرسالت ہونے
کے ماصرح بہ المجاسی پس بہ سبب موافقت احادیث متواترہ و دلائل قطعیہ واجماع اہل اسلام
الرسالت کے معنی قطعاً علوم الرسالت ہیں لا غیر۔

مخفی نہ ہے کہ اس حدیث میں امام نے امسکی تعریف ان الفاظ سے شروع کی ان میں

بائیکم شوقہم اللہ الخ میں خود اس کلام سے بھی ظاہر ہے کہ ائمہ انبیاء نہیں کیونکہ وہ اگر
انبیاء ہوتے تو امام فرماتے ان انبیاء لکنہم شوقہم اللہ یا یون فرماتے ان اهل البیت انبیاء
شوقہم اللہ پس آپ کا اہل بیت بنیکم فرمانا صاف طور پر دلالت کرتا ہے کہ اہل بیت انبیاء
نہیں بلکہ ہمارے بنی کے اہل بیت ہیں اور جسطرح آنحضرت ہمارے بنی ہیں ائمہ کی بھی بنی
ہیں جس پر علاوہ تواتر کے یہ حدیث دال ہے جو امام جعفر صادق نے فرمائی ہے۔ واما الحادۃ
فقد ف فی القلوب ونقر فی الاسماع وهو افضل علمنا ولا بنی بعد نبینا یفعل
میں الہام ہونا اور کانوں میں (فرشتوں کی) آواز پہنچنا حادث ہے اور وہ ہمارا بہترین علم ہے
اور ہمارے پیغمبر کے بعد کوئی پیغمبر نہیں اسکی شرح میں علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ چونکہ الہام
اور حدیث ملائکہ کے یہ وہم ہوتا تھا کہ ائمہ انبیاء ہیں۔ اسلئے معصوم نے فرمایا کہ ہمارے پیغمبر
کے بعد کوئی پیغمبر نہیں بلکہ ملاحظہ ہو مجلہ سابع ہمارے باب جہات علوم ہم۔ اس حدیث سے دو باتیں
ثابت ہوئیں اول یہ کہ آنحضرت جسطرح ہمارے بنی ہیں اسی طرح ائمہ کے بھی بنی ہیں اور یہ
متواتر ہے۔ دوسرے یہ کہ ائمہ باوجود الہام و حدیث ملائکہ انبیاء نہیں اور یہ بھی متواتر ہے
اور وہ جو حقیر نے کہا کہ آنحضرت کے انتقال سے نزول احکام شرع اور وحی منقطع ہو گئی
یہ مسئلہ ضروری دین اسلام ہے۔ چکا منکر خارج از دین اسلام ہے کما صرح بہ الشیخ
المفید و ذکرہ فی جواب الحدیث الخامس۔ اور جلد دوم حیاۃ القلوب کے باب
(۶۳) میں بسند اے مقبر ابن عباس وغیرہ سے مروی ہے کہ بعد وفات آنحضرت
جناب امیر نے آپ کی تغیل و تکفین کر کے فرمایا پدرم و مادرم فدائے تو باد طیب و نیکو و
پاکیزہ بودی و حیات و بعد از موت و منقطع شدہ وفات تو انچہ منقطع شدہ بود و وفات تاح
از خلق۔ از پیغمبری و نازل شدن و حیہائے آسمانی الخ۔

قال حدیث ہفتم مرویت در جلد چہارم باب جوامع مناقبہم و فضائلہم از کتاب
مختصر (ان قال) و شان انیت کہ یافتہ شد بخط امام حسن عسکری۔ بخدا پناہ می برم

کیا ہے اور نور کا حاصل کرنا دو قسم پر ہے اول یہ کہ انبیاء کی خلقت انکے نور سے ہوئی ہے
 کما فی الخبر المعتبر دوسرے یہ کہ انبیاء نے انکے انوار سے اقتباس علوم کیا ہے اور احیاء
 مقبرہ میں مرقوم ہے کہ جب ارواح کی طرف خدا سے تعالیٰ کا خطاب ہوا (السلامت) ہو کہ
 تو سب سے پہلے آنحضرت اور آپ کی عترت نے عرض کی بلے پھر آپ کی قسما سے اور انبیاء
 نے بھی یہی لفظ کہا۔ پھر الا نبیاء کانوا یقتسبون من النوارنا ویقتفون آثارنا۔
 کہنا بہت صحیح ہوا مگر اس سے نبوت کا اثبات ایسا ہے جیسے مارے گھٹنا پھوٹے آنکھ سے
 تیسرے یہ کہ خود یہ حدیث دال ہے کہ ائمہ انبیاء نہیں کیونکہ اسکے شروع میں امام نے فرمایا
 کہ لوگوں نے خدا کو اور نبی کو وہ ساتی کو شریعت علی کو بھلا دیا پھر اگر ائمہ انبیاء ہوتے تو امام فرماتے
 کہ لوگوں نے انبیاء کو بھلا دیا۔

قال حدیث ہشتم و مرود جلد سابع جبار در باب جوامع مناقبہم و فضائلہم اللہ و جبار
 بخطہ علیہ السلام (الیہ ان قال) شان انیسٹ کہ یافتہ شد بخط او علیہ السلام
 صورتش این است بہ تحقیق صعود کردیم ذروہائے حقایق بقدر ہائے نبوت و ولایت تا انکہ
 فرمود پس موسیٰ کلیم خدا اور پوشانید لباس اصطفیٰ و وقتیکہ عہد نمودیم از وفار و روح القدس
 در جہان صاغورہ او ذائقہ کردہ است از حقائق پاکورہ ما۔ و ازین حدیث ثابت است کہ
 ائمہ با قدم نبوت و ولایت بر ذروہائے حقایق صعود می کنند پس نبوت و ولایت ائمہ
 دارند ہمچنین صلہ اصطفیٰ موسیٰ کلیم پوشانیدہ شد وقتیکہ ائمہ از کلیم عہد گرفتند وفار و جبار
 است کہ اصطفیٰ کلیم نبوت است بر سرچ امام رضا علیہ السلام و اصطفیٰ را بہ نبوت و حدیث میر
 سابع جبار در باب معنی آل محمد علیہم السلام و آیہ سابقہ آیہ صلوات و سلام بر آل ہیں۔ و ہم
 ازین حدیث ثابت است کہ از حقائق پاکورہ ائمہ روح القدس در جہان صاغورہ او ذائقہ
 نمودہ اند و ازین غیر از معنی تحصیل روح القدس از ائمہ و نبوت ثابت است۔

اقول کئی وجوہ سے منقوض ہے۔ اول یہ کہ یہ حدیث بھی مثل حدیث ہشتم مرسل

و غریب و ضعیف ہے کہ فروعات میں بھی اس سے احتیاج ناجائز ہے۔ حالانکہ مائیں فیہ
 اصول عقاید سے ہے۔ اگر اخبار کفائی پر اعتقاد کی بنا پر رکھی جائے تو اصولاً و فروغاً بالکل ایک حد
 و رانہ کا مذہب قائم ہو جو بیت عنکبوت سے بھی تاپا ہوا مدار تراویہ سنن میں پرکاش سے بھی
 بڑھ کر ہو۔ دوسرے یہ کہ علی التشریح چونکہ اس روایت میں معصومین کے اوصاف و صفات
 جمع متکلم مع الغیر بیان کئے گئے ہیں لہذا قطعاً اس میں آنحضرت شریک ہیں پس اوج حقایق
 پر اقدام نبوت سے ترقی کرنا آنحضرت سے متعلق ہے اور اسی بلندی پر اقدام ولایت سے عروج
 کرنا ائمہ سے متعلق ہے۔ اور ایسے اصطلاحات ہر زبان میں شایع ہیں چنانچہ اسی روایت میں
 فقرہ بھی ہے وفیت السیف والقلم حکوان مولوی صاحب نے اپنے مطلب کے خلاف
 سمجھ کر نقل نہیں کیا یعنی ہم میں تلوار بھی ہے اور قلم بھی۔ تلوار سے مراد مہمور مجاہد ہوتا ہے اور
 قلم سے مراد تحریری ہدایتیں۔ حالانکہ کل ائمہ مہمور مجاہد تھے۔ بلکہ فقط امیر المومنین
 و سید الشہداء مہمور مجاہد تھے۔ اور آخر میں امام مہدی علیہ السلام باشمش ظہور فرمائیں گے۔ باقی ائمہ
 علیہم السلام کو مجاہد کا حکم نہ تھا اور وہ خانہ نشین تھے۔ اور مجاہد کے امام نے نہ فرمایا و فیت
 السیف والقلم۔

میسری وجہ یہ ہے کہ الفاظ فالکلیم مالبس حلة الاصلحاً لما عہدنا منہ الوفا
 متشابہات سے ہیں یا انہیں راوی کی غلطی ہے کیونکہ لما عہدنا منہ الوفا کے معنی میں
 کہ جب ہم نے کلیم سے وفا کا عہد کیا حالانکہ ائمہ علیہم السلام نے کلیم سے کوئی عہد نہیں کیا تھا
 بلکہ احادیث کثیرہ سے یہ اثبات ہے کہ بروز الست خود انبیاء نے خلافت عالم سے محمد و آل محمد
 علیہم السلام کی ولایت و محبت کا عہد کیا تھا اسکے علاوہ یہ امر بعید ہے کہ ائمہ کلیم سے وفا کا عہد
 کریں کیونکہ اس سے ثابت ہو گا کہ ائمہ سے کلیم کا مرتبہ بڑھ کر ہے حالانکہ اکثر علماء شیعہ کا اعتقاد
 ہے کہ ائمہ علیہم السلام کلیم سے افضل ہیں اور یہ بھی بعید ہے کہ ائمہ کلیم سے وفا کا عہد کریں
 اسکی وجہ سے کلیم کو لباس اصطفا پہنایا جائے۔ مقام تعجب ہے کہ ان مولوی صاحب نے اس

فقرے کا ترجمہ اولاً یہ لکھا کر دے وقتیکہ عہد نمودیم از و وفارایا پھر اسکی تین سطرون کے بعد لکھتے
 ہیں وقتیکہ ائمہ از کلیم عہد گرفتند وفارایا حالانکہ عہد کرنے اور لینے میں وہ آسمان کا فرق ہے اور عہد نامہ
 کا ترجمہ عہد کرنا صحیح ہے اور عہد لینا غلط اسکا اصل ضرور ہے کہ وہ عبارت اس طرح ہو لیکن عہد
 لیتا الوفا یعنی کلیم خدا اسوقت لباس اصفیا پہنتے گئے جب کہ انہوں نے ہماری ولایت
 و محبت کے پورا کرنے کا عہد کیا اور یہ بہت درست ہے۔ پھر حال اس فقرے کو ائمہ کی نبوت
 سے کوئی تعلق نہیں ہے ایضاً فقو و روح القدس فی جناتہ الصاغورۃ ذاق من حلا
 ثتنا الباکورۃ کے صاف اور صحیح معنی یہ ہیں کہ روح القدس نے ہماری محبت و ولایت کے
 باخون کا ذرہ چکھ لیا ہے اور وہ جان مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ اسکے معنی بغیر اسکے نہیں کہ
 روح القدس نے ائمہ سے وحی نبوت تحصیل کی ہے لہذا پس یہ عین خلالت ہے کیونکہ نبی کے معنی
 یہ ہیں کہ بے واسطہ بشر خلالت تعالیٰ سے اخذ احکام کر کے اسکے بندوں کو پہونچائے اور یہ مولوی
 صاحب کہتے ہیں کہ روح القدس نے ائمہ سے وحی نبوت تحصیل کی ہے اور اس سے لازم
 آتا ہے کہ معاذ اللہ ائمہ خدا ہوں یا مشرک خدا ہوں ایضاً اس سے ائمہ علیہم السلام
 کی تکذیب لازم آتی ہے کیونکہ احادیث صحیحہ کثیرہ سے یہ بات ثابت ہے کہ ہر امام کے
 ساتھ روح القدس ہے جس سے اخذ علم کیا جاتا ہے اور یہ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ خود روح
 القدس نے ائمہ سے اخذ علم کیا ہے۔ یہ عین تقارض اور حقیقت میں تکذیب ائمہ ہے
قال حدیث نہم مرویت در جلد سابع بحار دیباج جوامع مناقبہم و فضائلہم از نہج البلاغۃ
 عن شجرة النبوة ومحط الرمالۃ ومختلف الملائکۃ الخ۔

اقول اس روایت میں جس قدر الفاظ ہیں ان سب کا بیان سابق میں ہو چکا فارجم الیہ
قال حدیث وہم در کتاب جلد ہفتم بحار باب جوامع مناقبہم از کتاب خصال باناؤ
 از عبد الشہ بن عباس روایت کردہ قال قام رسول اللہ فلینا خطیباً فقال فی آخر خطبۃ
 جمیع اللہ غروہم لہم یجمعہم لا ھد قبلنا ولا نکون فی احد غیرنا فینا

الحکم والحلم والعلم والنبوة والسماحة والسفاعة والقصد والصدق والظہور
والعفاف الخ۔ کہ دلالت صریح دارد برین کہ در ایشان خدا نبوت را ہم قرار داده و معلوم است
کہ صیغہ جمع فرمودن آنحضرت باعتبار دخول ائمہ است و تصریح این مطلب را در جائے دیگر
فرمودہ چنانچہ در کتاب سراج المبین فی تاریخ امیر المومنین ص ۱۵۳ چاپ ہند در بیان ضم غیر
خطبہ آنحضرت را ذکر کردہ و ان طویل است و محل حاجت ازان اینست جمعت فیہ الخ
العشر الخ۔

اقول

ومن اللہ التوفیق یہ دلیل باطل و دو جہوں سے باطل ہے اول یہ کہ یہ روایت
بالکل ضعیف النسب ہے۔ چنانچہ عداۃ مجلبی نے سابع سجار کہ باب جوامع مناقبہم میں اس ضابطہ
کو باین الفاظ نقل کیا ہے۔ ابن ہریر عن العلاء عن محمد بن العباس عن بسام عن
محمد بن خالد بن ابراہیم عن الحسن بن عبد اللہ الہانی عن حماد بن محمد بن العباس عن حماد بن
عمر عن جعفر بن یزقان عن میمون بن مہران عن عبد اللہ بن عباس
قال قام رسول اللہ الخ۔ ان روایت میں سے میمون بن مہران اور جعفر بن یزقان اور
علاء بن عمرو یہ تینوں راوی مجہول ہیں ملاحظہ ہو کتاب رجال علامہ مجلسی۔ اور ایک راوی علی بن
العباس ہے جسکی نسبت علامہ علی نے خلافت الاقوال کی قسم ضعیف میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ
ہے علی بن عباس رازی مطعون بغلو ہے اور اسپر خشک کی گئی ہے وہ بہت ضعیف ہے اسنے
ممدوحین و مذمومین کے بیان میں ایک کتاب لکھی ہے جو اسکی خیانت اور فساد مذہب پر
دال ہے نہ اسکی طرف توجہ کرنی چاہئے نہ اسکی روایت کا اعتبار کیا پس ایسی روایت احاد سے
جسکے اکثر راوی مجاہل اور ایک راوی فاسق اور غالی اور خبیث ہو معتقدات میں استدلال
کرنا انہیں مولوی صاحب کا کام ہے و دوسرے یہ کہ علی التذلل اس حدیث میں جو لفظ النبوة
وارد ہوا ہے وہ آنحضرت کی ذات والا صفات سے مخصوص ہے اور باقی اور صفات میں
ائمہ شریک ہیں اور ایسے مجازات شائع ہیں کما مر۔ اور سراج المبین کوئی ایسی کتاب نہیں

جس سے امر دین میں ندی بجائے۔

قال حدیث یازدہم و کتاب کافی حدیث مشہور و متواتر قولوا فینا ما شئتم الا ان تقولوا
ایرجی ربنا ولن تبلغوا فضلنا۔ و در روایت دیگر بہ تفسیر بعض الفاظ این حدیث را چنان
روایت کرده اند فی ما غن الرابو بیا و قولوا فینا ما شئتم ولن تبلغوا کذا فضلنا۔ و ازین
حدیث مرئی ثابت است کہ غیر از ربوبیت ہر چیز با بخوانیم در باب ائمہ تو انیم قائل بشویم
بر ربوت و رسالت کہ قطعاً۔ بوبیت نیست در باب ائمہ می تو انیم قائل بشویم و مانعی نیست
کس را سی رسد نہ گوید ما من عامیم الا و قد نص۔ ای۔ حدیث ما شئتم عام است و نبوت
و رسالت از مخصوصات است زیرا کہ خود معصوم ازین عموم ربوبیتہ را خارج کرده و اگر نبوت
و رسالت ہم واجب الاخراج بود البتہ امام اورا ہم خارج می نمود و خارج نکردن امام نبوت
و رسالت را دلیل قطعی است در اثبات نبوت و رسالت از برائے ائمہ و ترک استفصال
دلیل است قاطع بر عموم پس خرج ما خرج و بقی الباقی تحت عمومہ غیث لکیر و کس را این ہم
نمبر۔ کہ گوید کہ مراد از ما شئتم اینست کہ ہر چیز از فضائل از شرع بشمارید از ان ہر چیز
بخوانیم گویند زیرا کہ این همان ایراد اول است کہ بہ تفسیر عبارت مذکور شدہ و جوابش این
است کہ اگر مراد از ما شئتم فضائلی باشد کہ از شرع رسید پس ربوبیت را معصوم از برائے
چہ ازین حدیث خارج کرده و با آنست کہ ربوبیت را ہم خارج کنند زیرا کہ او ہم از شرع نہ رسید
بود و اخراج ربوبیت غیب از مرتبہ نبوت و رسالت اثبات رسالت و نبوت از برائے
ائمہ می کند نتیجہ۔

اقول واللہ الموفق والمعين۔ ہر چند اس حدیث کی نسبت بیان اجمالی گز چکا مگر
پھر ہم افادہ مومنین کے لئے چند بحثوں میں اسکا تفصیلی جواب دیتے ہیں۔ پہلی بحث یہ ہے
کہ قطعاً یہ حدیث احاد سے ہے اور ان مولوی صاحب نے جو دعویٰ کیا ہے غلط ہے
پس ان پر لازم ہے کہ اسکا تواتر ثابت کریں۔ حالانکہ سید العلماء مولانا ابوالحسن علیہ السلام

نے حریف سلطانہ کے باب اول ص ۸۷ میں اس حدیث کی نسبت لکھا ہے اما اولاً فلکو
نہما من اخبار الاحاد وہی لا تصلح للاستناد فی اصول الاعتقاد۔

دوسری بحث یہ ہے کہ چونکہ یہ حدیث اولہ قطعیہ کی معارض ہے لہذا منطرح یا
ماول ہے اور ان اولہ قطعیہ اور احادیث متواترہ کا ذکر سابق میں ہوا منجملہ ان احادیث کے
ایک حدیث جو باسناد کثیرہ مشہورہ مروی ہے اور اسکی سند میں حدیث قولہ اللہنا ما
سے بڑھ کر ہیں یہاں نقل کیجاتی ہے تابع بحار کے باب انکم محدثون مفہدون و انکم
من المشجھون مہن مفہد والفرق بینہم وہین الانبیاء میں منقول ہے جسکا
بعض یہ ہے کہ حمران نے امام محمد باقر سے عرض کی کیا آپ نے نہیں فرمایا کہ حضرت
امیر محدث تھے فرمایا ہاں کہ اسے عرض کی کون شخص حضرت سے باتیں کرتا تھا
فرمایا فرشتہ۔ حمران نے عرض کی پھر میں کہہ سکتا ہوں کہ امیر المومنین بنی یا رسول
تھے امام نے فرمایا امیر المومنین بنی و رسول نہ تھے بلکہ آپ کی مثال مثل اصف بن برخیا
وزیر سلیمان اور مثل صاحب موسیٰ و مثل ذی القرنین اسکی شرح میں علامہ مجلسی کہتے ہیں کہ صاحب
موسیٰ سے مراد یوشع یا خضر ہیں اور یہ حدیث ان دونوں میں سے ایک کی عدم ثبوت کا
دال ہے۔ حقیر کہتا ہے کہ صاحب موسیٰ سے مراد حضرت خضر ہیں کیونکہ دوسری حدیث
میں اسکی صراحت موجود ہے اور یہ بھی بعض دوسری احادیث معتبرہ میں وارد ہے کہ خضر
پیغمبر تھے بلکہ ولی حثا تھے ایضاً اسی باب میں ابو حمزہ ثمالی سے منقول ہے کہ انہوں
نے امام محمد باقر سے حضرت امیر کی نسبت عرض کی کیا امیر المومنین بنی تھے امام نے
فرمایا نہیں آپ مثل خضر اور مثل ذوالقرنین تھے لکہ ایضاً اسی باب میں بطریق دیگر حمران
اعین سے مروی ہے کہ میں نے امام محمد باقر سے عرض کی کیا امیر المومنین پیغمبر تھے آپ نے
فرمایا نہیں (پھر بعض کلام کے بعد آپ نے فرمایا) آپ کی مثال مثل ذی القرنین کے ہے
بعض نے امیر المومنین سے پوچھا کیا ذوالقرنین پیغمبر تھے آپ نے فرمایا نہیں بلکہ وہ ایک نبی

خدا تھے انہوں نے خدا سے محبت کی پس خدا نے اسے محبت کی اور انہوں نے خدا کی راہ میں
خیر خواہی کی پس خدا نے انکی خیر خواہی کی پس امیر المومنین بھی مثل انکے ہیں ایضاً یہ حدیث
آسع بجا رکے باب اشترکہ ۳ مع بنیاء ۴ فی جمیع الفضائل سورۃ النبوت میں بروایت
ابن بشار خود حضرت امیر سے مروی ہے۔ ایضاً۔ سابع بجا رکے باب انھم محدثون مقہون
الحکم میں برید بن معاویہ سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقر و امام جعفر صادق ۳
سے عرض کی ما منزلکم وہم تشبہون ہم من نقال کما صاحب موسیٰ
وذی القرنین کا عالمین ولم یحکو انبیائین ایضاً اسی باب میں
عبارت سے منقول ہے کہ میں نے حضرت صادق سے عرض کی کہ ائمہ کا کیا مرتبہ ہے کیا وہ
انبیاء ہیں امام نے فرمایا کہ ائمہ پیغمبر نہیں بلکہ وہ علماء ہیں جیسے ذالقرنین تھے۔

تیسری بحث یہ ہے کہ دو حال سے خالی نہیں کہ قولوا فینا میں جو ضمیر جمع متکلم مع
الغیر ہے اس میں آنحضرت شریک ہیں یا نہیں صورت اولے میں عدم استثنا سے نبوت کی
وجہ ظاہر ہے یعنی چونکہ آنحضرت بھی اس میں شریک ہیں اس لئے امام نے نزولنا عن
النبوة نہیں فرمایا اگر آپ یہ لفظ فرماتے تو ضمیر جمع متکلم میں آنحضرت کا شمول نہیں ہو سکتا
حالانکہ امام کو آنحضرت کا شامل کرنا ملحوظ تھا اور صورت ثانیہ یعنی اس صورت میں کہ آنحضرت
نزولنا کی ضمیر جمع متکلم میں شریک نہیں تو کیا کہہ سکتے ہیں کہ ائمہ آنحضرت سے افضل ہیں گرنہ
نہیں کیونکہ یہ اعتقاد باتفاق عین کفر و الحاد ہے۔ اور یہ مولوی صاحب بھی اسکے معترف ہیں
اگر نہیں کہہ سکتے تو جو وجہ اسکی بیان کی جائیگی وہی وجہ ہم بھی پیش کریں گے۔

چوتھی بحث یہ ہے کہ علی التثانی و تسلیم صحت یہ حدیث بیشک مخصوص ہے اور تخصیص
بعد تخصیص اس میں ہونا ضرور ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ قولوا فینا ما شئتم عام ہے اس میں
خود امام نے حالت اور وقت کی ضرورت سے بلفظ نزولنا عن الربوبیۃ تخصیص فرمائی
اور پھر اس میں ایک طرح کا عموم باقی رہا یعنی نبوت و رسالت اس میں شریک رہی جبکہ اولہ

قطیہ نے خارج کر کے نبوت سے بھی تخصیص کر دی۔ تتبع اخبار سے یہ امر آشکار ہے کہ
 جس زمانے میں امام نے یہ حدیث ارشاد فرمائی ہے اس وقت بعض جہال ائمہ کو صفات
 الوہیت سے متصف کرتے تھے اور بعض صاف طور پر خدا کہتے تھے لہذا ضرورت اور وقت
 کے لحاظ سے معصوم نے اس اعتقاد کا ابطال فرمایا۔ ہم ان مولوی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ
 اگر سوائے ربوبیت کے کل صفات سے ائمہ متصف ہیں تو کیا کہہ سکتے ہیں کہ امیر المومنین
 پیغمبر الاولوالعزم صاحب شریعت تازہ ناسخ شریعت آنحضرت تھے اور آپ کے بعد امام حسن مجتبیٰ
 بھی پیغمبر الاولوالعزم صاحب شریعت تازہ اور ناسخ شریعت امیر المومنین تھے وہ علم جرایا
 کہہ سکتے۔ صورت اولے میں علاوہ اسکے کہ اسکا قائل منکر بدہیات یا دیوانہ ہو خود ان مولوی
 صاحب کے کلام سے یہ عقیدہ باطل ہوگا کیونکہ ان مولوی صاحب نے کہا ہے کہ ائمہ اطہار نبی
 و رسوا تازہ نہ تھے بلکہ حافظ شریعت آنحضرت تھے اور صورت ثانیہ میں لازم ہوگا کہ اس حدیث
 سے نبوت و رسالت تازہ یعنی اولوالعزمی و نسخ شریعت کی بھی تخصیص کی جائے کیونکہ یہ امر ربوبیت
 میں داخل نہیں اور اس سے قطعاً علیحدہ ہے۔ پس جس دلیل سے صفت نبوت و رسالت
 تازہ کو خارج اور حدیث کی تخصیص کی جائے گی اسی دلیل سے ہم عام نبوت و رسالت کو خارج کر کے
 کے اور ان مولوی صاحب نے جو کھا کہ خارج نکر و ان امام نبوت و رسالت را دلیل قطعی است
 و اثبات نبوت و رسالت۔ اسکے جواب میں معترض کہہ سکتا ہے کہ خارج نکرنا امام کا نبوت
 و رسالت تازہ کو یعنی اولوالعزمی کو دلیل قطعی ہے اثبات نبوت و رسالت تازہ یعنی اثبات
 اولوالعزمی میں حالانکہ ائمہ میں رسالت اولوالعزمی کو ثابت کرنا عین سفسطہ ہے اور حقیقت امر
 یہ ہے کہ بہت سی ایسی حدیثیں موجود ہیں کہ باوجود اخراج امر سے واستثنائے صفتی پھر بھی
 وہ حدیثیں اپنے عموم پر باقی نہیں بلکہ پھر ان میں ضرورت تخصیص کی ہے جیسے حدیث میں ہے
 کل عین بالکینۃ یوم القیامۃ الاعین بکت علی المحسین ملاحظہ ہو عاشر صحاح
 پس باوجود استثنائے عین بالکینۃ علی المحسین یہ حدیث اپنے عموم پر باقی نہیں کیونکہ وہ اطفال

مومنین جو قبل از بلوغ فوت ہوئے ہوں اور نیرودہ اولیا اور شہداء جنہوں نے قبل از شہادت
سید الشہداء انتقال کیا ہو اور جن کو آپ کی شہادت کی خبر ملی ہو کیا انکی انگلیں بروز قیامت
روتی رہیں گی ہرگز نہیں کیا آنحضرت کے فرزند حضرت ابراہیم اور حضرت علی اصغر کی بھی
انگلیں گریان ہوئی ہرگز نہیں ہیں ایسے اخباریں تخصیص تخصیص ضرور ہے اور یہ امر بالکل صاف ہے
جس میں بالکل شک کی گنجائش نہیں ہے۔

قال حدیث دوازدهم در غایت المرام **باب** حد و شصت و ہشت از
صاحب المناقب الفاخرہ فی العترۃ الطاہرہ و از نہم بحار بند خود از عبد اللہ بن مسعود روایت
کرده است کہ روزی نجدت رسول خدا رفعت و عرض کردم یا رسول اللہ حق را بمن بنما تا نظر
نمایم فرمود یا بن مسعود ہر گاہ حق را خواہی ببین پس برو این خانہ داخل شو پس چون داخل پس برو
خانہ ششم حضرت امیر المومنین را در رکوع و سجود دیدم و پس از نمازی گفتم اللہم بحرمۃ
محمد عبدک و رسولک اغفر للمخاطبین من شیعتی یعنی خداوند ابحرمت محمد
کہ بند و فرستادہ تست گناہگار ان شیعہ را بیامز را بن مسعود گوید از انجا آمدم تا رسول خدا خبر
دہم آنحضرت را در رکوع و سجود دیدم و میگفت اللہم بحرمۃ عبدک و ولیک علی اغفر
للعاصین من امتی ابن مسعود گوید من از ترس و بیم بے ہوش شدم رسول خدا
سر بالا کرد و فرمود یا بن مسعود آیا کفر پس از ایمان عرض کردم معاذ اللہ از ان کہ کافر شوم لیکن
چون علی را دیدم کہ از خدا سوال نمی کرد و بحق تو و ترا دیدم از خدا سوال نمی کنی بحق علی و مرا از مشاہد
این حالت حیرت دست داد و ندانستم کہ کدام یک از شما را افضل دانم فرمود یا بن مسعود حق
تعالی من و علی و حسن و حسین را از نور عظمت خود آفرید پیش از آفریدگان بدو ہزار سال در قفسیکہ
تسبیح بود و نہ تقدیری بعد از ان نور مرا شکافت و آسمان زمین را از ان آفرید من از ہمہ آسمان را
فرید من ام افضل ام و نور علی را شکافت و عرش بکرسی را از ان آفرید و علی از عرش و کرسی
جلیل تراست و نور حسن را شکافت و لوح و قلم را از ان آفرید و حسن از لوح و قلم جلیل تراست و نور

حسین۔ اشکاف و ہشتاد و حور العین را از ان آتش دید و حین از انہا افضل است پس مغرب
و مشرق تاریک شد و ملائکہ از تاریکی بخدا شکایت کردند و عرض کردند خداوند سبحان این اشباحی کہ
آتش دیدی ما را لعین غم برسان و این ظلمتہ را بنور تبدیل کروان پس خداے تعالی روحی آتش دید
و آنرا قرین روح دیگر گردانید و از ان نوری آتش دید و آن نور را روشنائی بخشید و ہر ادا از ان
آتش دید و باین بہت فاطمہ دختر از بہر اسمی گردانید پس مشرق و مغرب از نور زہرہ روشنی یافت
یا بن مسعود چون روز قیامت شود خداے عز و جل بمن و علی فرماید در جہنم دوازہ ہر کہ را بخواب
و نیست کہ منی نہ زیہ القیافہ نار جہنم کل کفار عنید و کفار کے است کہ نبوت
مرا انکار کنند و عنید کسی است کہ با علی داہل بیت و شیعہ دشمنی نماید۔ و ہرین حدیث عبد اللہ
بن مسعود را مجلسی علیہ الرحمہ در کتاب بحار جلد ہفتم در باب انہ المؤمنین بین الجنۃ و النار
ص ۹۱ بتغیر بعض الفاظ ذکر فرمودہ است۔

اقول واللہ الموفق والمہدئ۔ محققین پر یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ علامہ مجلسی
کتاب بحار الانوار میں ہر طرح کی روایتیں جمع فرمائی ہیں۔ اس میں متواتر بھی ہیں احاد بھی
اس میں صحیح بھی ہیں حسن بھی ہیں۔ موثق بھی ہیں۔ ضعیف بھی گویا وہ ایک بحر ذخار ہے جس
میں موتی بھی ہیں کنکریاں بھی مگر پرکھنے کے لئے تقاضا چاہئے۔ بھر حال یہ حدیث بھی باوجود احاد
مرسل اور ضعیف اور غریب ہے کہ فروعات میں بھی اس سے احتجاج صحیح نہیں مقتضات
تو امور عظیم ہیں۔ مرسل اس لئے کہ اسکی سند نہ بحار میں ہے نہ غایت المرام میں اور معلوم
کہ روایت مرسل ضعیف اور غیر معتبر موتی ہے اسکے علاوہ یہ روایت مجلد تامع بحار باب
انہ المؤمنین الجنۃ و النار میں بلفظ ہادی منقول ہے جو ضعیف پر دلالت کرتا ہے
ایضاً عبد اللہ بن مسعود کا آنحضرت سے عرض کرنا کہ مجھے حق کو دکھلا دیجئے بعید و غریب
اس لئے کہ اگر حق سے مراد خداے تعالی ہے تو وہ غیر مرئی ہے اور اگر حق سے مراد اہل حق ہے
تو عبد اللہ بن مسعود پر اعتراض قائم ہوتا ہے۔ کیونکہ دو حال سے خالی نہیں کہ وہ آنحضرت کو

برحق جانتے تھا یا نہ جانتے تھے اگر برحق جانتے تھے تو سوال عبث تھا اور اگر نہ جانتے تھے۔ تو وہ مسلمان نہ تھے ایضاً اس روایت میں جو آنحضرت اور امیر المومنین و حسن و حسین علیہم السلام کے انوار سے اور چیزوں کی خلقت کی تفصیل لکھی ہے وہ احادیث کثرہ کی مخالف ہے جو سابق بحار میں تفصیل اور حیات القلوب کی دوسری جلد میں باجمال منقول ہیں ایضاً یہ روایت مخالف الفاظ قرآن بھی ہے کیونکہ اس میں کل کفار عنید کی تفسیر اس طرح مرقوم ہے کفار کسی است کہ نبوت مرا نکار کند و عنید کسی است کہ با علی و اہل بیت و شیعیہ دشمنی نماید حالانکہ اس آیت تفسیر میں کفار اور عنید دو گروہ علیحدہ نہیں ہیں بلکہ عنید اسی لفظ کفار کی صفت ہے پس تفریق غلط ہے اس سے ثابت ہوا کہ روایت مذکور غیر صحیح ہے۔

مخفی نہ ہے کہ روایت مذکورہ باوجود نقائص و معائب بطورہ بالا محال صحیح کہتی ہے اسکی تفصیل اس طرح پر ہے کہ روایت مذکورہ میں چند الفاظ محل شبہ ہوئے ہیں اول آنحضرت کا امیر المومنین کے واسطے دعا کرنا اور اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ امیر المومنین معاذ اللہ آنحضرت سے افضل ہیں اور چونکہ امیر المومنین نے بھی آنحضرت کے واسطے دعا کی ہے اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ یہ دونوں برابر مساوات مطلقہ رکھتے تھے۔ حالانکہ کسی کے واسطے سے دعا کرنا کلیتہً اس امر پر دال نہیں کہ جسکا واسطہ دیا گیا ہے وہ دعا کرنے والے سے افضل ہو۔ کیونکہ ائمہ علیہم السلام نے اکثر ایسی چیزوں کے واسطے سے دعا کی ہے کہ فی الحقیقت ائمہ سے وہ چیزیں کم مرتبہ ہیں چنانچہ صحیفہ حسینہ اور دوسری کتب معتبرہ میں منقول ہے کہ جناب الشہداء ہمیشہ یہ دعا پڑھتے تھے اللھم انی اسئلك بمعاندہ رشک و مسکان سماواتك و الارضاتك و انبیائك و مرسلک۔ یعنی اے پروردگار میں تجھ سے کنگر اس عرش اور ساکنین آسمان و زمین اور پیغمبر و نجا واسطہ دیکر دعا کرتا ہوں ایضاً حضرت امام زین العابدینؑ بہارہ رمضان المبارک میں جو دعا کرتے تھے اسکے بعض الفاظ یہ ہیں اللھم انی اسئلك بحق هذا الشهر و بحق من تعبدك فيه من ابتداء الی وقت فناءك من ملک قریبہ او ہنی

اس سال ۱۱۰۹ء عبد صالح اختصاصاً الخ یعنی لے پروردگار میں تجھ سے ماہ رمضان کا اور
 اس میں عبادت کرنے والوں کا واسطہ دیکر عرض کرتا ہوں خواہ وہ فرشتے ہوں یا پیغمبر یا عبد
 صالح لخصوصاً پس کیا امام حسین سے عرش اعظم و ساکنین ارض سما اور جملہ پیغمبر افضل ہیں یا امام
 زین العابدین سے ماہ رمضان اور کل فرشتے بہترین ہرگز نہیں بلکہ اکثر علماء شیعہ کا
 یہ اعتقاد ہے کہ ائمہ اطہار عرش و کرسی اور جلالہ مانگے سے اور اکثر انبیاء سے افضل ہیں بلکہ خود
 خدایت پیش کردہ مولوی صاحب موصوف اس پر دال ہے کہ آنحضرت امیر المومنین سے
 افضل ہیں اسکا بیان اس طرح ہے کہ اس روایت میں ہے کہ جب ابن مسعود نے حضرت امیر
 کو آنحضرت کا واسطہ دیتے ہوئے۔ آنحضرت کو حضرت امیر کا واسطہ دیتے ہوئے دیکھا تو ابن
 مسعود کو اک تحیر لاحق ہوا پس یہ امر صاف طور پر اسپر دال ہے کہ ابن مسعود اس سے پہلے آنحضرت
 کو امیر المومنین سے افضل سمجھتے تھے جب حالت کذافی دیکھی تو انکو شبہ ساواۃ کا ہوا جس پر آنحضرت
 نے فرمایا اھل کفر بعد الایمان پس اس سے مثل آفتاب نصف النہار روشن اور آشکار ہے
 کہ ابن مسعود کی حالت سابقہ یعنی امیر المومنین سے آنحضرت کے افضل جاننے کو آنحضرت نے
 ایمان فرمایا اور جو شبہ کہ ابن مسعود کو بعد لاحق ہوا اسکو آنحضرت نے کفر ارشاد فرمایا جس پر ابن
 مسعود نے عرض کی معاذ اللہ انا انکہ کافر شوم۔ پھر ابن مسعود نے جواب اپنے شبہ کی وجہ عرض کی
 اسپر آنحضرت نے فرمایا کہ چونکہ ہم ایک نور سے مخلوق ہوئے ہیں اسلئے ایک دوسرے کے
 واسطے سے دعا کر سکتے ہیں۔ محضاً پھر اس سے ساواۃ کیسی۔ دوسرا وہ کلام جو محل شبہ ہے
 یہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ خداے تعالیٰ نے مجھے اور علی اور حسن اور حسین کو ایک نور سے خلق
 فرمایا حالانکہ یہ حدیث مجمل ہے اور اسکی تفصیل یہ ہے کہ خداے تعالیٰ نے سب سے پہلے آنحضرت
 کے نور کو پیدا فرمایا اسکے بعد آنحضرت کے نور سے امیر المومنین کا نور پیدا فرمایا پھر حضرت امیر
 کے نور سے اور ائمہ اطہار کے انوار پیدا ہوئے اس مضمون کی متعدد حدیثیں احقر نے سابق
 میں نقل کر دی ہیں۔ تیسرا وہ کلام جو محل شبہ ہے یہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ابن مسعود چون

و فرمایا است شود خدا سے غرور جل بن و علی فرماید در چشم در اندازید هر که را بخوابید و اینست که می
 فرماید و القیانی جهنم کل کفار عنید چنانچه اس کی نسبت یہ مولوی صاحب ارشاد فرماتے
 ہیں کہ اگر حضرت علی و فضول بود و حضرت محمد افضل پس البتہ لازم بود کہ خدا سے حکیم کہ خالق
 وضاحت و بلاغت است حکم بر افضل بکند و بگوید الحق و یحییٰ کہ امر اقرار باد و کس فرمود و سلی است واضح
 بر مساوات تا انہیں یہ عین کم نہیں ہے کیونکہ اگر وہ آدمیوں کو کسی ایک کام کے کرنے کا حکم دیا جائے
 تو ہرگز ان میں مساوات ثابت نہیں ہو سکتی اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت موسیٰ حضرت
 ہارون سے افضل تھے حالانکہ خلاق عالم نے ان دونوں کی طرف خطاب کر کے ارشاد فرمایا
 اذہبا الی فرعون و قولا لہ قولا لینا یعنی اے موسیٰ و ہارون تم دونوں فرعون کے
 پاس جاؤ اور اس سے نرم باتیں کرو یہ آیہ شریفہ قرآن شریف میں کئی مقام پر وارد ہے۔ ایضاً
 اتفاق اہل اسلام ہے کہ حضرت آدم حضرت حوا سے افضل ہیں حالانکہ خدا سے تعالیٰ نے فرمایا
 فکل منہا ولا تقربا ہذا الشجرۃ یعنی اے آدم و حوا تم دونوں بہشت کے میوے کھاؤ
 مگر اس درخت کے پاس نہ جاؤ۔ ایضاً مسلمانوں کا اجماع ہے کہ حضرت ابراہیم حضرت اسمعیل سے
 افضل ہیں حالانکہ خدا سے تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے و عہدنا الی ابراہیم و اسمعیل ان طہرا بی
 لہما النقیۃ و العاکفیت انجزیر (۱) سورۃ البقرہ یعنی اے ابراہیم و اسمعیل کو حکم دیا کہ
 طواف کرنے والوں اور عبادت کرنے والوں کے لئے میرے گھر (خانہ کعبہ) کو پاک کرو۔ اس سے
 ثابت ہوا کہ ان مولوی صاحب کی جو دلیل سہی وہ غلیل ہے اور جوابت ہے وہ خرافات ہے۔
قال حدیث شریف و ہم مروی از کہ ابی بن الحنفیہ و ربیان اثبات حجۃ ۱۵۶
 چارچہ ایران خیم قول حق تعالیٰ و اذنا اخذ اللہ ميثاق النبیین لہما التیکم من کتاب
 و حکمۃ تم جہا لکم رسول صادق لہما معکم لتؤمنن بہ و لتصرفنہ انہ و احادیث
 معتبرہ بسیار وارد شدہ است کہ این نصیرۃ در حجۃ خواہ بود چنانچہ در کتاب بصائر سعد بن عبد اللہ
 از حضرت امام جعفر صادق روایت کردہ است کہ فرمود یعنی ایمان بر رسول خدا خواہند آورد

حضرت امیر المومنین وایاری خواہند کرد و در حجتہ پس فرمود بخدا سوگند کہ ہر پیغمبری را کہ خدا بپشت
گروانیدہ است از آدم و ہر کہ بعد از دست جمیع ایشان بابر میگروانند بدنیاتاً قتال و جدال کنند
و در پیش روی حضرت امیر المومنین و در جمیع ضمیرین در التضرع و التوکل بہ بسوئے رسول
نمودن و مرجع ضمیر اول حضرت علی بودن و مرجع ضمیر دوم حضرت محمد بودن و لیلی است واضح
کہ ہچنان کہ حضرت محمد رسول اند حضرت علی ہم رسول اند۔ شیخ حسن بن سلیمان در کتاب منتخب
البصائر از کتاب واحدہ از حضرت باقر روایت کردہ است کہ حضرت امیر المومنین فرمود الخ تا اینکه
فرمود منم آخر او صیار بیواسطہ پیغمبران۔ و از کتاب بجا جلد ہفتم مختصر و جلد سیزدہم بجا جلد
و از کتاب غایۃ المرام باب صد و چہل و ہفتم حدیث ہشتم تبخیر خرقی کہ محل مطلب نیست و اینجائی
عبارۃ ترجمہ غایۃ المرام را نقل می کنم و آن اینکہ۔ حدیث ہشتم سید معاشر و کتابی کہ در حجتہ مآب
کردہ است بسند خود از حضرت امام محمد باقر روایت کردہ است الخ۔

اقول بحول اللہ و قوتہ کسی سخنون میں اسکی تفصیلی تردید کیجاتی ہے۔

پہلی بحث یہ کہ اس آیت کی تفسیر میں بہت اختلاف ہے چنانچہ تفسیر صافی و اسحق بن سوہ
ال عمران میں تحت آیہ موصوفہ مرقوم ہے عن الصادق ۴ معنایا و اذا اخذ اللہ منہ شاق
۱ ہم النبیین کل امة بتصدیق نبیہا و العمل بہما کفہ بہ فاما ذوا البہ و ترکوا کثیرا
من شر الیہم و حرثوا کثیرا منها۔ یعنی امام جعفر صادق ۳ سے مروی ہے کہ اسکے سے
یہ ہیں کہ جس وقت خدا نے انبیاء کی امتوں سے عہد لیا یعنی ہر امت سے اسکے پیغمبر کی تصدیق
اور اسکے احکام کی تعمیل کا عہد لیا۔ پس انہوں نے اس پر وفانگی الخ اور تفسیر عباسی میں امام محمد
باقر سے مثل اسکے مروی ہے پس اس تفسیر سے ان مولوی صاحب کے دعوے کو کوئی نسبت
نہیں ہے ایضاً تفسیر صافی میں مرقوم ہے جکا محصل یہ ہے کہ یہ امیر المومنین نے اسکی
اسطرح فرمائی کہ خداے تعالیٰ نے ہمارے پیغمبر سے پہلے جملہ انبیاء سے یہ عہد لیا کہ اپنی امتوں کو
آپکی بعثت اور اوصاف سے خبر دیں اور آپکی خوشخبری پہونچائیں اور آپکی تصدیق کا حکم دیں لہذا

یہ دوسرا قول ہے جو حضرت امیر سے مروی ہے اور اسکو بھی ان مولوی صاحب کے دعوے سے
کوئی تعلق نہیں۔ ایضاً تفسیر صافی میں مرقوم ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بروایت ثانی امیر المومنین
نے اسکی تفسیر اس طرح فرمائی کہ خدا نے ہر نبی سے یہ عہد لیا کہ جب آنحضرت مبعوث ہوں اور
وہ پیغمبر زندہ ہو تو آنحضرت پر ایمان لائے اور آپ کی مدد کرے اور اپنی امت سے بھی اس کا
عہد لے یہ تیسرا قول ہے جو اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے اور قول ثانی کے قریب ہے اور
اسکو بھی ان مولوی صاحب کے دعوے سے کچھ تعلق نہیں ہے پس باوجود اس اختلافات
کے وہ قول جو ان مولوی صاحب نے نقل کیا ہے کیونکر مستقیم ہو سکتا ہے اور الفاظ آیہ مذکورہ
سے رجعت ہی ثابت نہیں ہو سکتی رسالہ امیر المومنین تو ایک امر الیحد ہے۔

دوسری بحث یہ کہ سلمان کہ یہ آیہ شریفہ رجعت کے بارے میں نازل ہوا ہے مگر اس سے
امیر المومنین کی رسالہ ثابت کرنا اپنی کج فہمی کو ثابت کر رہا ہے۔ کیونکہ حق الیقین میں جو حدیث
بہ نقل بصائر الدجیات امام جعفر صادق سے مروی ہے اسکا مضمون یہ ہے کہ (انبیاء) آنحضرت
پر ایمان لائیں گے اور امیر المومنین کی مدد کریں گے پھر امام نے فرمایا کہ خداے تعالیٰ حضرت آدم
اور ان کے بعد پیغمبروں کو دنیا میں لایں گا اور وہ امیر المومنین کے روبرو جہاد کریں گے پس اس میں بھی
کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے امیر المومنین کی نبوت ثابت ہو۔ اب رہا یہ امر کہ الفاظ قرآن لفظ
بہ و لتصرنہ میں صائر مذکر غائب کا مرجع کیا ہے پس قرآن شریف میں ان الفاظ سے پہلے لفظ
رسول موجود ہے اور وہی مرجع ان دونوں ضمیروں کا ہے اور چونکہ حدیث میں لتصرنہ
کے یہ معنی لکھے ہیں کہ امیر المومنین کی نصرت کی جائیگی اس بنا پر ہم کہیں گے کہ حضرت امیر کی یہ
نصرت دراصل آنحضرت ہی کی نصرت ہے چنانچہ علامہ مجلسی نے سابع ہجرات کے باب اخذ
یشتاق میں اس حدیث کی اس طرح شرح لکھی ہے بحتمل کون الضمیر فی الموضعین ہاجعاً الی
الرسول لاکن نصرتہ نصرتہ امیر المومنین یعنی محتمل ہے کہ دونوں مقامات
میں ضمیرین آنحضرت کی طرف راجع ہوں مگر آنحضرت کی نصرت امیر المومنین کی نصرت ہی ہے

اور ایراد لفظ احتمال بر غایت حدیث ثانی ہے جو اسی باب میں کتاب کنز سے منقول ہے اور اس حدیث میں یہ آیت شریفہ اس طرح لکھا ہے لَتُؤْمِنُنَّ بِدِينِهِ مَعًا وَاللّٰهُمَّ وَصِيَّهُ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لَتُؤْمِنُنَّ میں مفعول کی ضمیر غائب نہ تھی بلکہ لفظ و وصیہ مفعول ظاہر موجود تھا۔ اگر تسلیم کیا جائے کہ لَتُؤْمِنُنَّ میں ضمیر کا مرجع امیر المومنین ہیں تو یہ تاویل کی نہ تشریل اور بصورت امیر المومنین کی رسالہ کا ثبوت اس سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔

چوتھی بحث یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو کھاوار جلع فمیرین و لَتُؤْمِنُنَّ و لَتُؤْمِنُنَّ بہ بسوے رسول نمودن و مرجع ضمیر اول حضرت علی بودن و مرجع ضمیر دوم حضرت محمد بودن دلیل است واضح کہ چنانکہ حضرت محمد رسول اند حضرت علی ہم رسول اند پس منقوض ہے بانجو کہ یہ کلام آپس میں مخالف ہے کیونکہ اگر دونوں ضمیرین کا ارجاع آنحضرت کی طرف صحیح ہو تو انہیں سے ایک ضمیر کا مرجع حضرت امیر ہونا غلط اور اگر ایک ضمیر کا مرجع حضرت امیر ہیں تو دونوں ضمیرین کا ارجاع آنحضرت کی طرف باطل۔

پانچویں بحث یہ کہ احادیث منقولہ حق الیقین زمانہ رجعت سے متعلق ہیں اور ہر چند اصل رجعت ہر بنائے مذہب شیعہ متواتر بالمعنی ہے مگر اسکے خصوصیات احاد سے ہیں جن کا یقین نہیں ہو سکتا چنانچہ خود علامہ مجلسی نے کتاب حق الیقین بیان رجعت میں لکھا ہے و شک نیست و رائدہ اصل رجعت فی الجملہ متواتر بالمعنی است و کیکہ در آن شک کند ظاہر ہر شے آن است کہ حشر قیامتہ را نیز منکر باشد (اے ان قال) و بعضی از خصوصیات کہ از بعضی از روایات شاذہ وارد شدہ است جرم نمی توان کرد۔ اما انکار نیز نباید کرد و الخ پس جب ان خصوصیات کا یقین نہیں جو روایات شاذہ میں وارد ہیں تو ان سے معتقدات میں احتجاج کیونکر صحیح ہے اور مجلسی نے جو فرمایا کہ ان کا انکار بھی کرنا چاہئے یہ اس صورت میں ہے کہ وہ خصوصیات اصول عقاید کے مخالف نہ ہوں اگر مخالف ہوں تو ضرور وہ مطروح یا اول ہونگے اور رجعت میں جو چیزیں یقینی اور متواتر ہیں وہ یہ ہیں جنکی تصریح خود علامہ مجلسی نے حق الیقین میں کی ہے

وہو ہذا خلاصہ اشارت کہ رجعتہ بعضے از مومنان و بعضے از کافران و نواصب و منافقان
تواتر است و انکارش موجب خروج از دین تشیع است نہ خروج از اسلام و رجعتہ حضرت
امیر المومنین و حضرت امام حسین نیز تواتر است بلکہ حضرت رسول خدا نیز تواتر است با قریب
بہ تواتر الخ اس سے ثابت ہوا کہ اور انبیاء کی رجعتہ تواتر نہیں حالانکہ ان مولوی صاحب کی
استدلال انبیاء کی رجعتہ سے متعلق ہے۔

چوتھی بحث یہ ہے کہ جب رجعتہ میں آنحضرت تشریف فرما ہونگے تو آپ ہی تمام
دنیا کے بادشاہ ہونگے اور حضرات ائمہ آپ کے تابع اور یہ بات دلیل قطعی افضلیت سے
ثابت ہونگے علاوہ خود حدیث رجعتہ سے ثابت ہے چنانچہ علامہ مجلسی نے حق الیقین کے
ص ۲۰۹ مطبوعہ معفری میں لکھا ہے پس بار دیگر امیر المومنین رجوع کند باز رسول خدا و خلیفہ
باشد و زمین و سائر ائمہ ۴ عالمان او باشند و اطراف زمین (اسے ان قال) و حق تعالیٰ
بیغیر خواہم داد بقیہ بادشاہی جمیع اہل دنیا از رومی کہ خدا خلق کردہ است دنیا یا تا روزیکہ
دولتہاے دیگران بر طرف شود انکہ حق تعالیٰ وفا کند بوعہدہ کہہ اورا دادہ کہ غالب گردانند و حق
اور ابرہہ دین تمام حنیفہ نخواہند شرکان انتہ۔

قال حدیث چہارم و ہم در کتاب حق الیقین در بیان اثبات رجعتہ ص ۱۶۱ چاہے
ایران می فرماید کہ نعمانی روایت کردہ است از حضرت امام محمد باقر کہ چون قائم آل محمد بیرون آید
خدا اورا یاری کند بھاگہ و اول کسیکہ باو بیعتہ کند محمد باشد و بعد ازین علی پس ازین حدیث ثابت
شد کہ محمد مصطفیٰ کہہ و اسے مراتب اربعہ نبوت و رسالت و ولایت و امامت است بیعتہ کسی کہہ و اسے
مراتب اربعہ نباشد قبیح است و ہم متلزم بعیتہ افضل مفضل می شود و الا ورنہ بیعتہ ہر فضلی بفضلی
ایرا و داشتہ باشد و نیکے مذہب ما برہین است پس معلوم شد بیعتہ آنحضرت بہ نسبت بجز
خاتم الانبیا و از وہم بہ سبب دارا بودن امام و از وہم بہ مراتب اربعہ مذکورہ بود پس امام عجل اللہ
فرجہ رسالت و نبوت داشت۔ نتیجہ بلفظ۔

اقول

واللہ الموفق والمعين۔ کئی وجوہ سے منقوض ہے اول یہ کہ یہ روایت انہیں روایات شاذہ سے ہے جس کا یقین نہیں ہو سکتا ملاحظہ ہو حق یقین۔ ذکر خروج منکر رجعت از روایت ثنیع۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حق یقین کے اسی بیان کے آخر میں مجلسی فرماتے ہیں اما خصوصاً این رجعتہ ما معلوم نیست کہ آیا با طہور حضرت صاحب الامر یک زمان خواہد بود یا پس و پیش خواہد بود یا بعد خواہد بود۔ پس اس سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ جب آنحضرت کی اصل رجعت ہی زمانہ صاحب الزمان میں مشکوک فیہ اور غیر معلوم ہے تو پھر آنحضرت کا بیعت کرنا کیونکر پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے اور پھر اس سے مقتضات میں استدلال کہاں تک قابل قبول ہے بنائے فاسدے فاسدے انفا سے اسی کو کہتے ہیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ روایت مذکورہ معارض ہے اس حدیث سے جو اسی حق یقین سے گزری جس کا بعض یہ ہے وحق تعالیٰ پیغمبر خواہد فاد بقیۃ بادشاہی جمیع اہل دنیا را الخ پس جب آنحضرت بادشاہ اور کل ائمہ آپکے نائب ہوئے تو پھر آنحضرت امام مہدی سے کیونکر بیعت کر سکتے ہیں جو بھی وجہ یہ ہے کہ یہ روایت معارض ہے احادیث متواترہ یقینیہ اور اول قطعیہ سے جو ثابت ہے کہ آنحضرت اندوی اطلاق افضل المخلوقات ہیں پس صاحب الامر سے بھی افضل ہوئے اور بیعت افضل مفضول سے جائز نہیں۔ پانچویں وجہ یہ کہ یہ روایت معارض ہے اس روایت سے جو اسی حق یقین کے ص ۲۱۲ مطبوعہ جعفری میں مرقوم ہے از حضرت صادق ع سوال کروند از رجعت آیا حق است فرمود بے پریدہ اول کسیکہ رجعت خواہد کرد کہ خواہد بود فرمود کہ حضرت امام سیل خواہد بود کہ بعد از قائم بیرون خواہد آمد الخ پھر سب سے پہلے آنحضرت امام مہدیؑ سے کیونکر بیعت کر سکتے ہیں کیونکہ بیعت فرع ہے رجعت کی۔ چوتھی وجہ یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو کھا والا در بیعت ہر افضل مفضولی ایراد فرماتے باشند و بنا سے مذہب ماہین است اس کلام سے صاف طور پر ثابت ہے کہ یہ مولوی صاحب ترجیح مخرج کے قابل ہیں پھر اس بنا پر اگر بعض محال آنحضرت امام مہدیؑ سے بیعت کریں تو امام مہدیؑ کا دارا سے مراتب نبوت وغیرہ ہونا اور نیز انکا آنحضرت سے افضل یا سادہ علی

کیونکہ ثابت ہو سکتا ہے۔ ساتویں وجہ یہ ہے کہ علی التشریح و تبہ سلیم صحیحہ روایت یہ بیعتہ محض
ترغیب سنگین کے لئے ہوگی نہ اور کسی وجہ سے اور اس سے کوئی ہرج نہیں خدا سے تعالیٰ
کا ہزار ہزار شکوہ ہے کہ اس مقام پر آیات و احادیث کی نسبت ان مولوی صاحب کی جملہ غلط
بیان کی تفصیلی تردید **ختم ہوئی اب ہم** دوسرے بیانات کے جواب کیطرت
موجہ ہوتے ہیں۔

قال و علاوہ بران بعضے از اشخاص برخلاف استدلال عالم موصوف بحديث منسلة بر عدم
ثبوت نبوة احمد استدلال کرده اند و در جواب عالم موصوف فرمودند کہ حدیث منسلة بر چہار نوع
دارد است اول اینکه یا علی انت منی بمنزلة ہارون من موسیٰ بغیر استثناء چہیزمے۔ چنانچہ
علامہ مجلسی در حق یقین میفرماید کہ حدیث منسلة از طریق خاصہ و عامہ متواتر است و ما بہ الاشتراح
ہم انت کہ حضرت رسول در مواضع بسیار بحضرت امیر فرمود کہ یا علی انت منی بمنزلة ہارون
من موسیٰ و اکثر روایات این تمہ دار و الا انہ لا بنی بعدی و دوم آنکہ حدیث منسلة کہ در اکثر
روایات وارد است و آن استنا بلفظ الا انہ لا بنی بعدی است و سوم آنکہ ہمین حدیث
منسلة کہ در بعض روایات وارد است و آن استنا بلفظ الا انہ لا بنی معی است چہام
آنکہ ہمین حدیث منسلة کہ در بعضی روایات وارد است و آن استنا بلفظ الا انک لست بنبی
است

اقول و بہ نسبت تعیین۔ جاننا چاہئے کہ حدیث منسلة بظاہر لفاظ سنّا اقسام میں وارد ہے
اور تتبع اخبار سے یہ امر پابہ ثبوت کو پہونچا ہے کہ آنحضرت نے یہ حدیث شریف مقامات
کثیرہ میں ارشاد فرمائی ہے اور استثنائیں الفاظ متنوعہ ارشاد کئے ہیں جن سب کا محصل ایک ہے
اور ان الفاظ متنوعہ میں الا انہ لا بنی بعدی متواتر باللفظ ہے باقی اور الفاظ احادیث
کثیرہ سے ثابت ہیں ان مولوی صاحب کا اس حدیث کو چار انواع پر قرار دینا عدم تتبع یا
تجامل پر وال ہے اب ہر قسم کی تفصیل افادہ مومنین کے لئے اختصار کیساتھ بیان کیجاتی ہے

اول بلا استنشا جملہ سے کہ ان مولوی صاحب نے نقل کیا ہے مگر تفحص روایات اور تتبع اخبار سے یہ امر ثابت ہے کہ اگر کسی کتاب میں کسی راوی سے یہ استثنایہ لایا نہ لایا ہی بعدی مروی نہیں ہے تو حقیقت وہ سہو راوی یا سہو محدث ہے کیونکہ دوسری کتاب میں اسی راوی سے وہ استثنایہ مروی ہے چنانچہ سعد بن ابی وقاص سے صحیح بخاری میں یہ استثنایہ ترک کیا گیا ہے حالانکہ صحیح مسلم اور دوسری کتب معتبرہ فقہین میں یہ استثنایہ اسی سعد بن ابی وقاص سے بار بار کثیر مروی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت نے یہ حدیث کبھی بلا استثنایہ نہیں فرمائی و دوسری قسم ثنائیہ الاانہ لابی بعدی پس حدیث شریف سنن ترمذی اس استثنایہ کے ساتھ متواتر باللفظ ہے چنانچہ احقر کے چند اسناد مقام ہذا میں نقل کر رہے۔

وآخر حدیث لابی بعدی

پہلی سند صاحب المال نے بند متصل امام جعفر صادق سے روایت کی ہے جس کا بعض یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ یا علی انت منی بمنزلة هبة الله من آدم ومنزلة سام من نوح ومنزلة اسحق من ابراهيم ومنزلة هارون من موسى ومنزلة شمعون من عيسى الا انہ لابی بعدی یعنی یا علی تم میری نسبت ایسے ہو جیسے شیث آدم کی نسبت اور سام نوح کی نسبت اور اسحق ابراہیم کی نسبت اور ہارون موسیٰ کی نسبت اور شمعون عیسیٰ کی نسبت تھے۔ مگر میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں۔

دوسری سند امالی شیخ ابو جعفر طوسی میں بند متصل امام رضا سے مروی ہے کہ آنحضرت نے جنگ تبوک کو تشریف لیجاتے ہوئے حضرت امیر سے فرمایا الا نرفی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسى الا انہ لابی بعدی یعنی کیا تم راضی نہیں کہ تم میری نسبت ایسے ہو جیسے موسیٰ کی نسبت ہارون تھے مگر میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ملے گا۔

تیسری سند امالی میں بند متصل حبیب بن جنادہ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے حضرت

علی سے فرمایا انت منی بمنزلة هارون من موسى الا انه لا نبي بعدي
 چوتھی سند شیخ نے امالی میں جابر بن سمروہ سے بعینہ یہ حدیث روایت کی ہے۔
 پانچویں سند شیخ نے امالی میں عامر بن سعد سے اور اس نے اپنے باپ (سعد وقاص) سے
 روایت کی ہے کہ جناب سید عالم صلعم نے بعض غزوات میں علی کو ساتھ نہ لیا بلکہ (مدینہ میں) چھوڑ
 حضرت علی نے آنحضرت سے عرض کی آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں آنحضرت
 نے فرمایا اما ترضی ان تكون منی بمنزلة هارون من موسى الا انه لا نبي بعدي
 سعد بن ابی وقاص سے کتب فریقین میں باسناد کثیرہ یہ حدیث مروی ہے ملاحظہ ہو بحار جلد
 (۹) باب حدیث المنزلۃ۔

چوتھی سند نہج مجاہد الانوار کے باب جوامع مناقبہ صلاۃ چاب قدیم میں مرقوم ہے کہ امیر
 نے فرمایا۔ انیکم احدث قال له رسول الله انت منی بمنزلة هارون من موسى
 الا انه لا نبي بعدي غیری۔ قالوا لایفنی کیا تم میں سوائے میرے کوئی سہ جگہ لئے
 آنحضرت نے یہ حدیث (منزلۃ مع الاساتینا) فرمائی ہو لوگوں نے کہا نہیں۔
 ساتویں سند سعد بن مالک سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا یا علی انت منی بمنزلة
 هارون من موسى۔ الا انه لا نبي بعدي تاسع مجاہد باب نصوص البنی علی الائمۃ
 صلاۃ چاب قدیم طہران۔

اٹھویں سند کشف الغمہ میں ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہذا علی
 بن ابی طالب کما منی ودمہ من دمی وھو منی بمنزلة هارون من موسى
 الا انه لا نبي بعدي ایضا بشارت المصطفیٰ میں ابن عباس سے مثل اسکے مروی ہے۔
 نویں سند مناقب ابن شہر آشوب میں ابو سعید خدری سے یہ حدیث مروی ہے۔

دسویں سند کتاب ہدایت میں جابر بن عبد اللہ انصاری سے مروی ہے کہ آنحضرت نے
 فرمایا یا علی یحلی لک فی المسجد ما یحلی لی الا ترضی ان تكون منی بمنزلة هارون

من موسی الا انه لا یفی بعدی۔

گیارویں شد کتاب ہا یہ میں بند متصل اسما ربنت عمیس سے مثل اسکے مروی ہے۔

بارویں شد کتاب ہا یہ میں انس بن مالک سے مثل اسکے مروی ہے۔

تیسروں شد عبداللہ بن مسعود سے بعینہ یہ حدیث مروی ہے یہ سب حدیثیں تاسع بجا

کے باب اخبار المنزلة میں مرقوم ہیں۔

چودویں شد تاسع بجا کے باب فضائلہ و مناقبہ ص ۳۹ چاپ قدیم میں مقدار دو جلد

سے ایک طولانی حدیث مروی ہے جس کا آخر یہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا الا انه لا یفی

بعدی۔

پندرہویں شد تاسع بجا کے اسی باب کے ص ۳۹ میں زید بن ابی آدم سے یہ حدیث

مروی ہے

سولویں شد اسی باب کے ص ۳۹ میں عبداللہ بن ابی اوفی سے ایک طولانی حدیث میں

بعینہ یہ استثناء مروی ہے۔

سترویں شد تاسع بجا کے باب فضائلہ و مناقبہ کے ص ۳۹ میں ابو رافع سے مروی ہے کہ

آنحضرت نے فرمایا ان علیا مفی بمنزلة ہارون من موسی الا انه لا یفی بعدی

ولو کان کان علیا۔

اٹھارویں شد مجلد فتن بجا اور کتاب روضہ میں قیس بن سعد بن عبادہ انصاری

سے مروی ہے کہ انہوں نے امیر شام کے روبرو کہا کہ آنحضرت نے امیر المومنین سے فرمایا

انت مفی بمنزلة ہارون من موسی الا انه لا یفی بعدی۔

انیسویں اور بیسویں شد کتاب باحق الیقین میں براء بن عازب اور زید بن ارقم

سے بعینہ یہ استثناء مروی ہے پس اس ایک قسم استثناء کو سوائے حضرات معصومین علیہم السلام کے

اٹھارہ اصحاب نے روایت کیا ہے اور حضرات معصومین سے امیر المومنین اور امام حسن اور امام حسین

اور امام زین العابدین اور امام جعفر صادق اور امام رضا اور امام حسن عسکری علیہم السلام سے
وہ مروی ہے پس اسکے متواتر ہونے میں کسی عاقل متدین کو شک نہیں ہو سکتا۔ اسکے علاوہ
ابن ابی الحدید مقسری نے شرح نہج البلاغۃ میں لکھا ہے کہ تمام اہل اسلام اس امر پر متفق ہیں کہ
آنحضرتؐ نے امیر المومنینؑ سے فرمایا انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ الا انہ لا بنی
بعدی ملاحظہ ہو تاسع بحار باب اخبار المنزلۃ ایضاً صدوق ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے
کہ شیعہ و سنی نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت امیرؑ سے ارشاد فرمایا انت
منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ الا انہ لا بنی بعدی ملاحظہ ہو تاسع بحار باب اخبار المنزلۃ
پس جب یہ استثنائے متواتر ہوا تو اسکا انکار بے دینی یا دیوانگی ہے اور جب اس پر اہل اسلام کا
ہے تو اسکی مخالفت عین خروج از اسلام ہے **اب** اہم ان مراتب پر جو ان مولوی صاحب نے
حدیث منترہ سے حضرت امیرؑ کی ذات بابرکات میں ثابت کرنا چاہا ہے ایک تفصیلی نظر دالتے
ہیں **قال اول** مرتبہ اخوة بدیل آیت ہارون انھی اقوال جاننا چاہتے ہیں کہ یہ اخوة مراد خود
حقیقہ نہیں ہے چنانچہ ابن بابویہ نے فرمایا ہے ان علیا لم یکن اخا ولا دت یعنی امیر المومنینؑ
آنحضرتؐ کے بہائی ولادۃ نہ تھے کذا قال السید الامام تفسیر تاسع بحار باب اخبار المنزلۃ بلکہ
اسکے معنی یہ ہیں کہ امیر المومنینؑ بغیر مرتبہ نبوت و خصائص نبوت اور جملہ صفات میں آنحضرتؐ
کے مثل و نظیر تھے چنانچہ خود آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا انت انھی فی الدنیا والاخرۃ
قال دوم مرتبہ خلافت است بدیل آیت اخلفنی **اقول** اس سے کسی عاقل کو انکار نہیں
ہو سکتا **قال سوم** مرتبہ وزارت است بدیل اجعل لی وزیرا **اقول** یہ بھی بہت درست ہے
قال چہارم مرتبہ رسالت است بدیل ایہ انما رسولا مرسل **اقول** یہ عین کفر ہے بدلیل ضرورت
دین اربع سلمین اور خود حدیث میں استثنائے نبوت متواتر اور قطعی و ازبوقہ عامہ اور رسالت خاصہ
جب عام متفقہ ہو تو خاص اہل تشیع ہوگا چنانچہ ابن بابویہ نے فرمایا ہے ومن مذازل ہارون
من موسیٰ انہ کان نبیا معہ واستثناء النبی منع من ان یکون علی علیہ السلام نبیا

یعنی ہارون کے مراتب سے یہ بھی ایک مرتبہ تھا کہ وہ حضرت موسیٰ کیساتھ نبی تھے اور آنحضرت
 کا استثناء حضرت امیر کے نبی ہونے کا مانع ہے اور یہ مرتبہ تھے علم الہدٰی اعلیٰ اللہ مقامہ فرمائیے
 میں واذا اخبر بما لا يستثناء منزله النبوة وحصل العلم من منزلة الاخوة في النسب وجب
 القطع على ثبوت ما عداها یعنی جب استثناء سے مرتبہ نبوت خارج ہوا اور دلیل عرف
 نے اخوت نسبی کی تخصیص کی تو ان دو صفتوں کے سوا سے اور مراتب ہارونی کے ثبوت
 کا یقین واجب ہے (تاسع بحار باب اخبار المتترک) اور علامہ مجلسی نے حق الیقین میں بمقام
 ذکر حدیث منترکہ تحریر فرمایا ہے ظاہر منترکہ عموم است بحسب عرف خصوصاً ہر گاہ بعضے از
 نازل را استثناء کنند کہ در خصوص صریح می شود و عموم در بقیہ افراد مستثنیٰ منہ مثل انکہ اگر
 کہے گوید فلان مرد بمنزلہ من است مگر انکہ بخیل است۔ ہمہ کس چنین می فہند کہ در غیر حود در صفات
 و کمال دیگر مثل دوست پس این کلام دلالتہ کرد بر آنکہ جمیع نسبتہا کہ میان موسیٰ و ہارون بود باید کہ
 در آنحضرت (علی) باشد بغیر تفسیری قال نجم مرتبہ نبوت است بدلیل آیہ اخلاہا ہارون
 بذیٰ اقول یہ بھی غلط ہے جسکا بیان گزرا قال ششم مرتبہ جبل نبوت موسیٰ و ہارون
 قبلہ بدلیل لفظ واجعلوا بیوتکم قبلۃ اقول یہ عین نادانی و تحریف معنی قرآنی
 و وسوسہ شیطانی ہے اس کا بیان مختصر و مفید یہ ہے کہ یہ آیہ شریفہ سورہ یونس پارہ میں
 اسطرح وارد ہے و اوحینا الی موسیٰ و اخیہ ان تبوء القوم کمسا ہمصر بیوتاً واجعلوا بیو
 تکم قبلۃ و اقموا الصلاۃ یعنی ہم نے موسیٰ اور ان کے بہائی (ہارون) کی طرف وحی
 بھیجی کہ مصر میں اپنی قوم کے رہنے کیلئے گھر بنالو اور تم سب اپنے انہیں گھروں کو مستحب
 قرار دو اور وہیں نماز پڑھو پس اس آیہ شریفہ میں نہ فقط حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام
 کے گھروں کا ذکر ہے اور نہ ان کو قبلہ قرار دینے کے یہ معنی ہیں کہ ان گھروں کی طرف نماز پڑھا
 کریں اور نہ اس آیہ میں کوئی فضیلہ خاص موسیٰ و ہارون کی ہے چنانچہ تفسیر صافی میں مرقوم ہے
 واجعلوا انما و قومکمابیوتکم تلافی البیوت قبلۃ مصلیٰ یعنی تم دونوں اور تمہاری

قوم ان گہروں کو جاسے صلوٰۃ قرار دیں و اقموا الصلوٰۃ فیہا اور ان میں نماز پڑھا کریں اور
 اسی تفسیر میں امام موسی کاظم علیہ السلام سے واجبوا بیوتکم قبلۃ کی تفسیر اس طرح منقول ہے
 قال امروا ان یساوا فی بیوتہم یعنی موٹے و ہاروٹن اور انکی قوم کو یہ حکم دیا گیا ہے
 کہ اپنے گہروں میں نماز پڑھا کریں۔ پس ان مولوی صاحب نے فقط قبلہ کو دیکھ کر کعبہ حق سے انحراف
 لیا اور کلام خدا میں تحریف معنوی کے مرتکب ہوئے قال مفتسم مرتبہ اشتراک و نبوت و رالہ
 حضرت موسی بدیل و اشراکہ فی اموی۔

اقول باین وجہ نقوض ہے کہ حضرت امیر کی شرکت آنحضرت کی نبوت و فرض اطاعت
 میں بدیل استثناء و باجماع است باطل ہے۔ چنانچہ علامہ مجلسی نے تاسع سجاد باب اخبار المنزلیین
 یہ مرتبے علم الہدی رضی اللہ عنہ کا جو کلام نقل کیا ہے اسکا بعض یہ ہے لان الامة لا
 تختلف فی انہ لم یکن مشارکا للرسول صلعم فی فرض الطاعة علی الامة
 علی جمیع احوال حیوۃ یعنی امتہ نے اس امر پر اجماع کیا ہے کہ امیر المومنین فرض اطاعت
 میں جمیع زمانہ حیات آنحضرت آپ کے ساتھ شریک نہ تھے لمخصا قال مرتبہ تختی پشت
 موسی است بسبب ہارون بدیل و اشد حذبہ ازہی اقول یہ درست ہے قال دہم مرتبہ
 اشتراک ہارون است بموسی در داون کتاب بھر دو بدیل اتینا ہما الکتاب المستبیین
اقول یہ امیر المومنین کی نسبت غلط ہے کیونکہ عطا کے کتاب کو نبوت لازم ہے اور نبوت
 بسبب استثناء و ضرورۃ دین اسلام باطل ہے قال دہم مرتبہ شرکت ہارون بموٹے در وحی بدیل
 و اوحینا الی موسی و ہارون اقول یہ بھی نسبت امیر المومنین باطل ہے بضرورت دین اسلام
 و استثناء نبوت چنانچہ علامہ مجلسی نے شیخ سدید مفید علی اللہ مقامہ کا قول اس بارے میں
 اس طرح نقل کیا ہے و انما منع نزول الوحی الیہم (ای الائمة) و الایحیاء بالاشیاء
 الیہم للاجماع علی المنع من ذلک و لا تفاق علی انہ من زعمان اعدا بعد
 بنیایوحی الیہ فقد اخطاء و کفر لحصول العلم بذلک من دین البنی اسکا محض

کہ ائمہ پر نزول وحی ممنوع ہے کیونکہ اس منع پر اجماع واقع ہوا ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے
 اگر کوئی یہ اعتقاد رکھے کہ ہمارے پیغمبر کے بعد فلاں شخص پر وحی آتی تھی تو وہ شخص مخطی اور کافر
 ہے پس یہ امر (ضرورۃ) دین اسلام سے ہو گیا ہے ملاحظہ ہو سابع بحار باب انہم محدثون
 مفہون والفرق بینہم و بین الانبیاء قال یازدہم مرتبہ شکر تبارک و تعالیٰ ہونے است
 در بعتہ بدلیل ایہ بعثنا من بعدہم موسیٰ و ہارون اقول اگر بعتہ سوم در بعتہ نبوت ہے
 ذات الیومنین میں یہ صفت ممنوع ہے جس کا بیان گزرا اور اگر اس سے مراد تقریر امامت اور
 تو مسلم قال دوازدهم مرتبہ وصایتہ بدلیل احادیث متواترہ اقول ہر چند امیر المومنین کا وحی
 آنحضرت ہوا قطعی ہو مگر ہارون کا وحی حضرت عیسیٰ ہوا محمل کلام قال سیدہم مرتبہ وحدۃ موسیٰ
 و ہارون کہ حقیقتہً یہی بودہ اند بدلیل فمن ربکما یا موسیٰ (یعنی اسے موسیٰ سے تم دونوں کا پروردگار
 کون ہے) اقول دعویٰ وحدت حقیقیہ موسیٰ و ہارون کرنا اور اس پر آیہ موصوفہ سے دلیل
 لانا عین خطبہ اس کی کیونکہ موسیٰ ایک ذات معین شخص کا نام تھا اور ہارون بھی ایک علیحدہ شخص تھے اور
 دونوں فرعون کے رد پر موجود تھے۔ اور فرعون مجبوظ الحواس اور اندھانہ تھا جو شخص کو
 ایک سمجھے اور وہ ان بزرگواروں کی نبوت کا بھی مقتصد نہ تھا جو ممکنات سے ہے پھر وہ ان کی وحدۃ
 حقیقی کا کیونکہ اعتقاد رکھتا جو محالات سے ہے پس فرعون نے جو حضرت موسیٰ سے کہا
 فمن ربکما یا موسیٰ اسکی وجہ یہ ہے کہ چونکہ موسیٰ اصل تھے اور ہارون تابع اس لئے فرعون پکارنے
 میں تو نام فقط موسیٰ کا لیا مگر کلام میں خطاب دونوں کی طرف کیا چنانچہ تفسیر صافی میں مرقوم ہے
 وانما مخاطب الاثنین وخص موسیٰ بالذائد لانه الاصل و ہارون وزیرہ اور ایسے محاورات تمام
 زبانوں میں شایع ہیں۔ اور خود قرآن شریف میں ایسا کلام کئی مقام پر موجود ہے چنانچہ خداے تعالیٰ
 نے فرمایا و احینا الی موسیٰ و اخیه ان تبوءا القوم لکما بمصر بیوتا و اجعلوا بیوتکم قبلۃ پس اس آیت میں
 وحی تو موسیٰ اور ہارون کی طرف ہے اور و اجعلوا بیوتکم صیغہ جمع سے موسیٰ و ہارون کیساتھ انکی
 تمام قوم کو مخاطب کیا گیا ہے تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ موسیٰ و ہارون اور انکی قوم وحدۃ حقیقی کہتے

تھے ایضاً خلاق عالم نے فرمایا ہے یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء باین ندا تو آنحضرت کے نام سے ہوئی
اور صیغہ جمع سے خطاب تمام مسلمانوں کی طرف کیا گیا تو کیا کھسکتے ہیں کہ تمام مسلمان آنحضرت کے
ساتھ وحدۂ حقیقی رکھتے ہیں اگر نہیں تو اے چار دہم مرتبہ فصیح بودن حضرت ہارون از موسیٰ بدیل
آیہ ہوا فصیح منی لسانا اقول نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ان مولوی صاحب نے حضرت امیر کو
آنحضرت سے زیادہ فصیح ثابت کرنا چاہا ہے حالانکہ نبوت کے شرائط میں تمام اہل اسلام متفق ہیں کہ چاہے
بنی جملہ فضائل اور کمالات میں اکمل اہل زبان اور افضل امت ہو اور ان مولوی صاحب نے جو اپنے
دعوے کے ثبوت میں آیہ ہوا فصیح منی لسانا پیش کیا ہے وہ فہم کی غلطی ہے اسکا مختصر بیان
یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کی زبان میں آگ سے جلنے کی وجہ سے گرہ پڑ گئی تھی جس سے صاف نہ بول
تھے جب انہیں حکم خدا فرعون کی ہدایت کیلئے ہوا تو انہوں نے عرض کی راسی ہارون ہوا فصیح
لسانا فارسلہ معی رگا یعنی میرے بہائی ہارون انکی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے تو انکو میرا گار
بناکر میرے ساتھ بھیج۔ مگر قرآن شریف کے دوسرے مقام پر یعنی سورہ طہ میں ہے کہ حضرت موسیٰ
یہ بھی عرض کی واجلل عقد لا من لسانی اور میرے زبان میں جو گرہ پڑی ہوئی ہے اسے بھی
اسکے جواب میں خلاق عالم نے فرمایا قد اوتیت سؤلک یا موسیٰ یعنی لے موئے تمہاری سب
درخواستیں منظور کی گئیں۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو سبب موسیٰ کی عدم فصاحت کا تھا وہ
خدا نے دفع فرمایا جس سے ممکن نہیں کہ کوئی کہے کہ اسکے بعد بھی حضرت موسیٰ سے حضرت ہارون
افصح تھے۔ اور حضرت موسیٰ کا قول ہوا فصیح منی زمانہ مرض کلہ ہے نہ زمانہ صحت کا قال بزعم
مالک بودن حضرت موسیٰ نفس خود را و ہارون را کہ دلیل وحدۂ باطنیہ است بالمالک لا الہ
الا نفسی و انھی اقول دو جہوں سے باطل ہے۔ اول یہ کہ وحدۂ حقیقیہ تخصیص متنع عقلی
جسکا قائل بغیر غیوط اسواس کے نہیں ہو سکتا اور اسکے متنع ہونے میں کوئی فرق ظاہر و باطن کا نہیں
ہے مگر فی مہملہ الکتاب۔ دوسری وجہ یہ کہ کسی شخص کا مالک نفس غیر ہونا اس امر پر ہرگز
نہیں کہ مالک و مملوک دونوں وحدۂ باطنیہ رکھتے ہوں خدا سے تعالیٰ ہمارا مالک حقیقی ہے اور اسکے

حکم سے آنحضرت اور ائمہ معصومین علیہم السلام ہمارے مالک ہیں اور ہر اقا اپنے غلام و کنیز کا مالک ہے کیا یہ سب وعدہ باطنی رکھتے ہیں ہرگز نہیں۔ حضرت موسیٰ کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ حضرت موسیٰ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور حضرت ہارون باوجود عصمت حضرت موسیٰ کے تابع لہذا موسیٰ کو یقین تھا کہ ہارون میرے حکم کے خلاف نہیں کریں گے اس لئے کھانا لا مالک الانفسی وانی پس اس سے حضرت موسیٰ و حضرت ہارون میں وعدہ باطنی تو ثابت نہیں ہوئی مگر یہ امر قطعاً ثابت ہے کہ موسیٰ حاکم تھے اور ہارون ان کے محکوم اور موسیٰ افضل تھے اور ہارون مغضول اور باقی اسام حدیث منترۃ انشاء اللہ تعالیٰ ہم عنقریب بیان کریں گے۔

قال پس جمع مراتب پانزویہ کا نہ مذکور الصدر کہ از براسے ہارون ثابت شدہ از براسے جناب امیر خم ثابت می شود این تفسیر حدیث منترۃ بنا بر عدم انتشاست

اقول وجود انتشاست و اتر اور اجماع سے قطعی اور یقینی ہے پھر خلاف انتشاست تمام مراتب ہارون کو ذات امیر المومنین میں ثابت جاننا دین سے ہاتھ اٹھا لیسے تقریباً بیس اصحاب سے زیادہ نے اس انتشاست کو روایت کیا ہے اور کئی اصحاب عصمتہ و طہارۃ سے بھی یہ انتشاست مروی ہے اور اہل اسلام نے اس انتشاست پر اجماع و اتفاق کیا ہے جلہ علماء عظام نے جہاں کہیں حدیث منترۃ حضرت امیر المومنین کی امامت پر استدلال کیا ہے اسی انتشاست کیساتھ کیا ہے۔ علامہ مجلسی نے صدوق ابن بابویہ رحمۃ اللہ علیہ نے سید مرتضیٰ علم الہدے رضی اللہ عنہ نے ملاحظہ ہوتا ہے بحاکم باب اخبار المنترۃ اور خاتم المتکلمین مولانا مولوی الیہ حامد حسین علیہ السلام نے کتاب مستطاب عیقات الانوار میں جو ایک تفصیلی بحث حدیث منترۃ کی نسبت تحریر فرمائی ہے وہ اسی انتشاست کیساتھ ہے اور مثل فرض محال اگر یہ انتشاست قطعی الصد نہ ہو جب بھی اجماع اہل قبلہ اور اتفاق ائمہ جو انحصار کی ختمیت پر ہے جسے ضرورت دین اسلام رکھتے ہیں وہ جناب امیر کی ذات والا صفات میں جملہ آثار ہارونہ کے ثبوت کا مانع ہے۔

قال واما دوم حدیث منترۃ با تشنا لفظ الا انہ لا ینفی بعدی است پس ولالت

کند کہ غیر از نبوت جمیع مراتب ہارونہ مذکور بالا از براسے جناب امیر ثابت باشد۔

اقول واللہ الموفق والمقید۔ اولاً جب حسب اعتراف مولوی صاحب موصوف بسبب اشتنا حضرت امیر کی ذات مبارک سے نبوت علیحدہ ہو گئی تو پھر جو آئندہ مخالفانہ بحث کی ہے اور اسے استثنائے آپ کی نبوت ثابت کرنا چاہا ہے سب باطل ہے اور اس سے پہلے جو دلائل مہملہ نبوت کے بیان کئے سب غلط ثابت ہو چکا کہ بغیر نبوت جملہ مراتب مذکورہ ہارونہ حضرت امیر کی ذات میں ثابت ہیں اس سے بظاہر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے جو پندرہ مراتب بیان کئے ہیں انہیں سے بسبب اشتنا ایک مرتبہ نبوت ساقط اور باقی چودہ ثابت ہیں۔ حالانکہ یہ بھی غلط ہے کیونکہ انہیں سے بعض مراتب تو ایسے ہیں کہ دراصل وہ مہمل ہیں اور خود حفرة ہارون ہی کی ذات میں وہ ثابت نہیں اور بعض ایسے ہیں کہ انکو نبوت لازم ہے اور نبوت بسبب اشتنا باطل ہے پس لازم بھی باطل ہے جیسے عطا کے کتابت نزول وحی۔

قال ولفظ بعدی در انتشار الا انہ لا بنی بعدی معلوم است کہ انظرون است و انحصار نظرون در زمان و مکان قطعی است و در صورت نظرون زمانی بودن لفظ بعدی این معنی می شود کہ بعد از زمان من کسی بنی نیست و این انتشار از نبوت مطلقہ نیست بلکہ انتشار از نبوت مقیدہ بما بعد زمان بنی ہاست و ہم زمان نبوت حضرت علی ثابت بود و زمان حیوۃ آنحضرت و بعد زمان ممات آنحضرت بسبب تشبیہ حضرت علی بہ ہارون و چون استثنائے نبوت بعد زمان آنحضرت درین حدیث شریف شدہ نبوت حضرت علی و زمان حضرت محمد باقی ماندہ و بسبب انتشار مذکور نبوت حضرت علی بعد زمان مائۃ آنحضرت ثابت شدہ فیخرج ماخرج و بقی الباقی تحت عمومہ پس بنا براین مثل این میشود کہ کسی بعد از خود بگوید کہ حال شما مثل حال بادشاہی است مگر بعد از من از براسے شما آسایش نیست فاین بہ تبادر دلالتہ میکند کہ در زمان من آسایش است پس فرمودن آنحضرت کہ تو از من پیشتر لہ ہارونی از موی سنے مگر انیکہ تحقیق کہ شان انہیست کہ ہچا کس بنی بعد از من نیست دلالتہ می کند کہ در زمان من بنی ہستی و بعد از زمان من بنی نیستی پس لازم این قول می شود کہ بعد از زمان آنحضرت

سلب نبوت از جناب امیر شیو و یا بجہت صدور خطائے ازین معصوم کہ محال است یا بسبب عدم
عدل خدا کہ بلا وجہ سلب نبوت از جناب امیر میکند این ہم محال است کہ خدا می فرماید ان الله
لا یغیر ما بقوم حتی یتغیروا ما بالنفس منہم ونیز بعد از اعطائے نعمت نبوت و رسالت بہ بنی و رسولی
از زمان آدم تا زمان خاتم سلب نبوت و رسالت نفی مودہ و خدا سے تعالیٰ خلاف طریقہ خود نمی کند کہ میفرماید
ولن تجد لسنة الله تبایلاً پس لازم آمد کہ قائل بہ سلب نبوت بعد از بنی قائل بکی از و مذکور مذکور
باشد یا نسبت لغو بکلام آنحضرت نماید کہ ان ہم محال است۔

اقول واللہ الموفق والمعين یہ تطویل لا طائل کئی وجوہ سے باطل ہے اول یہ کہ فقط بعد
حقیقتہ طرف زمان ہے نہ طرف مکان چنانچہ مجمع البحرین میں ہے و بعد من غیر من طرف
الزمان یعنی فقط بعد طرف مہم ہے طرف زمان سے اور ملا سعد تفتازانی نے مختصر معانی
میں فقط بعد کے شرح میں لکھا ہے فہو من الطرف الزمانية اور کتاب نحویر میں فقط بعد
طرف زمانہ میں شمار کیا ہے نہ طرف مکانیہ میں اور جب قدر علماء اعلام شیعہ نے حدیث منسکہ
کی شرح کی ہے ان سب نے فقط بعد کو جو امتثالیں دارد ہے طرف زمان ہی قرار لیا ہے اور
بالاتفاق نتیجہ نکالا ہے کہ آنحضرت کے بعد مطلقاً کوئی پیغمبر نہیں پس باوجود اسکے فقط بعد کو طرف
مکان قرار دینا جہل یا تجاہل ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ علی التشریح ہم نے تسلیم کیا کہ فقط بعد کہنی طرف
مکان کے لئے بھی متعل ہے مگر یہ اس وقت ہوگا جبکہ فقط بعد مضاف ہو اور فقط مکان یا اسکے
ہم معنی الفاظ مضاف الیہ ہوں اور بغیر اسکے ہرگز یہ فقط طرف مکان کے لئے متعل نہیں ہوا پس
حدیث منسکہ میں فقط بعد الفاظ مذکورہ کی طرف مضاف نہیں تو اس سے متبادر الے الذین
قطعاً ظرفیتہ زمانی ہے نہ مکانی۔ تیسری وجہ یہ کہ اگر حدیث امتثالیں فقط بعد کو طرف مکان قرار
لیں تو حدیث مہمل اور نفو ہو جائیگی اور وہ محال ہے اور اسکی تفصیل عنقریب آتی ہے انشاء اللہ
تعالیٰ پس جب ثابت ہوا کہ حدیث امتثالیں فقط بعد قطعاً طرف زمان ہے تو اب جاننا چاہئے
کہ ان مولوی صاحب نے جو یہ اشکال پیدا کیے ہیں کہ اس صورت میں لازم ہوگا کہ حضرت امیر حضرت

کے زمانہ میں پیغمبروں اور آنحضرت کے بعد آپ سے نبوت سلب کی گئی ہو پس یہ انکال
 حواس کے اختلال پر دل ہے اور کوئی وجہ سے باطل ہے اول یہ کہ جب بوجہ نص متواتر الا
 اللہ بنی بعدی یہ امر قطعی ہے کہ آنحضرت کے بعد کوئی پیغمبر نہیں۔ اور حضرت امیر آنحضرت
 کے بعد زندہ تھے تو معلوم ہوا کہ آنحضرت کے بعد حضرت امیر بھی پیغمبر نہیں جب آنحضرت کے
 بعد آپ پیغمبر نہیں تو آنحضرت کے زمانہ میں بھی آپ پیغمبر نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ در صورت نبوت
 امیر المومنین زمانہ آنحضرت کے بعد آپ سے سلب نبوت لازم آئیگی اور وہ متمنع ہے اگر
 آپ سے سلب نبوت نہ ہو تو ضرور ہوگا کہ آپ آنحضرت کے بعد بھی پیغمبر ہوں اور وہ بھی نص متواتر
 متمنع ہے تو اس سے صاف ظاہر ہوا کہ حضرت امیر نہ آنحضرت کے زمانے میں پیغمبر ہیں نہ آنحضرت کے بعد
 پس آنحضرت کا لابی بعدی نہ مانا آپ کے زمانے کی نبوت کو بھی باطل کرتا ہے اور ان مولوی صاحب نے
 جو یہ قاعدہ پیش کیا ہے کہ خروج ماخرج وبقی الباقی تحت حکومت پس یہ اس وقت سے کہ جب
 عموم صفات باقیہ میں کسی صفت کے بقا کی کوئی دلیل خارج مانع نہ ہو۔ اور یہاں دلیل قطعی مانع ہے یعنی
 در صورت نبوت امیر المومنین زمانہ آنحضرت امر متمنع یعنی سلب نبوت بعد آنحضرت لازم آئیگی الملاحضہ
 باطل ناملازم کاذب اور جو ان مولوی صاحب نے بادشاہ کی مثال پیش کر کے اس پر حدیث متشابہ
 قیاس کیا وہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ کسی کے لئے آسائش کا ایک زمانے میں پایا جانا اور دوسرے
 زمانے میں پایا جانا کوئی محذور نہیں رکھتا ممکن ہے کہ ایک شخص کو خدا سے تعالیٰ ایک وقت آسائش
 عطا کرے اور پھر وہ آسائش سلب ہو جائے بخلاف نبوت کہ جب کسی کو عطا ہوئی تو پھر سلب نہیں ہو سکتی دوسری
 وجہ یہ کہ اسے بحاکم کے باب اخبار المنزلة میں عمر اور سلمہ ابابے حضرت امام سلمہ سے روایت کی ہے وہ
 لکھتے ہیں کہ میں نے ایک جج میں سنا کہ آنحضرت نے امیر المومنین کی نسبت فرمایا علی میری نسبت ایسے
 جیسے ارون موسیٰ کی نسبت تھے الا ان الله ختم النبوة بی فلا نبوة بعدی مگر یہ تحقیق کہ خدا
 تعالیٰ نے مجھ پر نبوت ختم فرمائی ہے پس میرے بعد نبوت نہیں ہے اور یہ حدیث حدیث منزلت کی
 تیسری شکستہ ہے جو ان مولوی صاحب نے اپنے مطلب کے خلاف سمجھ کر ترک کیا ہے اور

ہر چیز اسکے الفاظ بنیاد ہر قسم ثانی کے الفاظ سے کسی قدر فرق رکھتے ہیں مگر میں ایک ہیں اور اس
 میں جو الفاظ ختم النبوة بی وار وہیں وہ قطعی طور پر اس امر پر دل ہیں کہ نہ آنحضرت کے بعد کوئی
 پیغمبر ہے نہ آنحضرت کے زمانہ میں پھر آنحضرت نے انہیں الفاظ پر تصریح فرمائی اور تاکید اٹھا
 فلا نبوة بعدی تیسری وجہ یہ کہ وہی حدیث منسوخ آنحضرت نے ایک دفعہ ان الفاظ میں ارشاد
 فرمائی جو کشف الغمہ میں جابر بن عبد اللہ انصاری سے مروی ہے یا علی یصل اللہ فی المسجد
 ما یصل لی الا ترقی ان تا کون منی بمنزلة ہارون من موسی الا النبوة تخصی یا علی جو چیز
 مجھے مسجد میں حلال ہے وہ تم کو بھی حلال ہے کیا تم خوش نہیں کہ تم میری نسبت ایسے ہو جیسے ہارون
 موسیٰ کی نسبت تھے بغیر نبوت کے ایضاً یہ حدیث بعینہ تاسع بحار میں سعد قاص سے بھی مروی ہے
 ایضاً عاشع بحار میں بذیل ذکر امام حسن مجتبیٰ نقل کتاب عدد و احتیاج طبرسی امام حسن سے مروی ہے
 کہ آنحضرت نے حضرت امیر سے فرمایا یا علی انت منی بمنزلة ہارون من موسیٰ غیر النبوة
 فلا نبوة بعدی ایضاً حیدۃ القلوب کی دوسری جلد میں بذکر غزوہ تبوک نقل تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام
 امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ یا علی آیا منی خواہی کہ نسبتہ تو
 بن نسبتہ ہارون باشد ہو سے در ہمہ چیز بغیر پیغمبری پس اس حدیث صحیح مشہور سے کاشمیری
 نصف النہار ثابت ہے کہ امیر المومنین کی ذات میں ہرگز نبوت نہ تھی نہ آنحضرت کے زمانے
 میں نہ آنحضرت کے بعد اور بقاعدہ الحدیث یفسر الحدیث اس حدیث نے ثابت کر دیا کہ
 اس حدیث متواتر الا انہ لا بنی بعدی کے بھی یہی معنی ہیں کہ حضرت امیر کی نسبت نہ مانہ میں
 پیغمبر نہیں اور یہ حدیث مشہور جو تھی قسم ہے حدیث منسوخ کی۔ اور نہایت تعجب کا مقام ہے کہ ان
 مولوی صاحب نے حدیث منسوخ کی اس قسم کو بھی حسیں استثناء بلفظ الا النبوة وار وہے ترک کر دیا کیونکہ
 دیکھا کہ اس میں مطلق تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ جو تھی وجہ یہ کہ تاسع بحار کے باب سد الابواب بابہ
 میں بروایت ابوہریرہ آنحضرت سے جو حدیث منسوخ مروی ہے اسکا آخر یہ ہے الا انہ لا بنی بعدی
 (لو کان کان علیا جسکا محصل یہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ بے شک میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں

اور اگر یہ سے بعد کوئی پیغمبر ہوتا تو وہ علی ہوتے قریب اسکے ابو سعید خدری سے بھی مروی ہے (تائید)
 بخاری باب اخبار المنزلة اور ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ نے کتاب مناقب میں لکھا ہے دینی روایات
 کثیرۃ الاکانہ لابی بعدی ولو کان لکنۃ یف اکثر روایات میں وارد ہے کہ آنحضرت نے فرمایا
 بیشک میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں اور اگر میرے بعد کوئی پیغمبر ہوتا تو (یا علی) وہ تم ہوتے۔ ملاحظہ ہو
 بخاری باب اخبار المنزلة پس معلوم ہوا کہ یہ زیادتی بھی روایات مشہورہ سے ثابت ہے اور اس سے ظہور
 ہے کہ حضرت امیر نہ آنحضرت کے زمانہ میں پیغمبر تھے اور نہ آپ کے بعد۔ اور یہ حدیث۔ پانچویں قسم ہے حدیث
 منترکہ کی کہ اس کو بھی ان مولوی صاحب نے جھٹلایا اپنے مخالف مطلب جانکر تجاہلًا ترک کیا ہے
 پانچویں وجہ یہ کہ تاسع جوار کے باب اخبار المنزلة میں ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت نے حضرت
 امیر سے فرمایا کیا تم راضی نہیں کہ میری نسبت ایسے ہو جسے موسیٰ کی نسبت ہارون تھے الا انک
 نسبت بنی مگر فرق اتنا ہے کہ تم پیغمبر نہیں ایضا گنج البلاغہ میں امیر المومنین سے منقول ہے کہ حضرت
 نے آپ سے فرمایا انک بنی وکنانک وزید الحدیث پس یہ حدیث بھی اس پر نص ہے کہ حضرت
 امیر مطلق پیغمبر نہیں نہ بنی صامت نہ ناطق پس ان مولوی صاحب نے جو اس حدیث کی نسبت
 کھائے کہ معنی آن امین میشود کہ وہ تو دین زمان بنی تھے سمجھتے انکہ دین زمان بنی ناطق ہستہ الخ
 کئی وجہ سے منقوض ہے اول یہ کہ آنحضرت نے مطلق ارشاد فرمایا بالست بنی اس سے متبادر
 الی الذہن بھی امر ہے کہ حضرت امیر کسی طرح کے پیغمبر نہیں نہ ناطق نہ صامت نہ آنحضرت کے زمانہ
 میں نہ آپ کے بعد پس است بنی کے معنی وہ تو دین زمان بنی ہستی کے کھنا عین تحریر ہے دوسرے
 یہ کہ دو حال سے خالی نہیں کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کیساتھ یا بنی ناطق تھے یا بنی صامت ہوتے
 اولی میں ان مولوی صاحب کا یہ کلام کہ وہ زمان واحد میں دو بنی ناطق نہیں ہو سکتے بلکہ اور انتشار
 صورتہ ثانیہ میں انتشار منافی بالشر غلط ثابت ہوتا ہے کیونکہ جب حضرت ہارون بنی ناطق نہ تھے
 تو پھر انتشار کی کیا ضرورت تیسری یہ کہ خود حضرت امیر نے آنحضرت کے بعد اپنی نبوت سے انکار
 فرمایا ہے چنانچہ تاسع جوار میں مرقوم ہے کہ حضرت امیر نے فرمایا خبردار ہو جاؤ کہ میں ہرگز پیغمبر

اور نہ مجھ پر وحی آتی ہے بلکہ میں کتاب خدا اور طریقہ رسول خدا کا پیرو ہوں۔ ایضاً تاسع بحار کے باب
معجزات میں مرقوم ہے کہ ایک راہب نے حضرت امیر سے ایک معجزہ عظیم دیکھ کر عرض کی کیا آپ
پیغمبر ہیں قال لا آپ نے فرمایا نہیں پس اسے نصوص کا انکار کرتا نہیں مولوی صاحب کا کام ہے
لا غیر بحال یہ حدیث یعنی الا انک لست بنبی حدیث منترکہ کی چھٹی قسم ہے چھٹی وجہ
یہ کہ بعض مقام پر آنحضرت نے حدیث منترکہ ارشاد فرما کر اس طرح استثناء فرمایا الا انہ لا بنی معنی
یعنی میرے ساتھ کوئی پیغمبر نہیں اور یہ حدیث ایک سند سے یعنی سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے
ملاحظہ ہو تاسع بحار باب اخبار المنترکہ۔ اور اسکی نسبت جو ان مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ وہ منترکہ
آن امین میشود کہ در زبان من بنی نیست۔ یعنی بنی قائم نیست بلکہ بنی قاعد است کا پس یہ بھی
ہے کیونکہ یہاں نہ بنی قائم کا ذکر ہے نہ قاعد کا بلکہ ذات بنی کی آنحضرت نے نفی فرمائی اور مدلول
اس حدیث بفسر الحدیث اس حدیث میں معنی نبوت مراد ہے۔ یعنی میری نبوت کیساتھ یا میری نبوت
کے زمانہ میں کوئی بنی نہیں اور معلوم ہے کہ آنحضرت کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ہے پس قیامت
تک کوئی بنی نہیں۔

اور یہ ساتویں قسم ہے حدیث منترکہ کی اور سوائے یہ تواتر باللفظ الا انہ لا بنی بعدی
کے یہ پانچ قسم کے استثناء کی احادیث ہیں بھی جو بظاہر کسی قدر مختلف الالفاظ ہیں تواتر بلکہ ہیں کہ
وہ عمر بن ام سلمہ سلمہ بن ام سلمہ جابر بن عبد اللہ انصاری سعد قاص امام زین العابدین علیہ السلام
ابو رافع۔ ابو سعید خدری ابن عباسؓ ایلمومنین اور امام حسن عسکری علیہما السلام وغیرہم سے مروی
ہیں اور حدیث متواتر باللفظ الا انہ لا بعدی کی جو پیش اصحاب سے بلکہ ان سے زیادہ سے مروی
ہے موید اور مفسر ہیں اور ان سب کے محصل معنی جو بطور قطع ثابت ہیں یہ ہیں کہ نہ آنحضرت کے زمانہ
میں کوئی پیغمبر ہے اور نہ آپ کے بعد قیامت تک کوئی پیغمبر ہے۔

قال چون معنی طرف زمانی در لفظ بعدی گرفتار متعذر شد پس ناچار است انحصار
طرف مکانی در لفظ بعدی دان این است کہ الا انہ لا بنی بعدی را باین طور معنی کنند

دگرانیکہ تحقیق کہ شان بانیت کہ ہر کس بنی نیست بعد از مکان ہن) و مکان عبارة است از مرتبہ
و معنی بعدیہ مکان و مرتبہ یعنی مرتبہ است همچنانکہ اولیت مکان و مرتبہ بلندی مرتبہ است و معنی
کلام آنحضرت درین وقت این می شود کہ بعد از مکان و مرتبہ من بنی کہ آن مرتبہ پست از مرتبہ
بنی است سچکس بنی نخواہد شد یعنی ہر بنی کہ بعد از من خواہد شد مرتبہ اش از مرتبہ من پست نخواہد بود۔ پس این
استثنا از نبوة پست از نبوت آنحضرت است یعنی نبوت ان بنی کہ بعد از من خواہد بود برابر
مرتبہ نبوت من خواہد بود این است معنی ظرف مکانی بعدی و این حدیث منحصر در معنی ظرف
مکانی است انتہی۔

قول واللہ المصلحین یہ تاویلات بعیدہ براہین عدیدہ سے باطل ہیں۔ اول یہ کہ ہم نے ابھی
ثابت کر دیا ہے کہ لفظ بعد حقیقتہً ظرف زمان ہے لاغیر اود یہ بھی دلائل قطعیہ سے ثابت کر دیا
ہے کہ حدیث استثنایں لفظ بعدی کو ظرف زمان میں استعمال کرنے سے کوئی قباحتہ واقع
نہیں ہوتی۔ اود اس کو ظرف زمان ہی میں استعمال کرنا مستعین ہے دوسری وجہ یہ کہ تمام علماء
اعلام نے لفظ بعدی کو اس حدیث میں ظرف زمان ہی میں استعمال کیا ہے اور اس سے بالاجماع
یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آنحضرت پر نبوة ختم ہو گئی ہے۔ نہ آنحضرت کے زمانہ میں کوئی پیغمبر ہے نہ آپ کے
بعد قیامت تک پس اسکے خلاف بعد کو ظرف مکان قرار دینا خرق اجماع ہے بلکہ ہرگز جائز نہیں
بلکہ ضرورۃً اسلام سے یہ امر ثابت ہوا ہے کہ اس حدیث میں لفظ بعدی ظرف زمان ہے اود یہ
حدیث اپنے نفس سے کہ آنحضرت کے بعد قیامت تک کوئی پیغمبر نہیں پس اسکے خلاف کلام کرنا اپنے
کو اسلام سے خارج کرنا ہے تیسری وجہ یہ کہ لفظ بعدی کو اس حدیث میں ظرف مکان قرار دینے
سے آنحضرت کا کلام لغو اور حدیث بطل ہو جائیگی۔ کیونکہ در صورت ظرفیت مکانی اس حدیث کے
مضنیٰ معنی ہونگے۔ کہ میں جہان کھڑا ہوں یا بیٹھا ہوں یا لیٹا ہوں اس مقام کے لیے کوئی
پیغمبر نہیں۔ حالانکہ یہ لغو ہے اور اسکا نتیجہ یہ ہے کہ میرے دونوں پہلوؤں میں یا میرے بدن
پینمبر ہے اود یہ بھی لغو ہے۔ اور ان مولوی صاحب نے لفظ بعد کو ظرف مکانی قرار دیکر جو

بیان کئے ہیں وہ معنی طرف مکانی کے بھی نہیں ہو سکتے کیونکہ آپ نے کھلے مکان عبادۃ
 است از مرتبہ و معنی بعدیہ مکان و مرتبہ پستی مرتبہ است ۱ اور یہ بنائے فاسد علی الفاسد ہے
 نہ لفظ بعد حقیقتہ طرف مکانی ہے اور نہ طرف مکانی حقیقتہ بمعنی مرتبہ ہے کیونکہ طرف میں خوا
 زمانی ہو یا مکانی طرفیتہ ضرور ہے اور مرتبہ میں طرفیتہ نہیں چوتھی وجہ یہ کہ آنحضرت کو حدیث
 منترہ کے ارشاد سے یہ منظور تھا کہ اپنے بعد حضرت امیر کی خلافت ثابت فرمائیں پس اگر آپ فقط
 انت خاتم النبیین ہا دون من موسیٰ فرماتے تو سامعین یہ خیال کرتے کہ امیر المومنین آنحضرت کی
 زندگی ہی میں خلیفہ ہو سکتے ہیں نہ بعد۔ کیونکہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے بعد خلیفہ نہ تھے
 بلکہ انہوں نے حضرت موسیٰ کی زندگی ہی میں انتقال فرمایا تھا۔ اور بعض کو یہ بھی خیال ہوتا کہ
 امیر المومنین بھی پیغمبر ہیں۔ ۱۔ آنحضرت کے ایک ہی کلام طاعتہ التیام سے دونوں خیالوں
 کو دفع فرما کر اپنے بعد حضرت امیر کی خلافت ثابت فرمادی اور ارشاد کیا الا انہ لا ہی بعدی
 پس حرف استثنائے قطعاً یہ بات ثابت ہوئی کہ صفات ہارونہ سے بغیر نبوت و مختصات نبو
 جملہ صفات ممکنہ حضرت امیر کی ذات میں تھے اور لفظ بعدی سے یہ امر قطعاً ثابت ہوا کہ حضرت
 امیر آنحضرت کے بعد زندہ رہیں گے اور پیغمبر نہ ہوں گے بلکہ خلیفہ ہوں گے چنانچہ جملہ علماء اعلام نے
 حضرت امیر کی خلافت پر اسی طرح استدلال فرمایا ہے ملاحظہ ہو جامع بحار باب اخبار المنترہ و عبقا
 الانوار مجاہد حدیث منترہ وغیرہما۔ پانچویں وجہ یہ کہ اگر فرض کریں کہ حدیث منترہ سے سامعین
 کو یہ خیال ہوا تھا کہ حضرت امیر میں آنحضرت کی نبوت سے کم مرتبہ کی نبوت ہے اور معاذ اللہ
 آنحضرت کو یہ منظور ہوا کہ اپنے برابر کی نبوت حضرت امیر میں ثابت کریں نہ کم مرتبہ کی اس لئے
 آپ نے فرمایا الا انہ لا بنی بعدی تو اس صورت میں تین وجہوں سے آپ کے اس کلام کی
 لغویہ لازم آئیگی۔ اول یہ کہ خلاف محاورہ عرب اپنے کلام کیا کیونکہ فقرہ الا انہ لا بنی بعدی کے
 حاصل معنی متبادا لے الذہن یہی ہیں کہ آنحضرت کے بعد کوئی پیغمبر نہیں دوسرے یہ کہ حضرت
 کے بعد تین طرح کے انبیاء کا امکان قرین عقل ہے اول آنحضرت سے افضل۔ دوسرا مساوی

تیسرا مفضل یعنی کم پس جب ادعا سے مولوی صاحب آنحضرت نے اپنے سے کم مرتبہ پیغمبر
کا استنساخ فرمایا تو اب دو قسم کے پیغمبر باقی رہ گئے۔ افضل اور مساوی حالانکہ جب تصریح مولوی صاحب
موصوف آنحضرت نے اس استنساخ سے اپنے مساوی انبیاء کا اثبات چاہا ہے پس اس کے لئے
عبارة ناکافی ہے بلکہ فرد تھا کہ آنحضرت اس طرح فرماتے **الا انک مساوی فی جمیع الصفات**
تیسری یہ کہ آنحضرت کا اپنے سے کم مرتبہ نبی کا استنساخ فرمانا اور اپنے مساوی پیغمبر کا اثبات کرنا
بنا سے منافی علی التماس ہے جو آنحضرت سے محال ہے کیونکہ آیہ خاتم النبیین اور احادیث
متواتر بلکہ **ان الله ختم النبوة بنی فلا نبوة بعدی الا البتة ولا انک لست نبی**
اور آنحضرت کے اسم مبارک کا عاقب اور مقف ہونا۔ اور دوسری حدیثیں جو سابق میں باسنا
متواتر نقل کی گئی ہیں اس امر پر قطعی ہیں کہ آنحضرت پر نبوة ختم ہو گئی آنحضرت کے زمانے میں
اور آپ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں باوجود اسکے پھر آنحضرت کا اپنے بعد وجود بنی ثابت کرنا معاذ اللہ
لوگوں کو گمراہ کرنا ہے طرہ اس پر اثبات بنی مساوی کہ متمنع در متمنع ہے، کیونکہ آنحضرت سے ممکن
ہے کیونکہ سوا وہ ہے کہ آنحضرت پیغمبر اولوالعزم ناسخ او بیان سابق ہیں اور آپ ایسی شریعت جامعہ تار
لاے ہیں جو تمام اقوام کے لئے کافی ہے اور وہ قیامت باقی ہے پس آپ کے برابر کے مرتبہ کا پیغمبر ہی
ہو سکتا ہے جو وہ بھی اولوالعزم ہو اور آنحضرت کی شریعت کو نسخ کرے اور دوسری شریعت لائے اور
آنحضرت کے بعد ایسے پیغمبر کے وجود کا قائل ہونا سفسطہ ہے ایضاً اگر کوئی دوسرا پیغمبر آنحضرت
کی شریعت کو نسخ کرے اور دوسری شریعت لائے تو ثابت ہوگا کہ آنحضرت کی شریعت جامعہ تامہ
نہیں اور نہ وہ قیامت تک باقی ہے اور یہ خلاف ضروری دین اسلام ہے پس اس امر کا قائل ہونا
پڑے گا کہ آنحضرت کے بعد کوئی پیغمبر اولوالعزم نہیں ہے بلکہ آپ کا تابع اور آپ کی شریعت کا حافظ
ہے اس صورت میں چونکہ یقینی ہے کہ اولوالعزم غیر اولوالعزم سے اور متبوع تابع سے افضل ہوتا
یہ انکار کرنا پڑے گا کہ آنحضرت کے بعد کوئی پیغمبر کچا مساوی المرتبہ نہیں و ہذا خلف پس یہ مولوی صاحب
عجب سلمان ہیں کہ آنحضرت کے کلام کو لغو اور مہمل اور مجمع اصدا ثابت کرنے ہیں۔ افسوس

ایضا متواتر اور ضروری دین اسلام ہے کہ آنحضرت افضل البشر ہیں کا ثبوت گزرا پس اگر دوسرا کوئی شخص آپکا مساوی مطلق ہو تو آپ افضل البشر نہیں اور اگر آپ افضل البشر ہیں تو دوسرا کوئی متفلسف آپکا مساوی مطلق نہیں ہو سکتا پھر کہ اگر آپ اپنے مساوی المرتبہ پیغمبر کا وجود اپنے بعد ثابت کر سکتے ہیں آپ نے خود فرمایا ہے انا صید ولد آدم کیا آپ سے معاذ اللہ کلام متناقض صادر ہو سکتا ہے ہرگز نہیں چھٹی وجہ یہ کہ خود ان مولوی صاحب نے شروع کتاب میں تصریح کی ہے کہ ائمہ معصومین انبیاء تالذہ نہ تھے اور انکی مفروضہ نبوت کو وہ محض وصایت اور حفاظتہ شریعتہ غراسے تعبیر کر گئے اور یہ معلوم ہے کہ آنحضرت بنی تازہ یعنی اولوالعزم ناسخ ادیان سابقہ صاحب شرائع جدید تھے اور یہ بھی معلوم ہے کہ بنی غیر اولوالعزم ہرگز اولوالعزم کے برابر نہیں ہو سکتا پس اس سے ظاہر ہوا کہ خود یہ کلام مقام ہدای میں کلام سابق سے باطل ہے ساتویں وجہ یہ کہ جب آنحضرت کے بعد آپ کے برابر ملک آپ سے بھتر پیغمبر کا وجود ممکن ہوا اور موافق افعال مولوی صاحب موصوف آنحضرت نے اپنے مساوی بنی کا وجود ثابت کیا تو آپ سے کم درجہ کے انبیاء کا وجود بدرجہ اولے ممکن بلکہ ثابت ہو گیا پس اسکی نفی یا انتشاء لغو اور باطل ہے جو پیغمبر سے بعید ہے۔

قال وباید فہمید کہ اگر مقصود آنحضرت این بود کہ هیچ بنی در زمان من و بعد از زمان من تار و قیامت نخواهد شد پس این طور می فرمود الا انہ لا بنی فی حیاتی و بعد مماتی الی یوم القیامۃ۔
اقول واللہ الموفق والمہین۔ آنحضرت کو یہ عبارتہ فرمائی کہ ہرگز ضرورت نہ تھی کئی وجہ سے اول یہ کہ آنحضرت عافلون کے پیغمبر تھے نہ دیونین کے اور آپ کا کلام باحواس آدمی کے فہم کے لئے نہ مجبوظ احواس کے واسطے! آنحضرت کو معلوم تھا کہ فقط بعد طرف زمانی ہے اور لا بنی بعدی سے متبادر الے الذہن بھی مغنی ہیں کہ میرے بعد قیامت تک کوئی پیغمبر نہیں کیونکہ آنحضرت کے بعد کا زمانہ قیامت تک ہے اور جب حضرت کے بعد کسی پیغمبر کا ہونا ممتنع ہوا تو حضرت کے زمانہ میں بھی متنع ہوا کیونکہ سوائے آنحضرت کے اگر کوئی مستحق نبوتہ تھا تو وہ حضرت امیر ہی تھے حضرت امیر کی موجودگی میں کوئی اور شخص مستحق نبوتہ نہیں ہو سکتا اور حضرت امیر آنحضرت کے بعد زندہ رہے پس

اگر آپ آنحضرت کے زمانہ میں پیغمبر ہوتے تو لازم آتا کہ آنحضرت کے بعد آپ سے طلب نبوہ ہو
اور وہ محال ہے اللہ تعالیٰ ملامت ورم کذلک پس اسی ایک کلام بلوغ یعنی الا انہ لا بنی بعدی
سے قطعاً ثابت ہے کہ نہ آنحضرت کے زمانہ میں کوئی پیغمبر ہے نہ آنحضرت کے بعد قیامت تک کوئی
پیغمبر ہوگا۔ دوسری وجہ یہ کہ اس حدیث متواتر باللفظ کے سوا آنحضرت نے اور حضرات
ارشاد نے ختم نبوہ کو ایسے الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے جس میں کسی طرح شک کی گنجائش نہیں اور
وہ یقیناً متواتر بالمعنی ہیں جنکی تفصیل مگزری۔ اور ان میں اکثر حدیثیں ایسی ہیں ہر ایک باسناد کثیرہ
مردی ہے اگر وہ سب اسناد جمع کئے جائیں تو ایک سو سے بھی زیادہ ہوں۔ پس انکے متواتر بالمعنی
ہونے میں کوئی ذی فہم متفلس شک نہیں کر سکتا۔

قل ہجرت انکے مثل ابن عباسؓ اور کثرت از مقام ارشاد فرمودہ اند مثل اینکه فرمود جلد نہم ج ۱ باب ج ۱
الاصباح ص ۲۸ از کتاب المی صدوق از ابن عباسؓ کہ گفت فرمود سو خدا بعلیؓ یا علیؓ تو خلیفہ
نبی بر امت من در حیات من و بعد موت من الخ۔

اقول نہایت تعجب کا مقام ہے کہ یہ مولوی صاحب چاہتے ہیں کہ آنحضرت کے کلام معجز نظام
کو اصلاح دیں حالانکہ آنحضرت نے اپنے مطلب کو جو اس ضمن فیہ ہے بالفاظ متنوعہ بیان فرمادیا ہے
جس میں کسی ایمان دار کو شک نہیں ہو سکتا۔ اور اس کلام معجز نظام سے جو مطلب ہم سمجھے ہیں اور
ہمارے تمام علی کا سمجھے ہیں وہی مطلب ہمارے ائمہ بھی سمجھتے اور اسکو اپنے کلام سے منصوص فرمایا
جس سے وہ مطلب بدیہیات سے ہو گیا ہے پس آنحضرت کسی خاص لفظ کے پابند نہیں ہوئے
وہی لفظ ارشاد فرمایا کریں اور یہ امر بالکل صاف ہے جو ہر صاحب فہم سمجھ سکتا ہے مگر یہ مولوی صاحب
جو کہ بدیہیات کے منکر اور مفردی دین اسلام کے مخالف ہیں شجاعت کرتے ہیں۔

قال تا اینجا استدلال معنی بعدی بحج حقیقتہ بود اما استدلال بحج مجاز و لفظیائے مکمل
و لفظ بعدی پس بنا بر تفسیر کہ پیش مذکور شد در آیات سابقہ خصوصاً در آیه صلواتہ کہ آنحضرت تفسیر
و تفسیر لفظ نبی را محمد و آل محمد نموده حکم نمود قولوا للہم صلی علی محمد و آل محمد پس منے نبی

محمد و آل محمد شدہ و آنحضرت و حدیث مندرجہ لفظ بعدی کہ فرمودے میں ایں میشود کہ بعد از
بنی کہ محمد و آل محمد ہستیم بحکیم بنی نیست۔

اقول واللہ الموفق والمعين۔ اہل عقل و فہم ذرا انصاف سے فرمائیں کہ اب بھی کیا الہی
مولوی صاحب کے سفسطی ہونے میں شک ہو سکتا ہے آپ یے تکلم سے جو قطعاً ایک شخص
کے لئے موضوع ہے چودہ آدمی مراد لیتے ہیں اگر ایسا ہی ہو تو دنیا میں حقیقتہً نرم رگی نصوص قطعیہ معدودہ
ہو جائیں کسی بشر کی کوئی بات اسکے مطلب پر دال نہ ہوگی اور اتنا بھی خیال کیا گیا کہ صورت مذکور
میں آنحضرت کا کلام لغو ہو جائیگا اور استثنا مہمل کیونکہ لفظ الا جو حرف استثنایہ ہے وہ خود
امر پر دال ہے کہ حضرت ہارون میں جس قدر صفات موجود ہیں وہ حسب امکان بغیر ایک صفت کے
جو بعد الا مذکور ہی حضرت امیر کی ذات میں ہیں۔ مگر ان مولوی صاحب کو اسکی ہرگز پروا نہیں ہے
کہ خواہ کلام خدا لغو ہو جائے۔ یا کلام پیغمبر آپ کو فقط سخن آرائی سے کام ہے اور آیہ صلوٰۃ ہے
شبہ پیدا کیا گیا ہے اس کا تفصیلی اور مدلل جواب ہم نے سابق میں دیدہ ہے فارجم الیہ۔

قال و یا بصداق حدیث اولنا محمد و او سطنا محمد و اخرنا محمد و کلنا محمد چنانچہ درجہ
مہتمم بجا در باب تاریخی معرفتہم ربانوس انیۃ ص ۳ حضرت علی می فرماید کلنا واحد اولنا
محمد و او سطنا محمد و اخرنا محمد و کلنا محمد و در بیان کتاب در باب انجری لہم من الفضل
والطاعۃ ماجری لربنا اللہ و انہم فی الفضل صواع۔ امام جعفر صادق می فرماید خلقنا واحد و فضلنا
واحد و کلنا واحد اولنا محمد و او سطنا محمد و اخرنا محمد و کلنا محمد یعنی بعدی ایں طور می شود کہ بعد از
محمد کہ محمد و آل محمد ہستیم و یا نبی پاکہ و باطن میں و آل محمد کی ہستیم در باطن نبی ہستیم۔

اقول واللہ الموفق والمعين۔ یہ کلام مورد علامہ کئی وجوہ سے باطل ہے پھلی وجہ یہ کہ یہ روایت
بالکل غیر صحیح ہے جبکہ عدم محتمہ کی تصحیح خود علامہ مجلسی نے کی ہے چنانچہ سابع بجا کے باب
فی معرفتہم میں محض دو روایتیں جو بہت طولانی ہیں نقل کر کے آخر باب میں فرماتے ہیں انما
افردت لہذا الاخبار بابا لعدم صحۃ اسانیدھا و غرابۃ مضامینھا۔ یعنی میں نے

اس لئے ان روایتوں کیلئے علیحدہ ایک باب مقرر کیا ہے کہ ان روایتوں کی سندیں صحیح نہیں
 ہیں اور ان کے مضامین غرابت رکھتے ہیں۔ پس غور کا مقام ہے کہ ان مولوی صاحب نے کس طرح
 دھوکا دیا ہے اور ایسی روایت شاذہ غیرہ غیر صحیحہ سے اپنے معتقدات پر حجتہ لائے ہیں جس کے عدم
 صحت اور غرابت کی تصریح خود مجلس نے کی ہے دوسری وجہ یہ کہ اس طولانی روایت میں ایسے مطالب
 متعدذہ موجود ہیں جو اصول عقاید کے مخالف اور مذہب اہل تصوف کے موافق اور عقیدہ وحدۃ
 الوجود پر دال ہیں اور وہ بالکل خلاف عقیدہ اہل اسلام ہے۔ چنانچہ اس روایت میں یہ الفاظ
 حضرت امیر کی طرف منسوب ہیں وانا انحضرت عالم موسیٰ وانا معلم سلیمان بن داؤد وانا
 ذوالقرنین۔ یعنی میں وہی انحضرت ہوں جو موسیٰ کے عالم تھے اور میں وہی شخص ہوں جن نے
 سلیمان کو تعلیم دی تھی۔ اور میں ذوالقرنین ہوں۔ پس عقل سلیم باور نہیں کرتی کہ امیر المومنین نے
 جو وصی حضرت ختمی مرتبہ اور ہادی امت تھے ایسے الفاظ ارشاد فرمائے ہوں تیسری وجہ یہ کہ
 علی التشریل والتسلیم روایت مذکورہ بسبب تعارض اور قطعاً ماول ہے اور ہرگز اپنے مضامین
 ظاہری پر دال نہیں۔ اور اس کے یہ سننے ہیں کہ ہم حجتہائے خدا عصمت و ہدایت و اطاعت میں اختلاف نہیں
 رکھتے۔ جو ہمارے اول نے حکم دیا اور جس طرح اسکی اطاعت واجب ہے اسطرح ہمارے اوسط و آخر
 کا حکم اور اسکی اطاعت ہے ان امور میں گویا ہم آنحضرت ہیں یعنی بجائے آنحضرت ہیں! وی بھی
 حال اس روایت کا ہے جو امام جعفر صادق کی طرف منسوب ہے اور اس میں جو لفظ کلنا واحد
 وار ہے وہ قطعاً اصطلاح مشہور کے موافق ہے کیونکہ جب چند آدمی ایک مذہب کے ہوتے ہیں
 اور آپس میں پورے طور پر اتفاق رکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم سب ایک ہیں بلکہ یہ اصطلاح
 بالکل شائع ہے مگر اس سے وحدہ حقیقی ہرگز مراد نہیں ہوتی کیونکہ وہ قطعاً محالات عقلیہ سے ہے
 اسکا حاصل یہ امر کا شمس فی نصف النهار روشن و آشکار ہے کہ روایات غیر صحیحہ غریبہ بلکہ احاد صحیحہ
 بھی مخصوص قطعیت کا انکار یا اونچی تاویل جو عین تحریف ہے ہرگز جائز نہیں۔

قال وازین است کہ در شہد اکتفا بہ اشہد ان محمد ابدالہ ورسولہ نمودہ شد و ذکر پیچ یک

ائمہ نمودہ شد زیرا کہ در حضرت محمد آل محمد داخل اند و ازین جهت ہمین کہ اسم محمد را بگیرد اسم مستقیم
کہ بر محمد و آل محمد درود صلوات بفرستیم۔

اقول واللہ الموفق والمعين۔ کسی وجود سے باطل ہے پھلی وجہ یہ کہ یہ عین مفسطہ ہے کہ
ایک ذات معین کو تیرہ یا چودہ سمجھا جاسے۔ دوسری وجہ یہ کہ اگر ایک آنحضرت تیرہ یا چودہ
آنحضرت سمجھ جائیں یا ایک ضمیر واحد کا اطلاق چودہ پر ہو تو قرآن و احادیث لائل اور احکام اسلام
منع ہو جائیں گے خدا سے تعالیٰ نے آنحضرت اور زینب کے نکاح کے بارے میں جو فرمایا ہے

زوجنا کھا اسکے معنی یہ ہونگے اسے محمد و آل محمد ہے تمہارا نکاح زینب سے کر دیا فاطمہ بنت
رسول کا یہ ترجمہ ہو گا کہ آنحضرت۔ آنحضرت کی بیٹی ہیں معاذ اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

قال و این در صورتی است کہ حدیث منترہ راستی مندر استثنای لفظ الا انہ لا بنی بعدی بلیم۔ و حالانکہ
در مقابل آیات صیر مذکور بالا کہ قطعیہ الدلالتہ والناہی عن تناسل حدیث منترہ کہ ظنیست الذکر ولاتہ بر خلاف
کہ نفی نبوۃ ائمہ است آوردن مفسطہ است و خلاف دیانتہ۔ و ہج مندرین کہ عاقل و عارف بکلمات
محمد و آل محمد باشد چھو تخصیص را قائل نمیشود۔

اقول واللہ الموفق والمعين۔ کسی بحثوں میں اس کا ابطال کیا جاتا ہے پھلی بحث یہ کہ ہمیں
سابق میں ثابت کر دیا ہے کہ حدیث منترہ میں استثنای بھی قطعاً متواتر ہے اور نقطہ الا انہ لا بنی

بعدی کو بینیل سے زیادہ اصحاب نے روایت کیا ہے اگر استثنای کے دوسرے الفاظ بھی شریک
کئے جائیں جن کا حاصل ایک ہے تو ان کے راوی بینیل سے زیادہ اصحاب ہونگے جن میں امیر

بھی شریک ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ حدیث منترہ کے جتنے راوی ہیں ان سب نے استثنای
کو بھی روایت کیا ہے ملاحظہ ہو جامع بحار و حقائق الانوار جلد حدیث منترہ اس سے صاف

ظاہر ہے کہ حدیث استثنای مثل حدیث منترہ قطعی الصدور والدلالتہ ہے دوسری بحث یہ کہ جنہیں
آئیں ان مولوی صاحب نے نبوۃ ائمہ کے اثبات میں نقل کی ہیں ان سب کے معنی

صحیح ہونے بیان کر دے ہیں اور ان کے اقوال کو براہین قویہ سے رد کر دیا ہے جس سے صاف

ظاہر ہے کہ ایک آیت کے الفاظ بھی اس دعوے باطل پر وال نہیں باوجود اسکے مقام ہذا میں ان آیات کو اپنے مدعا پر قطعی الدلالتہ کھنا عین جہل ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ آیات قرانیہ کی تعریف میں فقط قطعیۃ السند بھی کہا ہے حالانکہ معلوم ہے کہ آیات قرانی کو سند سے کوئی تعلق نہیں ہند احادیث میں ہوتی ہے ع بریں عقل و دانش بیاہر گریست۔ یسری بحث یہ کہ جملہ علماء اعلام شیعہ نے استثناء الا انہ لا بنی بعدی کا متشنع منہ بطور قطع حدیث منسرتہ ہی کو سمجھ کر امیر المؤمنین کی امامت اور عدم نبوت پر استدلال کیا ہے جن میں سید مرتضیٰ علم الہدے۔ ابن بابویہ۔ علامہ مجلسی علیہ السلام لکھنوی وغیرہم ہیں۔ بلکہ ہر ذی فہم بلکہ ہر طفل مکتب جسکو زبان عربی میں مداخلت ہے یہی سمجھتا ہے کہ حدیث منسرت متشنع منہ ہے پس تمام علماء و عقلا کی طرف سفہ و عدم دیانتہ کو منسوب کیا ^{تضع} نوع اور عین بے ادبی ہے بلکہ یہ نسبت معاذ اللہ اس پیغمبر اوی کی طرف ہوتی ہے جو عقل کل ہے کیونکہ آنحضرت ہی نے حدیث منسرتہ کو متشنع منہ قرار دیا ہے اور الا انہ لا بنی بعدی کو استثناء جوئے تو اثر کو معلوم ہوا ہے اور معلوم ہے کہ آنحضرت کی طرف ایسے الفاظ قبیحہ کو منسوب کرنا کس شخص کا کام **قال** وانچ خدایے معبود و فرمود وانا امر سلنا الیکم رسولاً شامداً علیکم کما امر سلنا الی فرعون رسولاً حضرت محمد را حضرت موسیٰ تشبیہ نمودہ و انین تشبیہ ثبوت جمیع مراتب موسویہ چہ ذاتیہ باشد یا صفاتیہ از برائے حضرت محمد ثابت باشد و یکی از ان مراتب مشبہ بودن بار و ان است از برائے موسیٰ و بودن حضرت علی از برائے حضرت محمد چون در نسبتہ بار و ان موسیٰ استثناء ازہ۔ قرآن ثابت نیست پس باید کہ در حضرت علی با حضرت محمد در سچ چیز استثناء بنویہ باشد و الا این حدیث بظاہر تبدائی خلاف آیت شریفہ مذکورہ واقع خواہد شد و در احادیثیکہ مخالف قرآن واقع اند و مرتبک شان شدہ است محسوب خواہد شد و بدلیل آیت لہذا صرفنا فی ہذا القرآن من کل مثل لہذا حضرت موسیٰ مثل است و اصل او حضرت محمد است و ہمچنین بار و ان مثل است و حضرت علی اصل است۔ تا در مثل استثناء وار است و اصل نیز استثناء جائز خواہد بود و چون در مثل استثناء نیست در اصل نہیہ تا **اقول** واللہ الموفق والمعین۔ یہ استدلال کسی وجوہ سے باطل ہے پھلکی وجہ یہ کہ آیت شریفہ مذکورہ

الصمد میں تشبیہ نفس ارسال میں ہے۔ نہ رسولین میں کیونکہ ترجمہ آیہ شریفہ یہ ہے کہ جس طرح ہوتے فرعون
 کی طرف سے رسول بھیجا تھا ایسی طرح تمہاری طرف رسول بھیجا کہ وہ تم پر گواہ ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ ارسال
 آنحضرت بطرف مشرکین شبہ ہے اور ارسال حضرت موسیٰ بطرف فرعون مشبہ بہ۔ اور طریقہ ارسال
 یعنی جس طریقہ سے انبیاء الواعزم مبعوث ہوتے ہیں وجہ تشبیہ پس معلوم ہوا کہ خود آنحضرت مشبہ اور
 حضرت موسیٰ مشبہ بہ نہیں ہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ ہمنے تسلیم کیا کہ آنحضرت مشبہ اور حضرت موسیٰ
 مشبہ بہ ہیں مگر وجہ تشبیہ وہی صفت عہدہ مشہور ہوگی جو حضرت موسیٰ پر تھی اور وہ نہیں ہے مگر ارسال
 او الواعزمی و ما یا: کیا کیونکہ اس آیہ شریفہ میں جو مرسلین یعنی آنحضرت اور حضرت موسیٰ کا حال
 ہے وہی مرسل الیہم کا حال ہے یہ مشرکین اور فرعون۔ پس اگر موسیٰ کے جمیع اوصاف میں تشبیہ
 ہو تو ضرور ہوگا کہ آنحضرت کے زمانے کے مشرکین کی تشبیہ فرعون کے جمیع اوصاف کے ساتھ ہو
 حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ فرعون کافر مراد ہے اور اس کے اخیر وقت کا ایمان مقبول خدا سے منان نہوا
 اور آنحضرت کے زمانہ کے مشرکین بکثرت ایسے تھے جو بصدق دل مسلمان ہوئے اور ان کا انجام
 بخیر ہوا تیسری وجہ یہ کہ اگر جمیع مراتب موسویہ میں تشبیہ مراد ہو تو ضرور ہوگا کہ آنحضرت کی زبان میں
 بھی لکنت ہو آپ بھی کسی اثر سے سے ڈر گئے ہوں آپ نے بھی ہدایت کفار میں خون کیا ہو آپ بھی
 حضرت ابراہیم اور حضرت نوح علیہما السلام سے معذور ہوں آپ کی شریعت بھی منوچ ہو وغیرہ وغیرہ
 کیونکہ یہ سب امور حضرت موسیٰ کی نسبت قرآن و حدیث سے ثابت ہیں۔ حالانکہ معلوم ہے کہ آنحضرت
 کی نسبت وہ سب امور غلط ہیں۔ چوتھی وجہ یہ کہ علی التشریل والتسلیم ہم کہتے ہیں کہ اس آیہ شریفہ میں نہ
 حضرت ہارون کا ذکر ہے نہ حضرت ایلیر کا پھر حضرت ایلیر کی نبوت کا ثبوت اس آیت سے چاہنا دیوانہ
 کی ٹرہ سے کم نہوگا۔ پانچویں وجہ یہ کہ مثل فرض محال اگر جملہ مراتب مذکورہ تسلیم کئے جائیں جب بھی
 ادعاے مولوی صاحب موصوف ثابت نہیں ہو سکتا اور حضرت ایلیر کی ذات مبارک سے امتیاز
 نبوت میں ہرگز مخالفت قرآن واقع نہیں ہو سکتی نہایت تعجب کا مقام ہے کہ مولوی صاحب کمال اصول
 فقہ سے بھی واقف نہیں اور تخصیص عموماً اور تفصیل مجلات میں اور مخالفت میں فرق نہیں کرتے

قرآن میں ہر کلمہ کے غرض کا حقیقہ جو اولاد دشمن ہے اور با عدم اولاد رنج ہے اور وہ آیہ شریفہ یہ ہے
لہن الرابع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلہن بالثمن مما ترکتم۔ سورۃ النساء
مذہب شیعہ میں زمین سے روجہ کو کوئی حصہ نہیں ملتا اور یہ استثنا اور تخصیص حدیث سے ہوئی ہے
لطف فرمائیے کہ عموماً قرآنی کی تخصیص حدیث احادیث جائز رکھی گئی ہے حالانکہ مانحن فیہ
میر تخصیص نبوۃ قرآن اور تواتر اور اجماع اہل قبلہ اور ضرورت دین اسلام سے ہوئی ہے باوجود اسکے
اس تخصیص کو خلاف قرآن سمجھنا کس قدر غباوت ہے اور ان مولوی صاحب نے جو آیہ لقد ضلنا
فی هذا القرآن من کل مثل للناس نقل کیا ہے اسکے معنی نہیں سمجھے اصل آیہ سورہ نبی السبل
پارہ (۱۵) میں اس طرح مرقوم ہے ولقد صرنا للناس فی هذا القرآن من کل مثل یلین بصرہ
کہ ہے اس قرآن میں لوگوں کے (سمجھنے کے) لئے ہر مثال کو ہاں بیاں کے بیان کیا ہے اور
مولوی صاحب یہ سمجھے کہ عتبی خبریں دنیا میں ہیں ان کی مثال ہم نے بیان کی ہے۔ حالانکہ آیہ
شریفہ میں لفظ کل مضاف ہے اور مثل مضاف الیہ جس کے معنی ہر مثال کے ہیں یعنی وہ
ہر مثال جو ہم نے بیان کی ہے اسے پھیر پھیر کے یعنی الفاظ مختلفہ سے بیان کیا ہے۔ چنانچہ
تفسیر صافی میں بذیل ولقد صرنا مرقوم ہے کہ دنا بوجہ مختلفہ تریادۃ فی التقریر والبیان
اور قرآن شریف میں کسی مقام پر حضرت امیر کو اصل اور حضرت ہارون کو آپ کی مثال قرار
نہیں دیا گیا ہے جس سے کسی مطلب پر احتجاج ہو سکے ثبت العرش ثم انقش ہاں حدیث
میں آپ کو حضرت ہارون سے تشبیہ دی گئی ہے اور وہاں نبوت کا استثنا بھی کیا گیا اور
مثلاً فرض محال اگر یہ استثنا نہ ہو تا جب بھی ہم بدلیل آیہ وخاتم النبیین و اخبار متواترہ
واجماع اہل قبلہ عموم صفات ہارون سے وجوب نبوۃ کی تخصیص کرتے۔ کیونکہ جو مسئلہ تواتر
احادیث اور اجماع اہل اسلام سے ثابت ہوا ہے وہ ضروری دین اسلام ہے اور منکر

ضروری دین اسلام خارج از دین اسلام ہے فقط

تمت بالخیر وستلوا الحصة الاخری انشاء اللہ تعالیٰ

تقریظ

چاکیدہ خامہ غیر شہادہ کہف الانام حسام الاسلام افضل الفضلاء عمدة العلماء بحر العلوم والفضائل
محیط الکملات والنفوس افاضل مولانا استادنا وناعالیجناب مولوی السید نثار حسین صاحب قلم
اسے اللہ مقامہ عظیم آبادی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حق انیست کہ بزرگ حضرات ائمہ معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین حافظان دین مبین
و حارسان شرع متین و دانا یان اصول و فروع دین و نگهبانان ملتہ بیضا و شریعتہ
غرا و مرابطان رباط اسلام۔ علمائے عظام و فضلاء و نجما و ذاکبان ائمہ کرام علیہم
آلات التحیة والسلام الی یوم القیام ہستند۔ اگر در زمان غیبتہ امام زمان و جود قائم
عام آنحضرت نباشد کہ می تواند کہ حفاظتہ دین و شریعتہ بکند و کدام کس استحقاق آن
دارد و کثر اہم اللہ رب العالمین بالنظر المبین و التوفیق القیرر و نیز بآئین ناہین آنحضرت در دنیا
ہستند و از ان بزرگوان پیشوایان بھی مصنف کتاب **عید البقیہ** فی رد المضلین می باشند و این کتاب مستطاب
حقیقتہ و اعتقادات حقہ بسیار خوب و ہمہ مسلمین را مرغوب۔ و لائق انیست کہ طالبان ہدایت و خواہان
حق و روضلاتہ این کتاب را جواب را قبول کنند و از نور ہدایتش مستنیر و منور القلوب شوند و
و در صاحبان اہل محسوب زندگان فخری ان و ایقان حاصل نمایند و بذریعہ آن غوایات و ضلالت
را دفع فرمایند و اعتقادات باطلہ و احتجاجات مہملہ اہل عوجا جات و خطیات را رد سازند
نقض کتاب اثبات النبوة و الرسالة فی النبی و السلام کہ کتاب ضلالتہ است از کتاب
مستطاب **عید البقیہ** بآئین خوب و طریق مرغوب بعمل آید و این کتاب **عید البقیہ** متصف
باوصاف حسنہ مذکورہ نباشد کہ مصنف آن منصف غیر متحسب خیر خواہ مسلمانان سالک الکرام
حق و ایقان متمسک بتقلین عالم نوذعی و فاضل لمعی عالیجناب مولانا دمولے لکرام

مولوی سید فیض حسین مصنفون ان الشیخ والمین سید آبادی جعله الله من الموقنین
 وزدی الایادی استند که صاحب تصنیفات بهیه وتالیفات شهریه می باشند
 عادل موتمن ذوالخلق بحسن مقتنم الزمن - مقبول الحق ذوی المنن - امام جمعه و جامع علمست
 اخذ زمام هایات خادوم کافه اهل اسلام مرجع خاص و عام فاضل رشید - مآذ
 قریب و بعید - جامع معقول و منقول - حادی فسر و مع و اصول بیجمل الله تعالی
 سعیه مشکورا و الکل منقذ بقیوله و به مسرود را و صانه عن فتن الزمن
 والایام والمحن و سلمه موفقا با فشاء الفقل والعلم والهدایة
 والبر والاحسان والوقایه - بخیر الذین والدنیا - وصاعد علی
 مصاعد العلیا - وعلی ارجح المناقب القصوی ما استردت
 الطلوان واستخلف الجدید ان فقط مؤلفه یکم محرم الحرام ۱۳۳۸
 حرره سید شارحین سابق مؤلفه مطبوعه فی نانی سید کاه عالی

سید شارحین

عمدة العلماء بحسب العلوم جام الاسلام



بابہٹ انسان ائمہ کو مخلوقات سے خارج نہ کر گیا پس مبداء بہ عقل ثابت ہوا کہ آنحضرت ائمہ سے افضل ہیں
 اور حسب حدیث میں اس کا بھی ذکر ہے کہ ائمہ میں بھی مثل فضیلۃ آنحضرت موجود ہے تو یہ بات
 ثابت ہوئی کہ آنحضرت کے بعد یا آپ کے سولے جملہ مخلوقات سے ائمہ افضل ہیں وہو المطلوب۔
 پھر اس حدیث کے بعض عبارت کے ترک پر جو شاید مدعا نہ تھی تعرض کرنا اور احادیث کثیرہ
 متواترہ سے آنکھیں پھیر لینا بغیر عناد و حسد اور بے دینی کے کس چیز پر عمل ہو سکتا ہے
 ایضاً یہ امر بھی لائق غور و تامل ہے کہ جو لوگ آنحضرت کے ساتھ ائمہ کی مساواة مطلقہ کے
 قائل ہیں ضرور ہے کہ وہ ائمہ کی نبوت اور الولعزمی کے بھی قائل ہوں کیونکہ بغیر اعتقاد نبوت
 و رسالہ عقیدہ مساوات بے معنی ہے چنانچہ خود کتاب اثبات النبوت کے صفحہ (۴۷) میں مرقوم ہے
 "و بغیر اعتقاد نبوت و رسالہ ائمہ قول مساواة محمد قائل محمد بے معنی است و نسبتہ قول بے معنی
 بعلمارتہ امامیہ تضحیح نوع است" حالانکہ بضرورتہ دین اسلام و نص قرآن و احادیث متواترہ
 ثابت ہے کہ آنحضرت کے بعد کسی کی نبوت کا دعویٰ قطعاً کفر ہے۔ پس اہل عقل و ایمان ایمان کے
 فرامیں کہ اب بھی کیا دست اعلین مساواة کے خارج از دین اسلام ہونے میں کسی کو شک ہو سکتا
 ہے ہرگز نہیں۔ اسی لئے تمام فقہائے شیعہ نے یہ فتوے دیے ہیں و یقتل مدعی النبوت بعد نبیاً بلا حلف
 ہو شرع لمود و غیرہ جملہ کتب فقہیہ فصل قذو المختصر ان تمام براہیں قطعیہ سے ثابت ہے کہ
 آنحضرت کے بعد کسی فرد بشر کو نہ نبی مستقل کہہ سکتے ہیں نہ غیر مستقل نہ تازہ نہ غیر تازہ نہ بالفعل نہ
 بالقوی نہ ظاہری نہ باطنی کسی طرح اور کسی معنی سے نبی کا اطلاق آنحضرت کے بعد کسی شخص پر
 جائز نہیں اور جب کوئی نبی نہیں تو پھر کوئی شخص آنحضرت کے ساتھ مساوی مطلق نہیں ہو سکتا۔
 و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

ملتمسہ

سید فیض حسین

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ

بِعَوْنِ اللَّهِ تَعَالَى

الْحَصَّةُ الْأُولَى مِنْ كِتَابِ الطَّلَالِ لِنُبُوءَةِ وَالرِّسَالَةِ فِي عَرَّةِ النَّبِيِّ وَالسَّلَامَةِ

أَطْلَقِي

عَيْنُ الْيَقِينِ رَدُّ الْمُضِلِّينَ

از تالیفات عالیجناب مولانا مولوی السید فیض حسین صاحب قبلہ حیدر آباد
مصنف کتاب تحفۃ النصاری و تنبیہ المخالفین فی جواباتہا المومنین
و ہدیۃ المومنین ترجمہ تبصرۃ المتعلمین و ضیاء العین فی تاریخ اکسین و غیرہ وغیرہ
در ۳۳۹ ہجری

در مطبعہ شکر الہی لا واقع بازار علیستہ بن سید علی شہید

جناب میر علیہ السلام کو نبی بالقوی کہتے ہیں اور ان کی مایہ الاسذلال وہ حدیث ہے جو آنحضرت نے فرمائی ہے
لو کان بعدی نبی لکان علی ابن ابی طالب لکم بغض حدیث جملہ نجات تصریح کی ہے کہ حرف لو انتفا
ثانی کے لئے آتا ہے۔ بہ سبب انتفاء اول۔ اس کے علاوہ یہ صاحب (بالفعل) اور (بالقوی) ہی کو نہیں سمجھ
معلوم کہ ان دونوں لفظوں کا اطلاق ان افعال کی نسبت ہوتا ہے جو کسی کے اختیاری ہوں اور وہ محال ہوں
حالانکہ نبوت حکم خدا سے یعنی ہو ہی ہو سکتی ہے اور وہ بعد آنحضرت تمتنع نقلی ہے پھر کیونکر حضرت امیر کو نبی بالقوی
کہہ سکتے ہیں اور حقیر کی تحریر ہرگز ایسی نہیں ہے چنانچہ حیوة القلوب کی وہ پوری عبادت جس میں سے بعض کے
ترک پر تعزیر ہوئی ہے یہ ہے۔ ”و در احادیث بسیار از حضرت امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام منقول
کہ جاری شد فضیلت از بزرگے امیر المؤمنین و امامان بعد از وشل انچه جاری شد از بزرگے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ و
محمد فضیلت است بر ہر کہ خدا خلق کردہ است و اوست در گاہ خدا کہ بخدا منی توان رسید مگر از و۔ و اہ خدا کہ ہر
سلوک طریق متابعت او نماید بقرب رضاے خدای رسد انتہی۔ (جلد دوم صفحہ ۱۳۳) مطبوعہ نولکشور۔ اور عین البقیین کے
صفحہ (۶۹) میں چونکہ وہ آنحضرت کی افضلیت کے بیان کا مقام تھا حقیر نے حدیث مذکور کو بطور خلاصہ اس طرح نقل کیا ہے
و در احادیث بسیار از حضرت امام محمد باقر و امام جعفر صادق منقول است (الی ان قال) و محمد صلی اللہ علیہ وآلہ را
فضیلت است بر ہر کہ خدا خلق کردہ است و اوست در گاہ خدا کہ بخدا منی توان رسید مگر از و۔ پس اس حدیث
کے اول سے بخیال اختصار یہ فقرہ نقل نہیں کیا گیا۔ ”و جاری شد فضیلت از بزرگے امیر المؤمنین و امامان بعد از وشل انچه جاری
شد از بزرگے رسول“ اور اس ترک کا اشارہ بھی وہیں اس فقرے سے کیا گیا (الی ان قال) چنانچہ تمام مؤلفین کا
یہی طریقہ اب جانا چاہئے کہ حدیث ہذا میں مصوبین نے دو عبارتیں ارشاد فرمائیں اول یہ کہ جو فضیلت
آنحضرت کو ملی ہے مثل اس کے ائمہ کو بھی ملی ہے و دوسری یہ کہ آنحضرت کو ہر اس شخص پر فضیلت حاصل ہے جس کو
خدا نے خلق فرمایا ہے پس صاحبان عقل و دین و فہم یقین کے نزدیک عبادت اولی کا صحیح مطلب بغیر اس کے نہیں ہو سکتا
کہ ائمہ اطہار کو بھی فضیلت مثل فضیلت آنحضرت بغیر نبوت و مختصات نبوت عطا کی گئی ہے۔ عموم فضائل سے نبوت و مختصات نبوت
کا استثناء ان نصوص قطعیہ کی وجہ سے ہے جو تمام کتب علمائین تفصیل مرقومہ اور عین الیقین میں موجود ہیں ایضاً
یہ مطلب بھی اس حدیث سے ظاہر ہے کہ جس طرح آنحضرت افضل المخلوقات ہیں اسی طرح آنحضرت کے بعد ائمہ بھی افضل المخلوقات
ہیں یہ عقیدہ اس حقیر کا اور تمام علمائے شیعہ کا مسئلہ ہے پھر اگر پوری حدیث کی نقل ترک ہو تو کوئی محل ایراد نہیں

ہو سکتا کیونکہ عین یقین میں دو سر مقامات پر اسکی تصریح موجود ہے ملاحظہ ہو صفحہ (۱۲۹) وغیرہ۔ اگر کوئی شخص حیرۃ القلوب کی اس عبارت سے جسکی نقل ترک کی گئی یہ مطلب اخذ کرے کہ آنحضرت حضرات ائمہ سے افضل نہیں بلکہ آپ اور ائمہ مساوی مطلق ہیں تو اس شخص کے گمراہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ آنحضرت کا افضل المخلوقات ہونا بطور اطلاق منسوبات اور قطعیات سے ہے۔ اسی لئے یہ مسئلہ ضروری دین اسلام سے ہو گیا چنانچہ علماء صحیح مجلسی نے حق یقین کے اس بیان کی وجہ سوم میں کہ آنحضرت قبل بعثت بھی کسی پیغمبر کے تابع نہ تھے۔ تحریر فرمایا: "وافضلیۃ آنحضرت برسا الخلق ضروری دین اسلام است" (صفحہ ۸ مطبوعہ جعفری) محضی نہ رہے کہ حیدر آباد میں بعض مدعیان علم کا یہ دعویٰ ہے کہ آنحضرت کی افضلیۃ اور آپ کے ساتھ ائمہ علیہم السلام کے عدم مساواة کے قائل شرورہ قلیل ہیں باقی سب مساواة مطلقہ کے قائل ہیں حالانکہ اُن کی تلمذ یا کیلئے علامتہ مجلسی یہی ایک فقرہ کافی ہے جو انہوں نے تحریر فرمایا ہے کہ افضلیۃ آنحضرت برسا الخلق ضروری دین اسلام است اور معلوم ہے کہ ضروری دین اسلام اس امر کو کہتے ہیں جس پر جملہ اہل قبلہ متفق ہوں پھر وہ دعویٰ کس قدر حیرت انگیز ہے۔ نہیں معلوم یہ لوگ ائمہ علیہم السلام کو مخلوقات سے خارج کرتے ہیں یا افضلیۃ کو مساواة سمجھتے ہیں حالانکہ یہ دونوں صورتیں ان کے جنون کی بین دلیلیں ہیں افسوس ۵

گرہین مکتب است و اس عکلا کار پفلاں مستام خواہد شد

علاوہ نصوص قرآن اور احادیث متواترہ اور برہان عقلی اور اتفاق اہل اسلام کے جن اسے آنحضرت کی افضلیۃ مطلقہ کل عالم پر قطعی طور سے ثابت ہے خود یہ حدیث جس کے ترک پر اعتراض ہو رہا ہے ائمہ علیہم السلام پر آنحضرت کی افضلیۃ ثابت کرتی ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ حضرات معصومین نے فرمایا کہ "جو فضلیۃ آنحضرت کیلئے جاری ہوئی مثل اسکے ائمہ کے لئے جاری ہوئی"۔ اس سے ظاہر ہے کہ معصوم نے فضلیۃ ائمہ کو مشبہ قرار دیا ہے اور آنحضرت کی فضلیۃ کو مشبہ بہ۔ اور فن تشبیہ سے معلوم ہے مشبہ بہ مشبہ سے اعلیٰ اور اتم ہوتا ہے۔ جس کا ثبوت عین یقین کے صفحہ (۲۸) میں ملاحظہ ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت کی فضیلت ائمہ کی فضیلت سے اعلیٰ اور اتم ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرات ائمہ میں کلیۃ عین فضیلت آنحضرت نہیں ہے بلکہ مثل فضلیۃ آنحضرت ہے اور ظاہر ہے کہ امامت اکثر احکام میں مثل نبوت ہے اور نیز آنحضرت کی فضیلت جو اسی حدیث میں ہے یہ ہے کہ آپ کل مخلوقات سے افضل ہیں جس میں بیداد ہتہ عقل ائمہ بھی داخل ہیں اور یقین ہے کہ کوئی